ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد 17 | جمعۃ المبارک 30/جولائی و 06/اگست 2010ء — 18/شعبان و 25/شعبان 1431 ہجری قمری ❁ 30/وفا و 6/ظہور 1389 ہجری شمسی | شمارہ 32-31

ایک جامع دعا

حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت ﷺ سے دعا کی درخواست کی تو آپؐ نے یہ دعا کی اور فرمایا کہ میں نے اس میں تمہارے لئے ساری دعائیں جمع کر دی ہیں۔

اے اللہ ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر۔ ہم سے راضی ہو جا اور ہم سے (بندگی) قبول کر اور ہمیں جنت میں داخل کر اور آگ سے بچا اور ہمارے سارے کام درست کر دے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الدعاء باب دعاء رسول اللہ حدیث نمبر 3826)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

روز روشن کے ظہور سے پہلے ضرور ہے کہ خدائے تعالیٰ کے فرستادوں پر سخت سخت آزمائشیں وارد ہوں اور ان کے پیرو اور تابعین بھی بخوبی جانچے اور آزمائے جائیں تا خدا تعالیٰ سچّوں اور کچّوں اور ثابت قدموں اور بُزدلوں میں فرق کر کے دکھلا دیوے۔

عوام کو یہ معلوم نہیں کہ اَللّٰہ جَلَّ شَانُہٗ جس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگاتا ہے اس کی شاخ تراشی اس غرض سے نہیں کرتا کہ اُس کو نابود کر دیوے۔ بلکہ اس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودا پھول اور پھل زیادہ لاوے اور اس کے برگ اور بار میں برکت ہو۔

”روز روشن کے ظہور سے پہلے ضرور ہے کہ خدائے تعالیٰ کے فرستادوں پر سخت سخت آزمائشیں وارد ہوں اور ان کے پیرو اور تابعین بھی بخوبی جانچے اور آزمائے جائیں تا خدا تعالیٰ سچّوں اور کچّوں اور ثابت قدموں اور بُزدلوں میں فرق کر کے دکھلا دیوے۔

عشق اوّل سرکش و خونی بود … تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

ابتلاء جو اوائل حال میں انبیاء اور اولیاء پر نازل ہوتا ہے اور باوجود عزیز ہونے کے ذلت کی صورت میں ان کو ظاہر کرتا ہے اور باوجود مقبول ہونے کے کچھ مردود سے کر کے ان کو دکھاتا ہے یہ ابتلاء اس لئے نازل نہیں ہوتا کہ ان کو ذلیل اور خوار اور تباہ کرے یا صفحۂ عالم سے ان کا نام و نشان مٹا دیوے۔ کیونکہ یہ تو ہرگز ممکن ہی نہیں کہ خداوند عزّوجلّ اپنے پیار کرنے والوں سے دشمنی کرنے لگے اور اپنے سچے اور وفادار عاشقوں کو ذلّت کے ساتھ ہلاک کر ڈالے۔ بلکہ حقیقت میں وہ ابتلاء کہ جو شیر ببر کی طرح اور سخت تاریکی کی مانند نازل ہوتا ہے اس لئے نازل ہوتا ہے کہ تا اُس برگزیدہ قوم کو قبولیت کے بلند مینار تک پہنچا دے۔ اور الٰہی معارف کے باریک دقیقے ان کو سکھا دے۔ یہی سنت اللہ ہے جو قدیم سے خدائے تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے ساتھ استعمال کرتا چلا آیا ہے۔ زبور میں حضرت داؤدؑ کی ابتلائی حالت میں عاجزانہ نعرے اس سنّت کو ظاہر کرتے ہیں اور انجیل میں آزمائش کے وقت میں حضرت مسیحؑ کی غریبانہ تضرّعات اسی عادت اللہ پر دال ہیں۔ اور قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں جناب فخر الرسلؐ کی عبودیت سے ملی ہوئی ابتہالات اسی قانون قدرت کی تصریح کرتے ہیں۔

اگر یہ ابتلاء درمیان میں نہ ہوتا تو انبیاء اور اولیاء اُن مدارج عالیہ کو ہرگز نہ پا سکتے کہ جو ابتلا کی برکت سے انہوں نے پا لئے۔ ابتلاء نے اُن کی کامل وفاداری اور مستقل ارادے اور جانفشانی کی عادت پر مُہر لگا دی اور ثابت کر دکھایا کہ وہ آزمائش کے زلازل کے وقت کس اعلیٰ درجہ کا استقلال رکھتے ہیں اور کیسے سچے وفادار اور عاشق صادق ہیں کہ اُن پر آندھیاں چلیں اور سخت سخت تاریکیاں آئیں اور بڑے بڑے زلزلے اُن پر وارد ہوئے اور وہ ذلیل کئے گئے اور جھوٹوں اور مکاروں اور بے عزتوں میں شمار کئے گئے اور اکیلے اور تنہا چھوڑے گئے۔ یہاں تک کہ ربّانی مددوں نے بھی جن کا اُن کو بڑا بھروسہ تھا کچھ مدت تک منہ چھپا لیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی مربّیانہ عادت کو بہ یکبارگی کچھ ایسا بدل دیا کہ جیسے کوئی سخت ناراض ہوتا ہے اور ایسا انہیں تنگی و تکلیف میں چھوڑ دیا کہ گویا وہ سخت مورد غضب ہیں۔ اور اپنے تئیں ایسا خشک سا دکھلایا کہ گویا وہ اُن پر ذرا مہربان نہیں بلکہ اُن کے دشمنوں پر مہربان ہے اور اُن کے ابتلاؤں کا سلسلہ بہت طول کھینچ گیا۔ ایک کے ختم ہونے پر دوسرا اور دوسرے کے ختم ہونے پر تیسرا ابتلاء نازل ہوا۔ غرض جیسے بارش سخت تاریک رات میں نہایت شدّت و سختی سے نازل ہوتی ہے ایسا ہی آزمائشوں کی بارشیں اُن پر ہوئیں پر وہ اپنے پکّے اور مضبوط ارادہ سے باز نہ آئے اور سست اور شکستہ دل نہ ہوئے۔ بلکہ جتنا مصائب و شدائد کا باران پر پڑتا گیا اُتنا ہی انہوں نے آگے قدم بڑھایا۔ اور جس قدر وہ توڑے گئے اسی قدر وہ مضبوط ہوتے گئے۔ اور جس قدر انہیں مشکلاتِ راہ کا خوف دلایا گیا اسی قدر اُن کی ہمتِ بلند اور شجاعتِ ذاتی جوش میں آتی گئی۔ بالآخر وہ ان تمام امتحانات سے اوّل درجہ کے پاس یافتہ ہو کر نکلے اور اپنے کامل صدق کی برکت سے پورے طور پر کامیاب ہو گئے اور عزّت اور حُرمت کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا اور تمام اعتراضات نادانوں کے ایسے حُباب کی طرح معدوم ہو گئے کہ گویا وہ کچھ بھی نہیں تھے۔

غرض انبیاء و اولیاء ابتلاء سے خالی نہیں ہوتے بلکہ سب سے بڑھ کر انہیں پر ابتلاء نازل ہوتے ہیں اور انہیں کی قوتِ ایمانی اِن آزمائشوں کی برداشت بھی کرتی ہے۔ عوام الناس جیسے خدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کر سکتے ویسے اس کے خالص بندوں کی شناخت سے بھی قاصر ہیں۔ بالخصوص ان محبوبان الٰہی کی آزمائش کے وقتوں میں تو عوام الناس بڑے بڑے دھوکوں میں پڑ جاتے ہیں گویا ڈوب ہی جاتے ہیں اور اتنا صبر نہیں کر سکتے کہ ان کے انجام سے منتظر رہیں۔ عوام کو یہ معلوم نہیں کہ اَللّٰہ جَلَّ شَانُہٗ جس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگاتا ہے اس کی شاخ تراشی اس غرض سے نہیں کرتا کہ اُس کو نابود کر دیوے۔ بلکہ اس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودا پھول اور پھل زیادہ لاوے اور اس کے برگ اور بار میں برکت ہو۔ پس خلاصہ کلام یہ کہ انبیاء اور اولیاء کی تربیت باطنی اور تکمیل رُوحانی کے لئے ابتلاء کا اُن پر وارد ہونا ضروریات سے ہے اور ابتلاء اِس قوم کے لئے ایسا لازم حال ہے کہ گویا ان ربّانی سپاہیوں کی ایک روحانی وردی ہے جس سے یہ شناخت کئے جاتے ہیں اور جس شخص کو اس سنت کے برخلاف کوئی کامیابی ہو وہ استدراج ہے نہ کامیابی“۔

(سبز اشتہار۔ روحانی خزائن جلد نمبر 2 صفحہ 457 تا 461)

اداریہ

تقویٰ شعار، صابروں اور وفاداروں کی جماعت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 28 ؍مئی 2010ء کو لاہور کی دو احمدیہ مساجد، دارالذکر اور بیت النور پر بعض درندہ صفت انسانوں کے نہایت ظالمانہ و بہیمانہ حملہ اور اس کے نتیجہ میں ہونے والی دردناک شہادتوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 4؍جون 2010ء میں فرمایا:

’’دشمن نے تو میرے نزدیک صرف جانی نقصان پہنچانے کے لئے یہ حملہ نہیں کیا تھا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اور بھی مقصد تھے۔ ایک تو خوف پیدا کر کے اپنی نظر میں، اپنے خیال میں کمزور احمدیوں کو احمدیت سے دور کرنا تھا، نوجوانوں میں بے چینی پیدا کرنی تھی۔ لیکن نہیں جانتے کہ یہ ان ماؤں کے بیٹے ہیں جن کے خون میں، جن کے دودھ میں جان، مال، وقت، عزت کی قربانی کا عہد گردش کر رہا ہے۔ جن کے اپنے اندر عہدِ وفا نبھانے کا جوش ہے۔

دوسرے دشمن کا یہ خیال تھا کہ اس طرح اتنی بڑی قربانی کے نتیجے میں احمدی برداشت نہیں کر سکیں گے اور سڑکوں پر آ جائیں گے۔ توڑ پھوڑ ہوگی، جلوس نکلیں گے اور پھر حکومت اور انتظامیہ اپنی من مانی کرتے ہوئے جو چاہے احمدیوں سے سلوک کرے گی۔ اور اس ردّ عمل کو باہر کی دنیا میں اچھال کر پھر احمدیوں کو بدنام کیا جائے گا۔ .... لیکن نہیں جانتے کہ احمدی خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ صبر اور دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنے والے اور اس کی پناہ میں آنے والے لوگ ہیں۔ خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہونے والے لوگ ہیں۔ اور یہ کبھی ایسا ردّ عمل نہیں دکھا سکتے۔ .... یہ ایک امام کی آواز پر اٹھنے اور بیٹھنے والے لوگ ہیں۔ یہ اس مسیح موعود کے ماننے والے لوگ ہیں جو اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو دنیا میں رائج کرنے آیا تھا جنہوں نے جانور طبع لوگوں کو انسان اور انسانوں کو باخدا انسان بنایا تھا۔ پس اب جبکہ ہم درندگی کی حالتوں سے نکل کر باخدا انسان بننے کی طرف قدم بڑھانے والے ہیں، ہم کس طرح یہ توڑ پھوڑ کر سکتے ہیں۔ جلوس اور قتل و غارت کا ردّ عمل کس طرح ہم دکھا سکتے تھے۔ ہم نے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتے ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہا اور اپنا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا۔ ہم نے تو اپنا غم اور اپنا دکھ خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر دیا ہے اور اس کی رضا پر راضی اور اس کے فیصلے کے انتظار میں ہیں۔ .... ہمارا کام صبر اور دعا سے کام لینا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر احمدی اس پر کاربند رہے گا۔ یہ صبر کے نمونے جب دنیا نے دیکھے تو غیر بھی حیران رہ گئے‘‘۔

سیدنا حضرت امیر المومنین نے اپنے خطبات میں نہ صرف شہدائے احمدیت اور زخمیوں بلکہ ان کے پسماندگان اور لواحقین کے غیر معمولی صبر اور عزم و ہمت اور اخلاص و وفا کا بہت ہی دلنشیں ذکر فرمایا ہے۔ ایسے ہی ایک واقعہ کا ذکر حضور انور نے جرمنی میں اپنے حالیہ دورہ کے دوران نو احمدی خواتین سے ملاقات کے دوران فرمایا۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستان میں احمدی بہت بہادر اور مضبوط حوصلوں والے ہیں۔ وہاں مسجد میں اپنے والد کے ساتھ ایک چار سالہ بچی بھی تھی۔ وہ بچی گرنیڈ کا شیل لگنے کی وجہ سے زخمی تھی لیکن وہ روئی نہیں۔ اس کے والد نے اسے خاموش رہنے کا کہا تھا۔ اس بچی کا بھائی بھی ٹانگ میں گولی لگنے کی وجہ سے زخمی تھا۔ لیکن دونوں چار گھنٹے تک سکون سے بیٹھے رہے اور جب حضور انور نے اس بچی سے فون پر بات کی تو یکدم اس نے ساری باتیں حضور کو بتانا شروع کیں اور سارا واقعہ بتایا کہ کیا واقعہ ہوا اور یہ کہ وہ ذرا بھی خوفزدہ نہیں تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ چشم بصیرت رکھنے والوں کے لئے اتنے بڑے واقعہ پر اس قدر غیر معمولی صبر کا مظاہرہ اپنی ذات میں احمدیت کی صداقت اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور اس کی معیت کا ایک زبردست نشان اور اس کی ایک خاص عطا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’دینی امور میں بجز تقویٰ کے کسی کو صبر حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلا کے آنے کے وقت سوائے اس کے کون صبر کر سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کی رضا کے ساتھ اپنی رضا کو ملائے ہوئے ہو۔ ...... جس کو خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق نہیں اس میں مصیبت کی برداشت نہیں‘‘۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 414۔ جدید ایڈیشن)

جہاں لاہور کے ’پاک ممبروں‘ اور مسیح پاک علیہ السلام کے پاک محبوں پر مشتمل جماعت کے شہداء نے اپنے خونوں سے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و وفا کی شہادتیں رقم کیں وہاں اس سانحہ میں زخمی ہونے والوں اور شہداء کے پسماندگان اور لواحقین اور دنیا بھر کے احمدیوں نے اپنے پیارے امام کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے صبر و ثبات کے غیر معمولی اظہار سے اس جماعت کے تقویٰ شعار اور راضی برضاء الٰہی ہونے پر گواہی دی۔ بلاشبہ آج روئے زمین پر یہی وہ جماعت ہے جو اپنی رضا کو رضائے الٰہی سے ملائے ہوئے ہے اور خدا تعالیٰ کی رضا کو ہر حال میں مقدم رکھے ہوئے ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور صبر کرنے والوں کے لئے اس کی بڑی بڑی بشارتیں ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کی اس بات پر شہادت ہے کہ صبر کا اجر ضرور ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 418 جدید ایڈیشن) ہمیں پختہ یقین ہے کہ وہ سچے وعدوں والا خدا اس جماعت کو جو خلافت حقہ سے وابستہ ہے اس صبر کا بھی اپنی جناب سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿

قدرت دکھا اے میرے یار

(انتخاب از منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)

کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہو گا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار
میرے زخموں پر لگا مرہم کہ مَیں رنجور ہوں
میری فریادوں کو سن مَیں ہوگیا زار و نزار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل سوچ کر
اے مِری جاں کی پناہ فوجِ ملائک کو اُتار
بستر راحت کہاں ان فکر کے ایام میں
غم سے ہر دن ہو رہا ہے برتر از شب ہائے تار
لشکرِ شیطاں کے نرغے میں جہاں ہے گھِر گیا
بات مشکل ہو گئی قدرت دکھا اے میرے یار

بالآخر میرے مولا کی تقدیر ہی غالب آئے گی

(منتخب اشعار از منظوم کلام سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

ظالم مت بھولیں بالآخر مظلوم کی باری آئے گی
مکاروں پر مکر کی ہر بازی الٹائی جائے گی
پتھر کی لکیر ہے یہ تقدیر ، مٹا دیکھو گر ہمت ہے
یا ظلم مٹے گا دھرتی سے یا دھرتی خود مٹ جائے گی
ہر مکر انہی پر الٹے گا ، ہر بات مخالف جائے گی
بالآخر میرے مولا کی تقدیر ہی غالب آئے گی
جیتیں گے ملائک ، خائب و خاسر ہو گا ہر شیطان وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یاران وطن

اک روز تمہارے سینوں پر بھی وقت چلائے گا آرا
ٹوٹیں گے مان تکبر کے بکھریں گے بدن پارہ پارہ
مظلوموں کی آہوں کا دھواں ظالم کے افق کجلا دے گا
نمرود جلائے جائیں گے دیکھے گا فلک یہ نظارہ
کیا حال تمہارا ہو گا جب شداد ملائک آئیں گے
سب ٹھاٹھ دھرے رہ جائیں گے جب لاد چلے گا بنجارا
ظالم ہوں گے رسوائے جہاں ، مظلوم بنیں گے آنِ وطن
اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں یاران وطن

✿✿✿✿✿✿✿

مَصالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،
گرانقدر مساعی اوران کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر104

90ء کی دہائی کے بعض مخلص احمدی

(7)

مکرم مُعْتَزْالقزق صاحب

مکرم معتزالقزق صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

میری پیدائش 28 جنوری 1975ء کی ہے اور میرا تعلق دمشق سے ہے۔دمشق یونیورسٹی سے گریجوایشن کرنے کے بعد اب مَیں Mathematics کے استاد کی حیثیت سے ملازمت کر رہا ہوں۔میری بیعت 1992ء کی ہے۔

ابتدائی حالات اوردینی رجحانات

میرے والدصاحب کا نام عبداللہ اور میرے دادا کا نام خضر القزق ہے جو کہ فلسطین کے قدیم احمدیوں میں سے تھے۔میرے والد بہت سادہ اور نہایت مخلص احمدی تھے لیکن میری والدہ غیر احمدی تھیں اور ان دونوں کی علیحدگی ہو چکی تھی۔میرے والدصاحب دمشق میں جبکہ والدہ دوسرے شہر ’’حلب‘‘ میں مقیم تھیں۔ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ دمشق میں رہتا تھا لیکن افسوس کہ میں نے بچپن میں احمدیت کے بارہ میں کچھ نہ سنا۔بچپن ہی سے مساجد میں جاتا، دینی اجتماعات میں شرکت کرتا اور قرآن کریم سے بہت محبت رکھتا تھا حتی کہ روزانہ ایک دو گھنٹے تک تلاوت کرتا رہتا تھا۔تلاوتِ قرآن کا مجھ پر اس قدر اثر ہوتا کہ میں اکثر رو پڑتا۔لیکن دینی اجتماعات کے باقی پروگرام اس روحانی لذت کو ختم کر دیتے تھے۔اس لئے مجھے اجتماعات کے ایسے پروگراموں سے بہت نفرت تھی بلکہ سخت کوفت ہوتی تھی۔میٹرک تک دمشق میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد میں اپنی والدہ سے شدید محبت کی وجہ سے ’’حلب‘‘ چلا گیا اور ان کے ساتھ رہنے لگا۔والدہ کے غیر احمدی ہونے کی وجہ سے میری احمدیت کی طرف کبھی توجہ نہ ہوئی اور نہ اس کے بارہ میں کبھی سوچا۔’’حلب‘‘ میں میرا دینی رجحان برقرار رہا۔ میرے اکثر دوست مولوی حضرات اور دینی میلان رکھنے والے لوگ تھے۔میں ان کے سامنے کئی دفعہ اس خواہش کا اظہار کرتا تھا کہ کاش ہمارے زمانہ میں مسیح علیہ السلام نازل ہو جائیں تو ہم ان کی جماعت میں شامل ہو کر دین کی خدمت کی توفیق پائیں۔پھر کئی دفعہ دل میں یہ تمنا بھی جوش مارتی کہ کاش میں آنحضور ﷺ کے زمانے میں ہوتا۔

جماعت سے حقیقی تعارف

جماعت احمدیہ کے بارہ میں میری معلومات بہت ہی کم تھیں بلکہ جو کچھ علم تھا اس کا دارومدار مولویوں سے سنی سنائی باتوں پر تھا۔

میرا ایک بھائی ’’لؤی القزق‘‘ بھی میرے ساتھ رہتا تھا جسے میں مسجد جانے اور دینی امور میں دلچسپی لینے کی نصیحت کرتا۔لیکن وہ مولویوں سے بہت متنفر تھا۔میرے دادا کی وفات ہوئی تو میرے والدصاحب نے میرے اس بھائی سے کہا کہ وہ چند دن کے لئے دمشق آجائے۔میرا بھائی والد صاحب کے پاس گیا اور کچھ عرصہ رہ کر جب واپس آیا تو میں نے اس میں ایک عجیب تبدیلی محسوس کی۔وہ نمازوں کا پابند ہو گیا تھا بلکہ میں نے اسے نماز میں رو رو کر دعائیں کرتے ہوئے دیکھا تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔جب اس نے نماز ختم کی تو میں نے اس سے کہا کہ میں کافی عرصہ پہلے سے نمازوں کا پابند ہوں لیکن آج تک میں نے ایسی نماز نہیں پڑھی جیسی تم پڑھ رہے ہو۔آخر اس تبدیلی کا سبب کیا ہے؟ اس نے کہا تم جاننا چاہتے ہو تو یہ چند اوراق پڑھ کر دیکھ لو۔ان اوراق کو پڑھ کر جیسے مجھ پر بجلی گر گئی کیونکہ ان میں وفات مسیح علیہ السلام پر قرآن کریم کی آیات سے دلائل دیئے گئے تھے۔مجھے ان مفاہیم اور واضح معانی پر حیرت ہو رہی تھی نیز اپنی جہالت پر رہ رہ کر رونا آرہا تھا کہ روزانہ ان آیات کی تلاوت کرتا تھا ان میں سے بعض مجھے زبانی یاد تھیں لیکن میرا ان آیات کو پڑھنا کبھی تجوید کی حد سے آگے نہیں گیا تھا یا یوں کہہ لیں کہ حلق سے آگے دل و دماغ میں ان کے معانی منتقل نہ ہوئے تھے۔میرے خیال میں ان آیات کو سلیقہ سے پڑھ لینا ہی سب کچھ تھا۔اس وقت میرا ایک دوست بھی ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔اسے بھی ان دلائل نے کافی متاثر کیا۔ میں اس وقت ایف اے کا طالبعلم تھا اور اپنے دوستوں سے پڑھائی میں سبقت لے جانے کے لئے کوشاں تھا۔لیکن ان اوراق کے مطالعہ کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے اس معاملہ میں تحقیق مکمل کروں گا اس کے بعد پڑھائی ہوتی رہے گی۔لہٰذا میں نے فوراً دمشق جانے کا فیصلہ کیا۔دمشق میں میں مکرم عبدالقادر عودہ صاحب اور دیگر احمدی دوستوں کے ساتھ ملا جنہوں نے مجھے ہر سوال کا جواب دیا۔ مجھے یاد ہے ان دنوں عبد القادر عودہ صاحب بیمار تھے اس کے باوجود وہ میرے سوالوں کا جواب دیتے رہے۔ میں نے ان کے ہاں دو ہفتے کے قریب قیام کیا جس میں سوالوں کے جواب اور مختلف اختلافی موضوعات پر سیر حاصل بات ہوئی۔میں ان دنوں بہت کم سوتا اور سب باتیں لکھتا جاتا تھا۔دو ہفتوں کے بعد جب میں واپس آیا تو اپنے ساتھیوں اور دوستوں کے سامنے یہ امور رکھے اور انہیں کہا کہ تم اپنے سے بڑے مولویوں سے اس بارہ میں بات کر کے جواب لینے کی کوشش کرو۔چند دن گزرنے کے بعد جب انہوں نے کوئی جواب نہ دیا اور میں نے یاددہانی کروائی تو وہ کہنے لگے کہ احمدی انگریز کا خود کاشتہ پودا ہیں، یہ یہودیوں کے ایجنٹ ہیں اور استعماری طاقتوں کے پروردہ ہیں۔اوران کی جماعت مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی ایک کوشش ہے۔میں نے انہیں کہا کہ مجھے قرآنی آیات اور احادیث کے دلائل کے بالمقابل دلائل چاہئیں نہ کہ ایسی باتیں جو محض الزامات ہیں۔میرے والد اور دادا احمدی تھے، میں نے ان میں انگریز کی غلامی کا شائبہ تک نہ دیکھا، پھر میں کس طرح مان سکتا ہوں کہ یہ الزامات درست ہیں بلکہ یہ تو دوسرے احمدیوں سے پہلے میرے خاندان پر اعتراض اور اتہام ہے۔بہر حال مخالفین کی سیرت کے مطابق انہوں نے بھی اپنی طرف سے معقول جواب یہ دیا کہ مجھ سے مقاطعہ کر لیا جب کہ اس سے قبل میں ان کا پسندیدہ اور چہیتا دوست تھا۔ان لوگوں کے اس رویّے کی وجہ سے میری پڑھائی میں دلچسپی بالکل ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ میں نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں خوب رو رو کر دعائیں کیں کہ جب تک میں اپنے دین اور اعتقاد کے بارہ میں مکمل طور پر مطمئن نہ ہوں گا پڑھائی شروع نہیں کروں گا لہٰذا اب تو ہی مجھے اطمینان عطا فرما۔چنانچہ انہی دنوں میں مجھے خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی آپ نے میرے قبولِ احمدیت پر اطمینان کا اظہار فرمایا۔

رؤیا نے زندگی بدل دی

پھر اس کے کچھ عرصہ بعد میں نے ایک اور رؤیا دیکھا جس کا میری طبیعت پر بہت گہرا اثر ہوا۔میں نے دیکھا کہ بہت اندھیرا چھایا ہوا ہے اور میں ایک بہت گہری کھائی کے سامنے کھڑا ہوں۔ ایسے میں سورج نکلتا ہے اور اس کی شعاعیں زمین کو منور کرنا شروع کر دیتی ہیں یہاں تک کہ اس کھائی میں بھی روشنی کی کرنیں داخل ہو جاتی ہیں اور اسے بھی روشن کر دیتی ہیں۔روشنی کے آتے ہی اس گڑھے سے بہت سے چوہے نکل بھاگتے ہیں۔اس کے بعد میں اس کھائی میں اترتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں ایک میز پر قرآن کریم پڑا ہوا ہے۔میرے جاتے ہی وہ قرآن کھلتا ہے اور اس میں سے ایک فرشتہ نکلتا ہے۔قرآن کریم کے اس نسخے اور اس فرشتہ سے بہت زیادہ نور نکل رہا ہوتا ہے۔میں اس فرشتہ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کہاں ہیں؟ وہ مجھے اٹھا لیتا ہے جبکہ میں قرآن کریم کا وہ نسخہ اپنے ساتھ لے لیتا ہوں اور ہم ہوا میں اڑنے لگتے ہیں۔میں دیکھتا ہوں کہ وہ مجھے سعودی عرب کی بجائے کسی اور طرف لے جا رہا ہے، بلکہ میں حیران ہوتا ہوں جب وہ مجھے دمشق میں لے آتا ہے اور مکرم عبد القادر عودہ صاحب کے گھر میں آکر اترتا ہے جہاں ان کے والد مرحوم ناصر عودہ صاحب میرا انتظار کر رہے ہوتے ہیں اور وہ مجھے کہتے ہیں کہ چلو آؤ میں تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملواتا ہوں۔ابھی وہ یہ بات کر رہے ہوتے ہیں کہ ایک کمرے سے بہت زیادہ نور کے جلو میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نمودار ہوتے ہیں۔مَیں دوڑ کر آپ سے لپٹ جاتا ہوں اور آپ کو چومنے لگتا ہوں۔آپ مجھے فرماتے ہیں کہ آؤ اب میں تمہیں آنحضور ﷺ سے ملواتا ہوں۔اس کے ساتھ ہی کمرے سے پہلے سے بھی بہت زیادہ نور نکلتا ہے اور حضور ﷺ تشریف لاتے ہیں۔آپ نے چمکتے موتیوں اور لعل و جواہر سے مرصّع ایک عباء اوڑھی ہوئی ہے۔آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ سرخ ہے۔میں آپ کی طرف دوڑتا ہوں اور آپ کے دست مبارک کو چومنے لگتا ہوں۔پھر آپ مجھے خلفائے راشدین اور خلفائے احمدیت کے ساتھ ملواتے ہیں۔

اس رؤیا نے میری زندگی بدل کے رکھ دی۔ اس رؤیا سے میں نے یہی سمجھا کہ مجھے دمشق جا کر رہائش اختیار کر لینی چاہئے۔جب میں جانے لگا تو میری والدہ نے کہا: بیٹا تم اپنی ماں کو چھوڑ جانا چاہتے ہو۔میں نے کہا: امی جان آپ مجھے بہت عزیز ہیں لیکن خدا کی رضا مجھے آپ سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

بہر حال پڑھائی سے کنارہ کش رہنے کی وجہ سے میں اس سال فیل ہو گیا۔لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے اتنے فضل نازل ہوئے کہ گننا مشکل ہو گیا۔میں اگلے سال اچھے نمبروں سے کامیاب ہو گیا۔مجھے کام بھی مل گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قربت اور پیار کے بیشمار نظاروں سے بھی نوازا۔

شادی کے بارہ میں احتیاط

میرے والد صاحب احمدی تھے جبکہ والدہ غیر احمدی تھیں جس کی وجہ سے اولاد میں احمدیت منتقل نہ ہو سکی۔میں اس خطرناک تجربہ سے گزر چکا تھا اور سوچتا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ خود ہدایت نہ دیتا تو نہ جانے آج کہاں بھٹک رہا ہوتا۔اس لئے میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں شادی کروں گا تو صرف احمدی لڑکی سے۔کیونکہ میں اپنی اولاد کو ابتلاء میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے میری یہ خواہش بھی پوری فرما دی اور بفضلہٖ تعالیٰ یونیورسٹی کی پڑھائی کے دوران ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک نیک اور صالح احمدی بیوی عطا فرما دی۔

خلیفۂ وقت سے رابطہ

حضرت خلیفہ رابعؒ کے ساتھ خط و کتابت شروع کی تو مجھے یاد ہے کہ اپنے پہلے خط میں یہ جملہ لکھا تھا کہ حقیقی محبت الٰہی کا مفہوم مجھے احمدیت میں آنے کے بعد معلوم ہوا ہے۔احمدیت نے میری اخلاقی حالت میں اس قدر تبدیلی پیدا کر دی ہے کہ اگر میں مسجدوں کے چکر لگاتے لگاتے تھک جاتا اور مولویوں کے پیچھے بھاگتے بھاگتے میری جوتیاں گھس جاتیں تب بھی یہ تبدیلی پیدا نہیں کر سکتا تھا۔

جب ایم ٹی اے شروع ہوا تو سگنل بہت کمزور ہونے کی وجہ سے تصویر و آواز کے ساتھ بہت شور ہوتا تھا اور بہت مشکل سے آواز کی سمجھ آتی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ میں ٹی وی کی آواز فُل کر کے کان ٹی وی کے ساتھ لگا کر بیٹھ جاتا تھا اور لقاء مع العرب سنتا اور نوٹس لیتا جاتا تھا۔اس وقت صاف اور واضح طور پر خلیفۂ وقت کی تصویر دیکھنا اور ان کی آواز سننا ایک خواب تھا جو ڈیجیٹل چینلز کے آجانے سے پورا ہو گیا۔میرا دل چاہتا تھا کہ خلیفۂ وقت کے کلام کو ریکارڈ کر کے اپنے پاس رکھوں اور بار بار سنوں۔لہٰذا میں نے وی سی آر خرید کر لقاء مع العرب ریکارڈ کرنا شروع کر دیا۔یوں مجھے علمی لحاظ بھی بہت زیادہ فائدہ ہوتا اور بے شمار غلطیوں کی اصلاح ہوتی گئی۔

اس کے بعد حضرت خلیفہ رابع رحمہ اللہ نے ہم پر ایک بڑی کرم نوازی فرمائی کہ یہاں شام میں مبلغین کرام کو عربی زبان کی اعلیٰ تعلیم کے لئے بھجوایا جن کے ساتھ ملنے سے ہمیں خلافت کی خوشبو آنے لگی۔انہوں نے ہمیں اطاعت اور خلافت سے محبت کے انداز سکھائے۔اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین۔

نظام وصیت میں شمولیت کی برکات

مبلغین کرام کے ساتھ مسلسل رابطے اور ان کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کی وجہ سے میرے دل میں نظام وصیت میں شمولیت کی خواہش بڑی شدت کے ساتھ پیدا ہوئی اور میں نے یہاں پر مبلغین کرام کے سامنے اسکا اظہار بھی کر دیا۔ابھی اس موضوع پر بات آگے نہیں چلی تھی کہ حضرت خلیفہ خامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وصیت میں شمولیت کے بارہ میں ارشاد فرما دیا۔اور احمدی بفضلہٖ تعالیٰ بڑی کثرت سے اس نظام کا حصہ بننے لگے۔شاید خلافت حقہ کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ افراد جماعت کے ذہنوں میں جو سوالات پیدا ہو رہے ہوں اللہ تعالیٰ خلیفہ وقت کو ان کا الہام کر دیتا ہے اور اس کے دل میں ڈال دیتا ہے اور افراد جماعت کے سوالوں کے شافی جواب انہیں خلیفہ وقت کی زبان سے مل جاتے ہیں۔چنانچہ میں نے اور میری بیوی نے حضور انور کی خدمت میں نظام وصیت میں شامل ہونے کے لئے خط لکھ دیا۔

نظام وصیت میں شمولیت کا میری زندگی پر بہت گہرا اثر

پڑا۔ روحانی ترقیات کے علاوہ مادی طور پر بھی مجھ پر افضال کی بارش ہونے لگی۔ وصیت میں شمولیت کے بعد مجھے کام بھی زیادہ ملنا شروع ہوگیا نیز میری ترقی ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے چند ماہ میں ہی اتنا کام کرنے کی توفیق دی کہ میری کارکردگی کی بنا پر سیرین تعلیمی ٹی وی چینل پر Mathematics کے اسباق کی تیاری اور ان کی پیشکش کے لئے میرے نام کی سفارش کی گئی۔ دو سال تک یہ کام کرنے کے بعد وزارت تعلیم کی طرف سے مجھے تعلیمی کورسز مقرر کرنے والی کمیٹی کا رکن بنا دیا گیا۔ الحمدللہ اب مجھے تدریسی میدان میں ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ میرے افسران مخلصانہ کام کی وجہ سے مجھ سے بہت خوش ہیں۔ اور یہ سب احمدیت کی تعلیم و تربیت، خلافت کی دعاؤں کا ثمرہ اور نظام وصیت میں شمولیت کی برکات ہیں۔ اگر کسی بات کا افسوس ہے تو اس گزرے ہوئے وقت کا جو احمدیت کی نعمت سے محرومی میں گزر گیا۔

❁❁❁❁❁

مکرم طاہر شتیح صاحب

جلسہ سالانہ یوکے 2009 میں مکرم طاہر شتیح صاحب نے فرنچ میں ایم ٹی اے کے لئے ایک مختصر سے انٹرویو میں اپنی کہانی سنائی تھی۔ اسی بنا پر ہم نے ان سے رابطہ کیا اور کچھ مزید معلومات لیں جو ان کی زبانی قارئین کرام کے لئے پیش ہیں۔

مکرم طاہر شتیح صاحب بیان کرتے ہیں کہ:۔

میرا تعلق الجزائر سے ہے اور میں ایک لمبے عرصہ سے فرانس میں رہ رہا ہوں یہیں پر میں نے تعلیم حاصل کی۔ الحمدللہ میں شادی شدہ ہوں اور میرے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور ہم سب خدا کے فضل سے احمدی ہیں۔

1995-96ء کی بات ہے کہ ہم نے ڈش انٹینا لگوایا تو بہت شوق سے مختلف چینلز کے ذریعہ ایک نئی دنیا کو دیکھنے لگے۔ ایک دن اتفاقاً ایم ٹی اے لگ گیا۔ اس وقت مکرم حلمی الشافعی صاحب (مرحوم) ترجمہ کر رہے تھے۔ ان کی عربی زبان میں ایک عجیب جذب تھا کہ میں نہ چاہتے ہوئے بھی ٹھہر گیا۔ اور جب سفید عمامہ پہنے ہوئے ایک باوقار شخصیت کے چہرے پر میری نظر پڑی تو اس پہلی نظر میں ہی ان کی محبت میرے دل میں بیٹھ گئی۔ رفتہ رفتہ میرا دل اس پروگرام کے ساتھ کچھ اس طرح اٹک گیا کہ میں کام سے واپسی پر پہلا کام یہ کرتا کہ ٹی وی آن کر کے ایم ٹی اے دیکھنا شروع کر دیتا۔ شروع شروع میں مجھے نہ انگلش کی سمجھ آتی تھی نہ ہی عربی اتنی اچھی تھی کہ مضمون سمجھ سکتا۔ پھر بھی میں لقاء مع العرب کے وقت ٹی وی کے سامنے بیٹھ جاتا اور سارا پروگرام دیکھتا کیونکہ میرا اس کے ساتھ ایک قلبی تعلق پیدا ہو گیا تھا۔

آسمانی راہنمائی

کچھ عرصہ کے بعد ایم ٹی اے کسی اور سیٹلائٹ پر چلا گیا اور مجھے نہ مرکز کا ایڈریس معلوم تھا نہ فون نمبر، نہ ہی کسی سے کوئی رابطہ تھا۔ پروگرام لقاء مع العرب دیکھنے کا مجھے اس قدر شوق تھا کہ اس کے غائب ہونے سے جیسے میرے اندر بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا تھا۔ مجھے بہت دکھ اور صدمہ ہوا کہ اب اس پروگرام کو دیکھنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ بہرحال ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے کوئی بڑی پرشوکت آواز میں کہتا ہے کہ اس ستارے کی طرف منہ کر لو۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک بہت روشن ستارہ تھا۔ جب میں جاگا تو اپنے کمرے کی کھڑکی سے آسمان پر اس ستارہ کو بہت تلاش کیا لیکن بے سود۔ بہرحال اس رؤیا کی وجہ سے میں بہت خوش تھا لیکن رؤیا کی تعبیر مجھے سمجھ نہ آسکی۔

ایک دن مجھے خیال آیا کہ میرا ایک دوست ڈش وغیرہ لگانے کا ماہر ہے مجھے اس سے ایم ٹی اے کے بارہ میں بات کرنی چاہئے، شاید اس کے ذریعہ میری گم گشتہ متاع واپس مل جائے۔ چنانچہ اس سے بات کی تو وہ ایک دن اپنا ساز و سامان لے کر آ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اچانک ایم ٹی اے کا ایک بہت ہی کمزور سگنل مل گیا۔ اس وقت میری خوشی دیدنی تھی۔ میرا پورے کا پورا جسم جیسے آنکھوں میں تبدیل ہو گیا تھا جو ٹی وی کی سکرین پر مرکوز تھیں۔ اس دوست کی تھوڑی سی مزید کوشش کے بعد ایم ٹی اے کا مکمل سگنل آ گیا اور تصویر و آواز بالکل واضح ہو گئی۔ میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ اور جب میں نے ڈش کا رخ دیکھا تو مجھے میرا رؤیا یاد آ گیا کیونکہ ڈش کا رخ بالکل اسی طرف تھا جس طرف رؤیا میں مجھے وہ روشن ستارہ نظر آیا تھا۔ اس وقت مجھے سمجھ آیا کہ مجھے رؤیا میں اس روشن ستارے کی سمت منہ کر لینے کے ارشاد سے کیا مراد تھی۔

استخارہ اور بیعت

ان دنوں انٹرنیٹ اتنا عام نہ تھا اور جماعت کا لٹریچر بھی میسر نہ تھا۔ لہٰذا میں نے اپنی کیفیت پر مبنی خط لندن مرکز میں لکھا جس کا جواب مکرم حلمی الشافعی صاحب کی طرف سے آیا کہ میری آپ کو نصیحت یہی ہے کہ استخارہ کریں۔ چنانچہ میں نے استخارہ کیا اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اگر حضرت مرزا غلام احمد صاحب سچے مہدی ہیں تو مجھے ان کی حقیقت سے آگاہ کر دے تا کہ میں ان کی بیعت سے محروم نہ رہ جاؤں۔ میرے استخارہ کا مثبت نتیجہ نکلا کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قرآن کریم میں سورہ بقرہ کی تلاوت کر رہا ہوں۔ میرے لئے یہ بات بہت غیر معمولی تھی کیونکہ میں اتنا دیندار نہ تھا اور دینی امور کا اس قدر پابند بھی نہ تھا۔ اس میں میرے لئے یہی پیغام تھا کہ امام مہدی کی بیعت کے ساتھ میں قرآنی تعلیمات کا پابند ہو جاؤں گا۔ لہٰذا میں نے اپنی کیفیت مکرم حلمی الشافعی صاحب کو لکھ دی۔ انہوں نے مجھے بیعت فارم ارسال کر دیا اور میں نے بیعت کر لی۔

اس کے بعد حضرت خلیفہ رابع رحمہ اللہ فرانس تشریف لائے تو میں یہی سمجھ رہا تھا کہ فرانس میں میرے سوا اور کوئی احمدی نہیں ہے کیونکہ میرا ڈائریکٹ مرکز کے ساتھ رابطہ تھا اور ابھی تک فرانس کی جماعت سے رابطہ نہ ہوا تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ خدا کے فضل سے یہاں جماعت قائم ہے۔ بہرحال حضور انور کے تشریف لانے پر میں نے فیملی ملاقات کے لئے درخواست کی۔ اس وقت میری بیوی احمدی نہ تھی بلکہ متردد تھی اسی لئے شاید اللہ تعالیٰ نے اسے حضور انور کی ملاقات سے بھی محروم کر دیا۔ ہوا یوں کہ جب ہم ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو ابھی انتظار گاہ میں ہی بیٹھے تھے کہ اچانک میری بیوی نے کہا کہ میں ابھی آتی ہوں اور اٹھ کر چل دی۔ اتنے میں مجھے ملاقات کے لئے بلا لیا گیا اور یوں حضور انور کی خدمت میں مجھے اکیلے ہی جانا پڑا۔

بیعت اور اس ملاقات کے بعد میرے اخلاق اور اعمال میں یکسر تبدیلی آ گئی۔ اب میں دین اسلام کے احکام و شعائر کی پابندی کرنے والا بن گیا۔ گو پہلے تو کبھی پرواہ ہی نہ کی تھی لیکن اب احمدیت قبول کرنے کے بعد میں بہت چھوٹے چھوٹے امور کا بھی خیال رکھنے لگا تھا۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک۔

خلیفہ رابع رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے بھی ملاقات ہوئی۔ آپ ایک زاہد اور مقدس انسان ہیں۔ مجھے آپ سے بہت زیادہ محبت ہے اور دعا کرتا ہوں کہ دن بدن اس میں اضافہ ہوتا جائے، آمین۔

میری عرب بھائیوں سے درخواست ہے کہ اِدھر اُدھر بھٹکنے کی بجائے آئیں اور احمدیت کی آغوش میں اپنی تسکین تلاش کریں اور حقیقی اخوت و محبت اور مودت کی لذت سے آشنائی اور نظامِ خلافت کی برکات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کیلئے آج خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔

(باقی آئندہ)

کوئی زندہ ہے اگر آج تو ہم زندہ ہیں

(شہدائے لاہور کے لئے گیت)

عین، عبداللطیفؓ کی صورت واؤ، جیسے ولید احمد ہے
عین سے عشق نے گواہی دی واؤ میری وفاؤں کی حد ہے

(الاپ)

اک مسیحا کی مسیحائی کے شاہد بن کر
کوئی زندہ ہے اگر آج تو ہم زندہ ہیں
گوہر شب کی طرح روشن و تابندہ ہیں
درد اور خون کی تاریک گزرگاہوں میں
احمدیّت کی قسم ۔ ربّ محمدؐ کی قسم
کوئی زندہ ہے اگر آج تو ہم زندہ ہیں

....

ہم نے قرآن کے انوار میں چلنا سیکھا
رَزم گاہوں میں ہر اک تیر لیا سینے پر
احمدیّت کی قسم ۔ ربّ محمدؐ کی قسم
خاتم الرسلؐ کے کردار میں ڈھلنا سیکھا
سجدہ گاہوں میں شمع بن کے پگھلنا سیکھا
کوئی زندہ ہے اگر آج تو ہم زندہ ہیں

....

اک لڑی میں کیا زنجیر محبت نے ہمیں
ہم تو مٹیّ تھے مگر دست کرم سے اپنے
احمدیّت کی قسم ۔ ربّ محمدؐ کی قسم
بغض و کینے سے کیا پاک اخوت نے ہمیں
نجم و مہتاب بنا ڈالا خلافت نے ہمیں
کوئی زندہ ہے اگر آج تو ہم زندہ ہیں

....

دشمن دیں کی عداوت تو جفا کرتی ہے
رحمت باری کی بارش نہیں تھمتی ہم پر
احمدیّت کی قسم ۔ ربّ محمدؐ کی قسم
استقامت ہمیں تصویر وفا کرتی ہے
کچھ نہیں پاس مگر سب وہ عطا کرتی ہے
کوئی زندہ ہے اگر آج تو ہم زندہ ہیں

....

عشق میں ہوتے نہیں نام و نسب ذات و وطن
ہم تو ہر موڑ پہ سر اپنے کٹاتے آئے
احمدیّت کی قسم ۔ ربّ محمدؐ کی قسم
تابع مرضیٔ مولیٰ ہوا کرتے ہیں چلن
اہل ایماں کے لئے کھیل ہیں یہ دار و رسن
کوئی زندہ ہے اگر آج تو ہم زندہ ہیں

....

خون بہتا ہے مگر خون بہا کوئی نہیں
سچ کی آواز بلالؓ ہے سدا گونجے گی
احمدیّت کی قسم ۔ ربّ محمدؐ کی قسم
یار اپنا یہاں مولیٰ کے سوا کوئی نہیں
قریۂ صبر میں اب اور صدا کوئی نہیں
کوئی زندہ ہے اگر آج تو ہم زندہ ہیں

....

جو ستمگر ہیں نہیں بچ کے نکلنے والے
یہ زمیں ان کو اَماں دے گی اگر تو کیسے؟
احمدیّت کی قسم ۔ ربّ محمدؐ کی قسم
لاکھ معصوم بنیں بھیس بدلنے والے
آسمانوں سے عجب تیر ہیں چلنے والے
گوہر شب کی طرح روشن و تابندہ ہیں
کوئی زندہ ہے اگر آج تو ہم زندہ ہیں

——————(جمیل الرحمٰن۔لندن)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔

اعلان

قارئین کرام نوٹ فرمالیں کہ الفضل انٹرنیشنل کا یہ شمارہ دو ہفتوں (30 جولائی اور 6/اگست) پر مشتمل ہے۔ اگلا شمارہ انشاء اللہ 13/اگست کو شائع ہوگا۔ (ادارہ)

خطبہ جمعہ

شہداء لاہور میں سے آٹھ مزید شہداء کا ذکرِ خیر

ان سب شہداء میں بعض اعلیٰ صفات قدرِ مشترک کے طور پر نظر آتی ہیں۔ مثلاً ان کا نمازوں کا اہتمام اور اپنے بچوں اور گھر والوں کو بھی اس طرف توجہ دلانا۔ تہجد اور نوافل کا التزام، گھریلو زندگی میں اور گھر سے باہر بھی ہر جگہ اخلاقِ حسنہ کا مظاہرہ۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا۔ جماعتی غیرت کا بے مثال اظہار، اطاعتِ نظام کا غیر معمولی نمونہ، دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے سارے حقوق کی ادائیگی کے باوجود جماعت کے لئے وقت نکالنا۔ پھر یہ کہ خلافت سے غیر معمولی تعلق، محبت اور اطاعت کا اظہار۔

شہداء جو شہادت کے مقام پر پہنچے یقیناً یہ شہادت کا رتبہ ان کے لئے عبادتوں کی قبولیت اور حقوق العباد کی ادائیگی کا حق ادا کرنے کی سند لئے ہوئے ہے۔

یہ لوگ تھے جنہوں نے عبادات اور اعمالِ صالحہ کے ذریعہ سے نظامِ خلافت کو دائمی رکھنے کے لئے آخر دم تک کوشش کی اور اس میں نہ صرف سرخرو ہوئے بلکہ اس کے اعلیٰ ترین معیار بھی قائم کئے۔

ہمارا فرض ہے کہ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے ان قربانیوں کا حق ادا کریں۔

شام کے سابق امیر جماعت مکرم نذیر المرادنی صاحب مرحوم کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ 09/جولائی 2010ء بمطابق 09/وفا 1389 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

شہداء کا جو ذکرِ خیر چل رہا ہے۔ اسی سلسلے میں آج سب سے پہلے میں ذکر کروں گا۔ **مکرم احسان احمد خان صاحب شہید ابن مکرم وسیم احمد خان صاحب کا۔** شہید مرحوم کے پڑدادا حضرت منشی دیانت خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابی تھے۔ نارو ضلع کانگڑہ کے رہنے والے تھے۔ یوسف زئی خاندان سے تعلق تھا۔ شہید مرحوم کے پڑدادا کے دو بھائی حضرت شہامت خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت منشی امانت خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 1890ء میں بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی تھی۔ اور 313 صحابہ میں شامل ہوئے۔ مکرم ظہیر احمد خان صاحب مربی سلسلہ جو آجکل یہاں لندن میں ہیں، شہید مرحوم کے چچا ہیں۔ جبکہ شہید مرحوم کے دوسرے بھائی ندیم احمد خان صاحب جامعہ احمدیہ ربوہ میں زیرِ تعلیم ہیں۔ شہید مرحوم 1984ء میں پیدا ہوئے۔ دو سال سے شیزان انٹرنیشنل میں ملازمت کر رہے تھے۔ جبکہ جماعت احمدیہ بھماں ضلع لاہور میں (یہ پتہ نہیں کون سی جماعت ہے) بطور سیکرٹری وقفِ جدید خدمت کی توفیق مل رہی تھی۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر 26 سال تھی۔ اور مسجد دارالذکر گڑھی شاہو میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ سانحہ کے روز صبح غسل کے بعد نماز پڑھی اور تلاوت کی اور ملازمت کے لئے روانہ ہونے سے پہلے اہلیہ کو بتایا کہ میں یہ جمعہ دارالذکر میں پڑھوں گا۔ اور ساتھ ہی بتایا کہ پچھلا جمعہ میرے سے رہ گیا تھا۔ بیٹی کو اٹھا کر پیار کیا اور روانہ ہو گئے۔ قریباً 1:35 پر مسجد دارالذکر سے اپنی والدہ محترمہ کو فون کر کے بتایا کہ یہاں دہشتگرد آ گئے ہیں۔ والدہ محترمہ کو تسلی دی، پھر اس کے بعد دوبارہ رابطہ نہ ہو سکا۔ اس دوران دہشتگردوں نے جب گرنیڈ پھینکے اس کے شیل لگنے سے زخمی ہوئے۔ جب غلط افواہ پھیلی کہ دہشتگرد مارے گئے ہیں اور باہر آ جائیں تو باہر نکلنے پر دوبارہ گرنیڈ کے ٹکڑے لگنے سے شہید ہو گئے۔ ربوہ میں تدفین ہوئی ہے۔ تدفین سے قبل ان کے چچا نے اپنے گھر ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی جس میں بہت سے غیر از جماعت لوگوں نے شرکت کی۔ شہید مرحوم کی والدہ نے شہادت سے ایک ماہ قبل خواب میں دیکھا کہ ان کا بیٹا شہید ہو گیا ہے اور اس کی میت کو صحن میں رکھا گیا ہے اور میں بیٹے کے منہ پر پیار سے ہاتھ پھیرتی ہوں اور پوچھتی ہوں کہ کیا ہوا؟ اس خواب سے گھبرا کر اٹھ جاتی ہوں اور صدقہ دیتی ہوں۔ شہادت کے بعد اسی جگہ پر جنازہ لا کر رکھا گیا جہاں خواب میں دیکھا تھا۔ شہادت سے چند دن پہلے شہید نے خود بھی ایک خواب دیکھا اور ہڑبڑا کر اٹھ گئے۔ والدہ کو صرف اتنا بتایا کہ بہت بُرا خواب ہے۔ پھر صدقہ بھی دیا۔

شہید مرحوم بہت ہی ایماندار اور نیک فطرت انسان تھے۔ دوسروں سے ہمدردی اور محبت سے پیش آتے تھے۔ والدین کی خدمت بڑی توجہ سے کیا کرتے تھے۔ ان کے چچا نے مجھے بتایا کہ کام سے گھر آتے تھے تو پہلے والدین کو سلام کرتے تھے پھر بیوی بچوں کے پاس اپنے گھر جاتے تھے۔ اور روزانہ رات کو اپنے والد کے پاؤں دبا کے سویا کرتے تھے۔ انہوں نے والد والدہ کی خدمت کا حق ادا کیا۔ ان کی شادی کو ڈیڑھ سال ہوا تھا۔ ان کی ایک چار ماہ کی وقفِ نو کی بچی ہے۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔

اگلا ذکر ہے **مکرم منور احمد قیصر صاحب شہید ابن مکرم میاں عبدالرحمٰن صاحب کا۔** شہید مرحوم کے خاندان کا تعلق قادیان سے تھا، قادیان سے پاکستان بننے کے بعد گوجرہ منتقل ہوئے۔ اس کے بعد لاہور شفٹ ہو گئے۔ ان کے خاندان میں سب سے پہلے حضرت عبدالعزیز صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آڑھتی تھے انہوں نے بیعت کی تھی۔ وہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تھے۔ یہ شہید مرحوم کے دادا مکرم میاں دوست محمد صاحب کے کزن تھے۔ ان کے دادا اور خاندان کے دیگر لوگوں نے خلافتِ ثانیہ میں بیعت کی۔ شہید مرحوم پیشے کے لحاظ سے فوٹو گرافر تھے۔ پچھلے قریباً بیس سال سے جمعہ کے روز دارالذکر کے مین گیٹ پر ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر 57 برس تھی۔ مسجد دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ دارالذکر کے مین گیٹ پر ڈیوٹی کے دوران کئی دفعہ اس بات کا اظہار کیا کہ اگر کوئی حملہ کرے گا تو میری لاش سے گزر کر ہی آگے جائے گا۔ سانحہ کے روز قریباً گیارہ بجے ڈیوٹی پر پہنچے۔ فرنٹ لائن پر کھڑے تھے کہ 1:40 پر دہشتگردوں نے آتے ہی فائرنگ شروع کر دی۔ ایک کو تو انہوں نے مضبوطی سے پکڑ لیا جبکہ دوسرے نے آپ پر فائر کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ اہلیہ محترمہ نے چند دن قبل خواب میں دیکھا کہ ایک تابوت ہے جو عام سائز سے کافی اونچا ہے جس کے قریب ایک بنچ پڑا ہے۔ ان کے ایک عزیز بنچ پر پاؤں رکھ کر تابوت کے اندر لیٹ جاتے ہیں۔ پوچھنے پر کہ یہ کیوں لیٹے ہیں حالانکہ یہ تو اچھے بھلے ہیں، (یہ واقعہ بیچ میں رہ گیا ہے پورا بیان کرنے سے) اہلیہ نے بتایا کہ جمعہ پر جانے سے پہلے میں نے ان کو گولڈن رنگ کا سوٹ استری کر کے دیا اور ساتھ ہی کہا کہ آج تو آپ دلہوں والا سوٹ پہن رہے ہیں۔ چنانچہ خوب تیاری کر کے نمازِ جمعہ کے لئے گئے۔ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ احساسِ ذمہ داری بہت زیادہ تھا۔ کبھی کسی سے شکوہ نہیں کیا۔ نمازوں کے پابند تھے۔ فوٹوسٹیٹ کا کام بھی کرتے تھے۔ قریبی کالج سے بچے فوٹوسٹیٹ کروانے آتے تو بغیر گنے ہی پیسے رکھ لیتے۔ کہتے تھے کہ کبھی کسی کے پاس پورے پیسے نہیں بھی ہوتے اس لئے میں نہیں گنتا۔ بعض دفعہ مخالفین آپ کی دکان پر آپ کے سامنے ہی مخالفانہ پوسٹر لگا جاتے تھے۔ آپ ان سے جھگڑا نہ کرتے اور بعد میں اتار دیتے۔ اپنے

بیٹے کو کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی زیادتی کرے تو خاموشی سے واپس آ جاؤ۔ اگر آپ نے جواب دیا تو پھر آپ نے اپنا معاملہ خود ہی ختم کر لیا۔ اگر اللہ پر چھوڑ دیا تو اللہ ضرور بدلہ لے گا۔

اگلا ذکر ہے **مکرم حسن خورشید اعوان صاحب شہید ابن مکرم خورشید اعوان صاحب** کا۔ شہید مرحوم کا تعلق بندیال ضلع چکوال سے تھا۔ ان کے والد اور دادا پیدائشی احمدی تھے۔ تاہم کچھ عرصہ قبل ان کی فیملی کے دیگر افراد نے کمزوری دکھاتے ہوئے ارتداد اختیار کر لیا جبکہ شہید مرحوم بفضلہٖ تعالیٰ شہادت کے وقت تک جماعت سے وابستہ رہے۔ ان کے ایک اور بھائی مکرم سعید خورشید اعوان صاحب جو جرمنی میں ہیں، انہوں نے بھی جماعت کے ساتھ وابستگی رکھی۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 24 سال تھی۔ غیر شادی شدہ تھے۔ مسجد دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ سانحہ کے روز دارالذکر میں نمازِ جمعہ ادا کرنے گئے۔ دہشتگردوں کے آنے پر گھر فون کر کے بتایا کہ مسجد پر حملہ ہو گیا ہے، میں زخمی ہوں، دعا کریں۔ اسی دوران دہشتگردوں کی فائرنگ سے شہید ہو گئے۔ ان کے فیملی کے غیر از جماعت ممبران ان کے احمدی ہونے کے بارے میں اعتراضات کرتے رہے جس پر ان کے والدین ان کے دباؤ میں آ گئے اور اطلاع دی کہ اگر احمدی احباب نے نمازِ جنازہ پڑھی تو علاقے میں فساد پھیل جائے گا۔ یہاں پر ختمِ نبوت والے (نام نہاد ختم نبوت والے کہنا چاہئے) کافی ایکٹو (Active) ہیں۔ انہی وجوہات کی بنا پر احمدی احباب کو نمازِ جنازہ ادا نہ کرنے دی گئی۔ غیر از جماعت نے ہی نمازِ جنازہ پڑھی اور تدفین کی۔ تاہم علاقے میں عام لوگ مجموعی طور پر اس امر پر افسوس کا اظہار کرتے رہے۔ شہید کے والد پہلے تو مخالفت کے باعث کوائف دینے سے انکار کرتے رہے، جس پر سمجھایا گیا کہ آپ کے بیٹے نے جان دے کر پیغام دیا ہے کہ دنیاوی لوگوں سے خوف نہ کھائیں، خواہ جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ شہید مرحوم کی قربانیوں کو چھپانا شہید کے ساتھ زیادتی ہے۔ لیکن پھر بھی انہوں نے کوئی کوائف نہیں دیئے۔ اللہ تعالیٰ شہید کے درجات بلند فرمائے اور ان کی یہ قربانی ان کے گھر والوں کی بھی آنکھیں کھولنے کا باعث بنے۔

مکرم ملک حسن خورشید اعوان صاحب کے بارے میں امیر صاحب چکوال نے لکھا ہے کہ دعوتِ الی اللہ کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ پچھلے چند سالوں سے آپ کے والد مکرم ملک خورشید احمد صاحب نے جماعت احمدیہ سے علیحدگی اختیار کی تو ملک حسن خورشید صاحب اپنے حقیقی عقیدہ یعنی احمدیت سے منسلک رہے اور تادمِ آخر اس کے ساتھ رہے۔ نمازِ جمعہ گڑھی شاہو دارالذکر میں جا کر ادا کرتے تھے۔ متعدد بار والدین کے اصرار کے باوجود اپنے ایمان پر قائم رہے۔

اگلا ذکر ہے **مکرم و محترم محمود احمد شاد صاحب شہید مربی سلسلہ ابن مکرم چوہدری غلام احمد صاحب** کا۔ شہید مرحوم کے خاندان کا تعلق خونن ضلع گجرات سے تھا۔ شہید مرحوم کے دادا مکرم فضل داد صاحب نے بیعت کی تھی۔ شہید مرحوم کے والد بہت متعصب تھے۔ ایک دفعہ ایک کتاب ''تبلیغِ ہدایت'' فرش پر بکھری پڑی تھی اس کو اکٹھا کرنے لگے اور سوچا کہ اس کو پڑھنا نہیں ہے۔ لیکن جب ترتیب لگا رہے تھے تو کچھ حصہ پڑھا، دلچسپی پیدا ہوئی اور ساری کتاب پڑھنے کے بعد کہا کہ میں نے بیعت کرنی ہے۔ اور 1922ء میں گیارہ سال کی عمر میں بیعت کر لی۔ شہید مرحوم کے والد صاحب نائب تحصیلدار رہے۔ آپ نے کبھی کسی سے رشوت نہیں لی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی سندھ میں زمینوں کے مختارِ عام تھے اور انتہائی نیک اور متقی انسان تھے۔

شہید مرحوم 31 ؍مئی 1962ء کو پیدا ہوئے اور پیدائشی وقف تھے۔ 1986ء میں جامعہ پاس کیا۔ اس کے علاوہ محلے کی سطح پر متعدد جماعتی عہدوں پر خدمت کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ نائب ایڈیٹر ماہنامہ خالد کے طور پر بھی کام کرتے رہے۔ پاکستان کے مختلف شہروں میں بطورِ مربی سلسلہ تقرری کے علاوہ تنزانیہ میں بھی گیارہ سال مربی سلسلہ کے طور پر خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ بیت النور ماڈل ٹاؤن میں قریباً تین ماہ قبل تقرری ہوئی تھی۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر قریباً 48 سال تھی اور نظامِ وصیت میں بھی شامل تھے۔ مسجد بیت النور ماڈل ٹاؤن میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

سانحہ کے روز نیا سوٹ پہنا، نیا رومال لیا۔ اپنی رہائشگاہ میں دو رکعت ادا کرنے کے بعد اپنے بیٹے کے ہمراہ نمازِ جمعہ کے لئے مین ہال میں پہنچ گئے۔ لوگوں نے بتایا کہ حملے کے دوران آپ مسلسل لوگوں کو دعاؤں کی طرف توجہ دلا رہے تھے۔ جب حملہ آور مسجد کے اندر آیا تو آپ نے بلند آواز میں نعرہ بھی لگایا اور مسلسل درود شریف کا ورد کرتے رہے۔ آپ کے سینے میں دو گولیاں لگی تھیں جس کی وجہ سے آپ کی شہادت ہو گئی۔ اس سانحہ میں آپ کا بیٹا اللہ کے فضل سے محفوظ رہا۔ شہید مرحوم کی اہلیہ بتاتی ہیں کہ شہادت سے ایک روز قبل مؤرخہ 27 ؍مئی کی رات ایم ٹی اے پر عہد نشر ہو رہا تھا۔ (وہ عہد جو خلافت کا میں نے خلافت جوبلی پر دہرایا تھا) انہوں نے اونچی آواز میں یہ عہد دوہرایا اور یہ ارادہ کیا کہ جمعہ کے دن خطبہ کے بعد پوری جماعت کے ساتھ یہ عہد دہرائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اہلیہ نے مزید بتایا کہ آپ بہت ہی نڈر تھے۔ جب جماعت کے خلاف آرڈیننس آیا تو اس کے کچھ عرصہ بعد اپنی ہمشیرہ کے ہمراہ سفر پر جا رہے تھے قمیص پر کلمہ طیبہ کا بیج لگا ہوا تھا۔ ان کی ہمشیرہ ڈر رہی تھیں اور احتیاط کے لئے ان سے کہا۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ تمہارا ایمان اتنا کمزور ہے؟ سٹیشن پر اترنے کے بعد وہاں موجود پولیس اہلکار سے جا کر سلام کیا اور اپنی ہمشیرہ سے کہا دیکھو میں تو ان سے سلام کر کے آیا ہوں۔ آپ کو خدا تعالیٰ پر بہت ہی توکل تھا۔ شہید مرحوم کی اہلیہ بتاتی ہیں کہ تنزانیہ میں بھی خدمت کے دوران ان کی مخالفت ہوئی اور اس دوران اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نشان بھی دیکھے۔ 1999ء میں معاندِ احمدیت شیخ سعیدی نے مربی صاحب پر ایک الزام لگایا کہ انہوں نے کچھ غیر قانونی بندوں کو اپنے مشن ہاؤس میں پناہ دے رکھی ہے۔ پولیس مشن ہاؤس آ گئی اور تلاشی کے بعد مربی صاحب کو تھانہ لے گئی۔ یہ قصہ تنزانیہ کا ہے۔ مربی صاحب نے وہاں پہنچ کر اپنا اور جماعت کا تعارف کروایا تو پولیس والوں نے معذرت کرتے ہوئے آپ کو چھوڑ دیا۔ بعد ازاں پولیس سے بہت اچھے تعلقات بن گئے۔ اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد شیخ سعیدی کو اسی الزام میں حکومت نے سعودی عرب سے ڈی پورٹ (Deport) کر دیا اور یہ خبر اخبارات میں بھی شائع ہوئی۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں تنزانیہ میں ہی ایک دفعہ جماعتی دورے پر جانے لگے تو مجھے ملیریا بخار تھا۔ میں نے کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور آپ جا رہے ہیں؟ مربی صاحب کہتے ہیں کہ مَیں اللہ کا کام کرنے جا رہا ہوں اور تمہیں بھی اللہ کے حوالے کر کے جا رہا ہوں۔ شہید کی اہلیہ بتاتی ہیں کہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں تقرری کے کچھ عرصے بعد سے دھمکی آمیز ٹیلیفون کالز کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جب پہلی کال آئی تو مربی صاحب ایک شادی کے فنکشن میں گئے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا کہ کچھ لوگ آپ کا پیچھا کر رہے ہیں۔ تو خدام الاحمدیہ کے کچھ ممبران نے بحفاظت مربی صاحب کو گھر پہنچا دیا۔ گھر واپس پہنچنے پر مجھے کہتے ہیں کہ دیکھو کیسی عظیم الشان جماعت ہے کہ ان خدام سے ہمارا کوئی دنیاوی رشتہ نہیں ہے لیکن ہر وقت یہ ہماری حفاظت کے لئے تیار رہتے ہیں۔ مربی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اگر تُو نے میری قربانی لینی ہے تو میں حاضر ہوں لیکن میری اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھنا۔ ان حالات میں جب ان کو بہنوں کے فون آتے اور وہ اس خواہش کا اظہار کرتیں کہ چھٹی لے کر ربوہ آ جائیں تو آپ کہتے کہ جب باقی احمدی قربانی دے رہے ہیں تو ہم قربانیاں کیوں نہ دیں اور میدان چھوڑ کر کیوں بھاگیں۔ ان حالات سے بعض دفعہ پریشان ہو کر مَیں جب رو پڑتی تو مجھے کہتے کہ شہداء کی فیملی کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا اور ان کی خود حفاظت فرماتا ہے۔

شہید مرحوم کو دعوتِ الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ شہادت سے ایک ماہ قبل ایک غیر از جماعت ڈاکٹر صاحب جو چاہتے تھے کہ ان کو مطمئن کیا جائے ان کی کافی مربیان سے بحث ہوئی لیکن ان کی تسلی نہیں ہو رہی تھی، تو مربی صاحب نے (شاد صاحب نے) دو تین مجلسوں کے دوران کئی کئی گھنٹے ان کو تبلیغ کی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات اور کلام بڑے آبدیدہ ہو کر بڑی جذباتی کیفیت میں ان کو سناتے تھے۔ یہی ڈاکٹر صاحب جن کو تبلیغ کی جا رہی تھی کہتے ہیں کہ آج میرے لئے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں۔ میں اب مطمئن ہو گیا ہوں۔ جو شخص خود آبدیدہ ہو کر مجھے تبلیغ کر رہا ہے ان کی جماعت جھوٹی کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ بھی تبلیغ کرنے کا اپنا اپنا ہر ایک کا انداز ہوتا ہے اور جو دل سے نکلی ہوئی باتیں ہوتی ہیں پھر اثر کرتی ہیں اور پھر ڈاکٹر صاحب نے بیعت کر لی۔

مربی صاحب کے والدین کے علاوہ باقی تمام رشتے دار غیر از جماعت ہیں۔ آخری سانس تک ان کو بھی تبلیغ کرتے رہے۔ ہر غمی اور خوشی کے موقع پر اپنے بچوں کو خاص طور پر غیر از جماعت رشتے داروں کے پاس دکھانے کی غرض سے ساتھ لے جاتے تھے کہ دیکھو ہم میں اور اِن میں کیا فرق ہے؟ اِن لوگوں کے گلوں میں بدرسومات اور بدعات کا طوق ہے اور ہم خلافت کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں ایک صاحب نے مجھے خط میں لکھا کہ 2006ء میں خاکسار کو پنڈی میں اطلاع ملی (یہ راولپنڈی کے ہیں) کہ محمود شاد صاحب مربی سلسلہ کو بیت الحمد مری میں تعینات کیا گیا ہے۔ خاکسار کو امیر صاحب ضلع راولپنڈی نے صدر حلقہ اور بیت الحمد شرقی کے علاوہ بیت الحمد مری روڈ، مربی ہاؤس مری روڈ اور گیسٹ ہاؤس مری روڈ کی نگرانی بھی سونپی تھی۔ تو امیر صاحب کی ہدایت آئی کہ مربی صاحب کے قیام و طعام کا بندوبست کریں۔ گیسٹ ہاؤس میں طعام کا ابھی بندوبست نہیں تھا۔ کھانا جو بھی پیش کیا جاتا مربی صاحب بڑے صبر و رضا کے ساتھ کھا لیتے۔ مربی ہاؤس اور گیسٹ ہاؤس مری روڈ تین منزلہ ہے۔ پہلے مربی ہاؤس دوسری منزل پر تھا۔ جماعت نے فیصلہ کیا کہ اسے تیسری منزل پر شفٹ کر دیا جائے اور پہلی دو منزلیں گیسٹ ہاؤس بنائی جائیں۔ تیسری منزل پر شدید گرمی ہوتی تھی۔ مگر مربی صاحب کمال صبر و رضا کے ساتھ وہاں مقیم رہے اور کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے۔ خلیفۂ وقت کے خطباتِ جمعہ بڑے اہتمام سے سنتے تھے اور احبابِ جماعت کو بھی بار بار سننے کی تلقین کرتے تھے۔ اگر کبھی کسی جماعت میں ڈش خراب ہو گیا تو اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے تھے جب تک ڈش درست نہ کروا لیتے تھے۔ مربی صاحب نہایت ہی نرم دل اور خوش مزاج انسان تھے۔ ہر ایک کے ساتھ دوستی اور پیار کا تعلق قائم کرتے۔ خاندانوں کا بہت علم رکھتے تھے۔ اس طرح احباب کے ساتھ ایک ذاتی تعلق بنا لیتے تھے۔ خطباتِ جمعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات اور منظوم کلام بھی بکثرت استعمال کرتے۔ دشمن کے ناکام و نامراد رہنے اور جماعت کی کامیابی پر کامل یقین تھا اور بڑی تحدی سے اس کا ذکر کرتے تھے۔ خطبات میں اکثر ان کی آواز بھرّا جاتی تھی۔ 28 مئی سے دو یا تین جمعہ پہلے عشرہ تعلیم القرآن کے سلسلے میں ماڈل ٹاؤن میں خطبہ دیا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کا ایک انذار پڑھ کر سنایا جس میں جماعت کے ان لوگوں کا ذکر ہے جو قرآن کو باقاعدگی سے نہیں پڑھتے۔ اس پر جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکے اور آواز بھرّا گئی۔ خلافت، جماعت اور نظام کے تقدس کے بارے میں ایک ننگی تلوار

THOMPSON & CO SOLICITORS

New Office in Morden

Consult us for your legal requirements

such as Immigration & Nationality, Conveyancing, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings, Wills & Probate, Criminal Litigation.

Contact: Anas A.Khan, John Thompson, Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panal) & David Wilson.

Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel: 020 8767 5005

Branch Office: 14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040

Morden Branch: 164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697

Mobile: 07702896350 -- 24hrs Crime Line: 07533667921

تھے۔ اگر خلافت اور جماعت کے بارے میں کوئی معمولی سی بات بھی کر دیتا تو اسی وقت اس کا منہ بند کر دیتے اور اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک اس کو غلطی کا احساس نہ ہو جاتا۔ خاکسار کے حلقے میں (یہ وہی صاحب لکھ رہے ہیں اعظم صدیقی صاحب) کہ خاکسار کے حلقے کی مجلسِ عاملہ کا اجلاس اکثر رات کو نو یا دس بجے شروع ہوتا تھا۔ رات گئے سخت سردی میں سائیکل پر اجلاس میں شامل ہوتے اور اپنی ہدایت سے نوازتے۔ صدیقی صاحب لکھتے ہیں کہ جب ان کی لاہور میں تبدیلی ہوئی تو بڑے خوش تھے کہ ماڈل ٹاؤن میں تبدیلی ہوگئی ہے اور ساتھ جب میں نے بتایا کہ میری بھی سرکاری ملازمت لاہور پوسٹنگ ہوگئی ہے تو مذاق سے مجھے کہنے لگے کہ صدیقی صاحب! لاہور تک ساتھ جانا ہے یا آگے بھی ساتھ جانا ہے؟

ان کے بارہ میں ایک مربی صاحب نے مزید لکھا ہے کہ شہید ایک ہنس مکھ اور بڑی سے بڑی مصیبت اور دکھ کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے مسکرانے والے تھے۔ دلیر اور نڈر تھے۔ تبلیغ کے شیدائی تھے۔ خاکسار کی تقرری جب تنزانیہ میں ہوئی تو ان کے ساتھ دارالسلام سے مورو گورو جا رہا تھا۔ راستے میں کچھ مولوی برلبِ سڑک نظر آئے۔ محمود شاد صاحب نے گاڑی روکی اور ان کو تبلیغ کرنے لگے جبکہ شام کا وقت ہو چلا تھا اور آگے راستہ بھی خطرناک تھا۔ ایک مجمع اکٹھا ہو گیا اور دعوتِ الی اللہ سے تمام لوگ مستفید ہوئے اور ان مولویوں کو لاجواب کر کے دوڑا دیا۔ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے خاکسار کو کہا کہ ہمیں یہاں مذہبی آزادی ہے، ڈرنا نہیں کھل کر تبلیغ کریں۔ پھر ان کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ شہید مرحوم کئی بہنوں کے اکیلے بھائی تھے۔ اس لئے والدین اور خاص طور پر بیمار والدہ کی خوب خدمت کی۔ جب آپ کا تقرر بیرونِ ملک ہونے والا تھا تو پریشان تھے کہ بیمار والدہ کو کس کے پاس چھوڑ کر جاؤں گا؟ چنانچہ والدہ کی زندگی میں آپ کو پاکستان میں ہی خدمت کا موقع ملتا رہا۔

یہ بھی مربی صاحب ہیں، لکھ رہے ہیں کہ جب خاکسار کا تقرر 1999ء میں بطور امیر، انچارج مبلغ تنزانیہ ہوا تو اس وقت آپ تنزانیہ میں تعینات تھے۔ بڑے ہی شوق اور لگن سے تبلیغ کیا کرتے تھے۔ نئی سے نئی جگہوں پر رابطے کر کے ویڈیو آڈیو کیسٹ کے ذریعے اور مجالس لگا کر آپ تبلیغی کیمپس لگایا کرتے تھے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے کئی جماعتیں بھی عطا کیں۔ آپ ارنگا (Iringa) تنزانیہ میں تعینات تھے کہ آپ کی کامیابیوں کو دیکھتے ہوئے مقامی علماء نے عرب ریاستوں کی طرف سے مذہبی امداد دینے والے ایجنٹوں سے ویسی ہی تبلیغی سہولیات کا مطالبہ کرنا شروع کیا جو احمدی مبلغ محمود احمد شاد صاحب کو حاصل تھیں تاکہ وہ احمدیہ نفوذ کو روک سکیں۔ جب ایک ایک کر کے ان کی تمام تبلیغی ضروریات پوری کر دی گئیں اور کوئی نتیجہ نہ نکلا بلکہ احمدیت مزید تیزی سے صوبے میں پھیلتی رہی تو مقامی علماء سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ تمام تبلیغی سہولیات کے حصول کے بعد بھی آپ کے کام کا کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا؟ تو انہوں نے کہا کہ ابھی ہمارے پاس ایک چیز کی کمی ہے؟ وہ یہ کہ جماعت احمدیہ کے پاس پاکستانی مبلغ ہے جو کہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اگر ہمیں بھی ایک پاکستانی مبلغ دے دیا جائے تو اس کی رہنمائی میں ہم بھی کامیاب ہوں گے۔ یہ بھی بیچاروں کی غلط فہمی تھی کیونکہ ان کے جو غیر از جماعت پاکستانی مبلغ آنے تھے انہوں نے ان کو تبلیغ کے بجائے صرف گالیاں سکھانی تھیں۔

اگلا ذکر ہے **مکرم وسیم احمد صاحب شہید ابن مکرم عبدالقدوس صاحب آف پون نگر** کا۔ شہید مرحوم کا تعلق حضرت میاں نظام دین صاحب رضی اللہ عنہ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور حضرت بابو قاسم دین صاحب رضی اللہ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان سے ہے۔ حضرت بابو قاسم دین صاحب رضی اللہ عنہ کافی لمبا عرصہ سیالکوٹ کے امیر مقامی اور امیر ضلع رہے ہیں۔ یہ خاندان اسی محلّے سے تعلق رکھتا ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعویٰ سے قبل دورانِ ملازمت قیام پذیر رہے اور دعویٰ کے بعد اسی جگہ پر آ کر قیام فرماتے تھے۔ سیالکوٹ میں ایف ایس سی کے بعد یونیورسٹی آف پنجاب لاہور میں سپیس (Space) سائنس میں بی ایس سی میں ان کو سیلیکٹ کیا گیا۔ پھر اسی یونیورسٹی سے ایم ایس سی کمپیوٹر سائنس میں کیا۔ شہادت سے قبل سوفٹ ویئر کی ایک فرم میں بطور مینیجر کام کر رہے تھے۔ بطور ناظم اطفال مجلس علامہ اقبال ٹاؤن خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر 38 سال تھی اور نظامِ وصیت میں شامل تھے۔ مسجد دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

شہید مرحوم ہمیشہ نمازِ جمعہ مسجد دارالذکر میں ادا کرتے تھے۔ سانحہ کے روز بھی مال روڈ پر واقع اپنے دفتر سے نماز ادا کرنے کے لئے دارالذکر پہنچے۔ عموماً مین ہال کی پہلی صف میں بیٹھتے تھے۔ سانحہ کے روز بھی پہلی صف میں ہی بیٹھے اور دہشتگردوں کے آنے پر امیر صاحب کے حکم پر وہیں بیٹھے رہے۔ جب باقی دوست ہال کے پچھلے گیٹ سے جان بچانے کے لئے باہر جا رہے تھے تو ان کو بھی کہا گیا لیکن انہوں نے کہا کہ پہلے باقی دوست چلے جائیں، پھر میں جاؤں گا۔ اسی دوران دہشتگرد کی گولیوں سے شہید ہو گئے۔ شہید مرحوم کی شہادت پر ان کے دفتر والوں نے ان کی یاد میں اپنے دفتر میں دو گھنٹے کا پروگرام بھی رکھا۔ تمام سٹاف تعزیت کے لئے ان کے گھر بھی آیا اور بہت اچھے الفاظ میں شہید کو یاد کیا۔ ان کی شہادت پر ان کے دفتر کا سٹاف ہسپتال میں بھی ان کی مدد کے لئے موجود تھا اور تدفین کے لئے ربوہ بھی آئے۔ ان کی کمپنی کے ڈائریکٹر کراچی سے تعزیت کے لئے سیالکوٹ بھی آئے اور ربوہ بھی آئے اور بہت دکھ اور رنج کا اظہار کیا۔ شہید مرحوم کی اہلیہ بتاتی ہیں کہ اپنے والدین اور بزرگوں کے نہایت ہی فرمانبردار تھے۔ ہر کسی سے عزت و احترام سے پیش آتے تھے۔ والدین کے ساتھ کبھی بھی اونچی آواز میں بات نہیں کی بلکہ اس چیز کو گناہ سمجھتے تھے۔ جماعت کے نہایت ہی خدمت کرنے والے ممبر تھے۔ جماعت لاہور کے چندوں کے حوالے سے سوفٹ ویئر بھی تیار کیا۔ ناظم اطفال کے طور پر خدمت کرتے رہے اور بچوں سے نہایت ہی شفقت اور محبت کا تعلق تھا۔ شہادت کے بعد ان کا جنازہ ان کے خاندان والے لاہور سے سیالکوٹ لے گئے جہاں نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد تدفین کے لئے ربوہ لے آئے۔ وسیم صاحب کو شہادت کی بہت تمنا تھی۔ اکثر کہتے تھے کہ اگر کبھی میری زندگی میں ایسا وقت آیا تو میرا سینہ سب سے آگے ہوگا۔

مکرم عمران ندیم صاحب سیکرٹری اشاعت مجلس اطفال الاحمدیہ ضلع لاہور ان کے بارے میں بتاتے ہیں کہ نہایت دھیمی طبیعت تھی، اطاعت کا مادہ بہت زیادہ تھا، بڑے آرام سے اور غور سے بات سنتے اور پھر ہدایت پر عمل کرتے۔ کسی اجلاس یا پروگرام میں بچوں کو شامل کرنے کے لئے اپنی گاڑی پر بڑی ذمہ داری سے لاتے اور گھر واپس چھوڑتے۔ دوسروں کے بچوں کو گھروں سے اکٹھا کرتے تھے۔ آخری دم تک یہ جماعتی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ صدر صاحب حلقہ علامہ اقبال ٹاؤن ان کے بارے میں بتاتے ہیں کہ بہت ہی مخلص احمدی نوجوان تھے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے کاموں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ اطفال کی تعلیم و تربیت کے لئے بہت ہی بہترین رہنما تھے۔ وسیم صاحب پانچ بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ نہایت ہی لائق ذہین اور محنتی نوجوان تھے۔ ان کی والدہ محترمہ نے ان کی تعلیم و تربیت میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔ والدین کے کم تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود والدین کی خواہش تھی کہ ان کی اولاد تعلیم حاصل کرے۔ چنانچہ اپنی لگن اور علم سے محبت کی بدولت کامیاب ہوئے۔

ان کی اہلیہ نے مجھے خط لکھا تھا، کہتی ہیں کہ ان کی خوبیاں تو شاید میں گنوا ہی نہیں سکتی۔ حضور! اگر میں یہ کہوں کہ وہ ایک فرشتہ صفت انسان تھے تو جھوٹ بالکل نہ ہوگا۔ یہ تو پورے خاندان کے افراد کا کہنا ہے کہ وسیم صاحب جیسا دوسرا نہیں۔ میں تو یہی سوچتی ہوں کہ خدا تعالیٰ نے یہ اعزاز وسیم صاحب کی اعلیٰ اور نمایاں خوبیوں کی وجہ سے ہی دیا ہے اور وسیم نے نہ صرف والدین کا اور میرا بلکہ پورے خاندان کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ پھر لکھتی ہیں کہ جماعت سے محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ دو سال سے ناظم اطفال علامہ اقبال ٹاؤن لاہور تھے۔ بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ انتہائی دفتری مصروفیات کے باوجود بچوں کے پروگرام کرواتے اور انہیں علمی مقابلہ جات کے لئے تیار کرتے۔ کمزور بچوں پر توجہ دیتے اور ان کے والدین کو بھی تاکید کرتے کہ بچوں کو آگے لائیں۔ اکثر ہماری مجلس کے بچے بہت انعامات جیتتے اور پھر وسیم صاحب کو دلی خوشی ہوتی تھی۔ اپنی گاڑی پر بچوں کو دارالذکر لے کر جاتے اور واپس گھروں تک پہنچاتے۔ غرض ہر کام کو محنت اور لگن سے کرتے تھے۔ دفتری مصروفیات کے باوجود اکثر شام کو دارالذکر میں میٹنگ کے لئے جاتے اور باجماعت نماز ادا کرتے۔ دفتر میں باقاعدگی سے نماز کے وقت نماز ادا کرتے تھے۔ میں نے اکثر وسیم صاحب کو نماز ادا کرتے ہوئے غور کیا کہ وہ نماز ادا کرتے ہوئے حق ادا کرتے تھے۔ کبھی نماز میں جمائی لیتے یا کوئی ایسی حرکت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جس سے لگے کہ ان کا نماز میں دھیان نہیں ہے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ واقعی ہی خدا تعالیٰ کو سامنے دیکھ کر دعا کر رہے ہیں۔ پھر لکھتی ہیں: مالی قربانی میں بھی وسیم صاحب ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ ہمیشہ اپنی تنخواہ پر پورے دس حصہ ادا کرتے۔ اور اس کے علاوہ جو بھی چندہ جات ہوتے ان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ کبھی بھی اپنی ذات پر فالتو پیسے خرچ نہیں کرتے تھے۔ کبھی اپنے والدین کے سامنے اونچی آواز سے بات نہیں کی۔ نہ صرف والدین سے بلکہ کسی سے بھی کبھی اونچی آواز سے بات نہیں کی۔ انتہائی نرم مزاج تھے۔ میں نے اپنی پوری شادی شدہ زندگی میں ان کے منہ سے کبھی کوئی سخت بات نہیں سنی۔ وسیم صاحب کا چہرہ ہر وقت مسکراتا رہتا تھا اور کبھی میں کسی بات پر ناراض ہوتی تو بڑے پیار سے مناتے اور جب تک میری ناراضگی دور نہیں ہو جاتی منانا نہیں چھوڑتے تھے۔ شہادت کے بعد جب ان کی میت گھر لائی گئی تو ان کے چہرے پر وہی مسکراہٹ اور سکون تھا جو ہر وقت ان کے چہرے پر ہوتا تھا۔ کوئی بھی مہمان ہو ہر ایک سے بہت عمدہ طریق سے ملتے۔ ماں باپ کا، بہن بھائیوں کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے۔ عزیز رشتے داروں سے کبھی بھی کوئی ناراضگی نہ رکھتے تھے یہاں تک کہ آفس کے لوگ بھی کہتے کہ وسیم صاحب نے کبھی اپنے جونیئر ز سے سخت لہجے میں بات نہیں کی۔ وسیم صاحب نڈر قسم کے انسان تھے۔ احمدی ہونے پر فخر تھا۔ گاڑی میں تشحیذ رسالے اکثر پڑے ہوتے تھے۔ ان کا جونیئر جو کہ احمدی تھا، انہیں اکثر کہتا تھا کہ وسیم صاحب! کہیں کوئی مولوی فطرت انسان دیکھ کر آپ کو نقصان نہ پہنچائے؟ تو وسیم صاحب کہتے کہ یار! شہادت کا رتبہ ہر ایک کی قسمت میں نہیں ہوتا۔ گھر میں بھی اکثر کہتے تھے کہ تبلیغ سے کبھی نہیں ڈرنا چاہئے کیونکہ ہم جیسے گناہگاروں کو ایسا اعزاز کہاں ملتا ہے۔ ان کے جونیئر تھے اسد، انہوں نے بتایا کہ وسیم صاحب اور وہ اگلی صف میں بیٹھتے تھے، جیسے ہی فائرنگ شروع ہوئی تو سب لوگ ہال کے ایک طرف اکٹھے ہو گئے اور کسی دروازے سے باہر نکل رہے تھے۔ اسد نے وسیم کو آواز دی لیکن وسیم نے کہا کہ پہلے اگلے لوگوں کو نکل جانے دو پھر میں آتا ہوں۔ اسی دوران وسیم صاحب کو آٹھ گولیاں پیٹ میں لگیں اور ایک گھنٹے کے اندر شہادت ہوگئی۔

اگلا ذکر ہے **مکرم وسیم احمد صاحب شہید ابن مکرم محمد اشرف صاحب چکوال** کا۔ شہید مرحوم کے آباؤ اجداد کا تعلق رتوچھہ ضلع چکوال سے تھا شہید مرحوم نے میٹرک تک تعلیم اپنے آبائی گاؤں سے حاصل کی۔ پھر فوج میں بطور لانس نائیک ملازمت شروع کر دی۔ فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد اسلام آباد میں ایک سکیورٹی کمپنی میں ملازمت

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

شروع کی۔ بعد ازاں 2009ء میں مسجد دارالذکر میں سکیورٹی گارڈ کی ملازمت شروع کر دی۔ ان کے خسر مکرم عبدالرزاق صاحب نظارتِ علیاء صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کے ڈرائیور تھے۔ شہادت کے وقت وسیم احمد صاحب کی عمر 54 سال تھی۔ مسجد دارالذکر میں ڈیوٹی دینے کے دوران جامِ شہادت نوش فرمایا۔ سانحے کے روز وسیم صاحب مسجد دارالذکر کے مین گیٹ پر ڈیوٹی پر تھے۔ حملہ آوروں نے دور ہی سے فائرنگ شروع کر دی جس سے سانحے کے آغاز میں ہی ان کی شہادت ہوگئی۔ شہید مرحوم کی دو شادیاں ہوئی تھیں۔ 1983ء میں پہلی بیوی کی وفات ہوگئی پھر 1990ء میں عبدالرزاق صاحب جن کا میں نے ذکر کیا ہے ان کی بیٹی سے شادی ہوئی۔ ان کی اہلیہ بتاتی ہیں کہ بہت ہی اچھے انسان تھے۔ معاشرے میں بہت اچھا مقام تھا۔ ہر ایک کے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے۔ ہر رشتے کے لحاظ سے بہت اچھے انسان تھے۔ خاص طور پر یتیم بچے اور بچیوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے۔ چاہے وہ رشتے دار، غیر رشتے دار غیر از جماعت یا احمدی ہوتا۔ جماعتی خدمات کا بہت جوش اور جذبہ تھا۔ اسی لئے جب بھی لاہور سے چھٹی پر گھر آتے تو بتاتے کہ میں ادھر بہت خوش ہوں، مسجد میں آنے والا ہر احمدی چاہے وہ چھوٹا ہے یا بڑا ہر ایک بہت عزت سے ملتا ہے۔ شہید مرحوم کے بچوں نے بتایا کہ ہمارے ابّو بہت اچھے انسان تھے۔ ہمارے ساتھ بہت اچھا تعلق تھا۔ ہر ایک خواہش کا احترام کرتے تھے۔ بیٹی نے بتایا کہ خاص طور پر میری ہر خواہش پوری کرتے تھے۔ بچوں کی تعلیم کے بارہ میں بہت جذبہ اور شوق تھا۔ بیٹی نے بتایا کہ مجھے کہتے تھے کہ میں تمہیں تعلیم حاصل کرنے کے لئے ربوہ بھیج دوں گا۔ ماحول اچھا ہے اور وہیں جماعت کی خدمت کرنا۔ چاہے مجھے تمہارے ساتھ ربوہ میں ہی کیوں نہ رہنا پڑے۔ بہت ہی شفقت اور پیار کرنے والے باپ تھے۔ شہید مرحوم کی اہلیہ نے مزید بتایا کہ شہادت سے کچھ روز قبل فون کر کے مجھے بتایا کہ میں ڈیوٹی پر کھڑا تھا، صدر صاحب حلقہ مسجد میں تشریف لائے۔ میرے پاس سے گزرے تو میں نے کہا صدر صاحب! میری وردی پرانی ہوگئی ہے اگر مجھے نئی وردی لے دیں تو ہر ایک آنے والے کو اچھا محسوس ہوگا۔ لہٰذا صدر صاحب نے نئی وردی لے دی۔ شہادت والے روز سانحہ سے قبل فون کر کے بتایا کہ میں نے نئی وردی پہنی ہے۔ اسی وردی میں شہادت کا رتبہ پایا۔ ان کی اہلیہ لکھ رہی ہیں کہ شہادت کی خبر پہلے ٹی وی کے ذریعہ ملی کہ لاہور میں احمدی مساجد پر حملہ ہو گیا ہے۔ پھر ہم نے لاہور وسیم صاحب کے نمبر پر رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن رابطہ نہ ہو سکا۔ وسیم صاحب کے نمبر سے کسی احمدی بھائی نے فون کر کے خبر دی کہ وسیم صاحب شہید ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر بہت دکھ اور تکلیف بھی ہوئی لیکن شہادت جیسا بلند مرتبہ پانے پر بہت خوشی تھی اور سر فخر سے بلند تھا کہ مسجد میں نمازیوں کی حفاظت کرتے ہوئے شہادت پائی۔ شہید مرحوم پنجوقتہ نماز کے پابند تھے، نیکی کے ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔

اگلا ذکر ہے **مکرم نذیر احمد صاحب شہید ابن مستری محمد یاسین صاحب** کا۔ شہید مرحوم اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے اور اکیلے احمدی ہونے کی وجہ سے پورے خاندان میں مخالفت تھی۔ شہید مرحوم تجنید اور بجٹ کے لحاظ سے حلقہ کوٹ لکھ پت میں شامل تھے۔ نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے مسجد بیت النور ماڈل ٹاؤن میں آتے۔ اس کے علاوہ باقی نمازیں اپنے حلقے میں واقع نماز سینٹر میں ادا کرتے۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر 72 سال تھی۔ مسجد ماڈل ٹاؤن بیت النور میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ان کی نمازِ جنازہ اور تدفین ان کے غیر از جماعت رشتے داروں نے ہی ادا کی اور کوٹ لکھ پت قبرستان میں دفن کیا۔ شہید مرحوم نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے مسجد بیت النور ماڈل ٹاؤن پہنچے ہی تھے۔ اس دوران دہشتگردوں نے حملہ کر دیا اور گولیاں لگنے سے شہید ہو گئے۔ ان کا جسدِ خاکی جناح ہسپتال میں رکھا گیا جہاں سے ان کے بھانجے جو غیر از جماعت ہیں نعش کو جنازہ اور تدفین کے لئے لے گئے۔ مسجد دارالذکر میں ان کا نمازِ جنازہ غائب ادا کیا گیا۔ شہید مرحوم چندہ جات کی ادائیگی میں باقاعدہ تھے اور نمازی بھی تھے۔ خاندان میں شدید مخالفت کے باوجود شہادت پانے تک مضبوطی سے احمدیت پر قائم رہے۔ ان کے بارہ میں صدر صاحب نے مزید لکھا ہے کہ مین بازار میں ان کی اپنی قیمتی جائیداد تھی۔ ان کی دکانیں تھیں، دکانوں پر بھتیجوں نے زندگی میں ہی قبضہ جما لیا تھا۔ ایسے حالات میں ساری عمر سادہ زندگی بسر کی۔ خاندان کی مخالفت بھی برداشت کی لیکن احمدیت سے تعلق نہ توڑا اور نہ کمزور ہونے دیا۔ شہادت تک باقاعدہ بجٹ کے ممبر تھے گو آمد نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی مگر ادائیگی کرتے تھے۔ پرانی وضع کے آدمی تھے۔ سادہ لباس اور باقاعدگی سے جمعہ کی ادائیگی کے لئے سائیکل پر بیت النور وقت پر پہنچتے تھے اور پہلی صف میں بیٹھتے تھے۔ ہر ایک کو بڑی گرمجوشی سے ملتے تھے اور جب مسجد میں آتے تھے تو بڑا وقت گزارتے تھے کہ جتنا زیادہ وقت احمدیوں کے درمیان میں گزرے اتنا اچھا ہے۔ انہوں نے باوجود مخالفت کے گھر کے اندر اور باہر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء کی تصویریں لگائی ہوئی تھیں۔ عہدیداروں سے عقیدت رکھتے تھے۔ تبلیغ کا شوق جنون کی حد تک تھا۔ جہاں آپ کی رہائش ہے وہاں مخالفین کی سرگرمیاں عروج پر ہیں مگر کسی خوف کے بغیر دعوتِ الی اللہ جاری رکھتے تھے۔

اگلا ذکر ہے **مکرم محمد حسین صاحب شہید ابن مکرم نظام دین صاحب** کا۔ شہید مرحوم کے خاندان کا تعلق ضلع گورداسپور سے تھا۔ آپ کی پیدائش بھی وہیں ہوئی۔ کوئی دنیاوی تعلیم حاصل نہیں کی۔ لیکن قرآنِ مجید پڑھنا جانتے تھے۔ مکرم شیخ فضل حق صاحب سابق صدر جماعت سنّی کے ذریعے بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔ ان کے خاندان میں خود یہ اور ان کی ایک بہن احمدی تھی۔ مکرم انعام الحق کوثر صاحب مربی سلسلہ شکاگو امریکہ کے ماموں تھے۔ کچھ عرصہ ایم ای ایس لیبر سپروائزر کے طور پر کام کرتے رہے۔ کارپنٹر کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ ملازمت کے بعد کوئٹہ میں فرنیچر کی دکان بھی تھی۔ فرقان فورس میں خدمت کی توفیق پائی۔ بوقتِ شہادت ان کی عمر 80 سال تھی اور مسجد دارالذکر میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ جمعہ کے روز صدقہ دینا ان کا معمول تھا۔ گھر سے گیارہ بجے تیار ہو کر نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے نکل پڑتے۔ سانحہ کے روز مسجد دارالذکر کے مین ہال میں موجود تھے۔ ان کی نعش دیکھی گئی تو ان کے دائیں جانب کا سارا حصہ جل چکا تھا۔ پیٹ پر بھی کافی زخم تھے۔ غالباً گرنیڈ پھٹنے سے شہادت ہوئی ہے۔ شام کو میو ہسپتال سے ان کے غیر از جماعت لواحقین ان کی نعش لے گئے اور جنازہ اور تدفین بھی انہوں نے ہی کی۔ اہلِ خانہ کے مطابق شہید مرحوم نماز کے پابند تھے۔ چندہ جات باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ باوجود اس کے کہ مالی حالت زیادہ اچھی نہ تھی اپنی ضروریات سے بچا کر غریب اور ضرورتمندوں کی بلاتفریق مذہب وملّت مدد کرتے تھے۔ جماعت سے بہت مضبوط تعلق تھا۔ اہلِ خانہ نے مزید بتایا کہ عام طور پر نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے پہلی صفوں میں بیٹھتے تھے۔ بڑھاپے کی وجہ سے یہ یاد نہ رہتا تھا کہ آج کونسا دن ہے؟ کیونکہ گھر والے تمام غیر از جماعت ہیں، تو وہ نہ بتاتے تھے کہ آج جمعہ ہے۔ شہید مرحوم نے ایک فقیر کے آنے کی نشانی رکھی ہوئی تھی کہ یہ فقیر جمعہ کو آتا ہے، کبھی بھول جاتے تو اس فقیر کو دیکھ کر یاد آ جاتا کہ آج جمعہ ہے۔ ایک دن فقیر نہ آیا لیکن اچانک ایک بیٹی نے یاد دلایا کہ آج جمعہ ہے اور بغیر کھانا کھائے ہی جلدی میں نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے گھر سے نکل گئے۔ بڑے بیٹے نے بتایا کہ عموماً رات کو بستر پر نہ ہوتے۔ جب ان کو ڈھونڈھتے تو جائے نماز پر نماز ادا کر رہے ہوتے۔ بچوں کو کہا کرتے تھے کہ مجھے اہلِ بیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور تم کو نہیں ہے۔ میں نے خواب میں اہلِ بیت سے ملاقات بھی کی ہے۔ بیٹے نے مزید بتایا کہ عموماً دس محرم کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورہ کوئٹہ کا بہت ذکر کیا کرتے تھے کہ جب حضور کا پارک ہاؤس والی کوٹھی میں قیام تھا تو انہوں نے وہاں پر دن رات مرمت وغیرہ کا کام کیا۔ جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو فرماتے تھے کس نے کام کروایا ہے۔ دیواروں سے خلوص ٹپک رہا ہے۔ اسی قیام کے دوران ایک دن پانی کا پائپ لیک (Leak) کر رہا تھا تو ٹھیک نہ کر سکا، تو حضور نے فرمایا کہ محمد حسین کو بلاؤ وہ ٹھیک کر دے گا۔ اور جب انہوں نے ٹھیک کر دیا تو بہت خوش ہوئے۔ فرمایا دیکھو میں نے کہا تھا ناں کہ محمد حسین ٹھیک کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی اولاد کو بھی احمدیت حقیقی اسلام کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ واقعات تو ایسے ہیں کہ اگر ان کی تفصیلات میں جایا جائے تو یہ لمبا سلسلہ چلا جائے گا۔ اس لئے میں نے مختصر بیان کئے ہیں، لیکن ایک شہید کا ذکر جو پہلے ہو چکا ہے وہ بہت ہی مختصر تھا ان کی اہلیہ نے بعد میں کچھ کوائف بھیجے ہیں، اس لئے ان کا مختصر ذکر میں دوبارہ کر دیتا ہوں۔

ڈاکٹر عمر احمد صاحب شہید ہیں۔ ان کی اہلیہ نے لکھا کہ میرا اور ان کا ساتھ تو صرف ڈیڑھ سال کا ہے لیکن اس عرصے میں مجھے نہایت ہی پیار کرنے والے شفیق، کم گو اور سادہ طبیعت انسان کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔ بچپن سے ہی شہادت کا شوق تھا۔ دوسری اور تیسری کلاس میں تھے کہ میجر عزیز بھٹی کو خط لکھا کہ مجھے آپ بہت اچھے لگتے ہیں۔ عزیز بھٹی شہید فوجی تھے پاکستان کے، ان کا کتاب میں ذکر تھا۔ اور ایک فرضی خط لکھا کہ مجھے آپ بہت اچھے لگتے ہیں میں بھی آپ کی طرح شہید ہونا چاہتا ہوں۔ یہ مختصر خط ان کی والدہ کے پاس محفوظ ہے۔ شادی کے بعد اکثر شہادت کے موضوع پر بات کرتے رہتے تھے۔ ایک دن کہنے لگے کہ میں نے بہت ہی غور کیا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جنت میں جانے کا واحد شارٹ کٹ شہادت ہے۔ لیکن میری قسمت میں کہاں؟ انہوں نے دو دفعہ آرمی میں کمیشن کی کوشش کی تھی لیکن دونوں دفعہ آخری سٹیج پر رہ گئے۔ اس کا انہیں بہت دکھ تھا۔ وہ خیال کرتے تھے کہ شہادت کے لئے فوج ہی اچھا ذریعہ ہے۔ یہ ان لوگوں کو بھی جواب ہے جو کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ ملک کے خلاف ہے۔ ان میں ملک کی خدمت کا جذبہ اس طرح کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ کہتی ہیں کہ مجھے اکثر کہا کرتے تھے کہ دیکھنا جب بھی جماعت کو کوئی ضرورت ہوئی تو عمر پہلی صف میں ہوگا اور سینے پر گولی کھائے گا۔ اور یہ جو خط لکھا تھا میجر عزیز بھٹی شہید کو اس کے نیچے بھی لکھا تھا ''میجر عمر شہید''۔ گھر پر ہوتے تو مسجد میں جا کر نماز ادا کرتے۔ نماز مغرب پر مسجد جاتے اور عشاء پڑھنے کے بعد کچھ نہ کچھ جماعتی کام کرنے کے بعد واپس آتے، یہ ان کا معمول تھا۔ خدام الاحمدیہ میں نہایت مستعد تھے۔ سال میں ایک دو دفعہ وقفِ عارضی پر جاتے تھے۔ خدمتِ خلق کا بے انتہا شوق تھا۔ سال میں دو دفعہ ضرور خون کا عطیہ دیا کرتے تھے۔ جس دن دارالذکر میں زخمی ہوئے اس دن صبح دفتر جانے کے لئے جلدی میں نکلے یہ کہتے ہوئے کہ مجھے دیر ہو رہی ہے۔ چونکہ ان کے آفس سے مسجد دارالذکر قریب پڑتی تھی اس لئے وہ جمعہ وہیں پڑھتے تھے۔ میری چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی ضرورت کا خیال رکھا۔ اپنی بیٹی سے جو کہ اب آٹھ ماہ کی ہوگئی ہے بہت پیار کرتے تھے۔ دفتر سے آ کر اس کے ساتھ بہت دیر تک کھیلتے تھے۔ اس کے بارے میں کسی بھی قسم کی بے احتیاطی برداشت نہیں کرتے تھے۔ اہلیہ لکھتی ہیں کہ صرف اپنی بیٹی ہی نہیں بلکہ تمام بچوں سے بہت شفقت کا سلوک کرتے اور کہتے تھے کہ بچے معصوم ہوتے ہیں اس لئے مجھے پسند ہیں۔ لکھتی ہیں کہ شہادت سے قریباً دو ماہ قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ عمر کی دوسری شادی ہو رہی ہے اور میں زار و قطار رو رہی ہوں۔ اس خواب کا ذکر میں نے عمر سے بھی کیا لیکن انہوں نے ہنس کر ٹال دیا۔ لکھتی ہیں کہ بہت زیادہ صفائی پسند تھے۔ اسی طرح دل کے بھی بہت صاف تھے۔ کبھی کسی کو تکلیف نہ دی۔ سخت گرمی میں بھی، پاکستان میں گرمی بہت شدید ہوتی ہے ہر ایک جانتا ہے دوپہر کو آفس سے آتے تو ہلکی سی گھنٹی بجاتے تاکہ کوئی ڈسٹرب نہ ہو۔ اکثر اوقات تو کافی کافی دیر آدھ آدھ گھنٹہ تک باہر ہی خاموش کھڑے رہتے۔ آفس کے تمام لوگ بے حد تعریف کرتے تھے۔ یہ گورنمنٹ ریسرچ کے ادارے میں تھے اور وہ کہتے تھے کہ ہمارا ایک بہت ہی پیارا بچہ ہم سے علیحدہ ہو گیا۔ آفس کا تمام سٹاف گھر افسوس کرنے کے لئے آیا۔ جب بھی کوئی پریشانی ہوتی تو فوراً خلیفۂ وقت کو خط لکھتے۔ اور کہتی ہیں مجھے بھی کہتے تھے کہ خط ضرور لکھا کرو۔ میرے والدین اور تمام عزیز رشتے داروں کی بہت زیادہ عزت کیا کرتے تھے۔ اپنے دوستوں کی بہت عزت کرتے تھے۔ ان کے لئے ضرور تھوڑا بہت وقت نکالتے۔ خلیفۂ وقت کی طرف سے جو بھی تحریک ہوتی چاہے وہ دعاؤں کی ہو، روزہ ہو، تہجد ہو، صدقات ہوں فوراً اس پر کمربستہ ہو جاتے۔ تمام چندہ جات

بروقت ادا کرتے اور ہمیشہ صحیح آمد پر چندہ بنواتے تھے، بجٹ بنواتے تھے۔23 مئی کو انہوں نے چندہ حصہ آمد کی آخری قسط جو کہ ساڑھے نو ہزار روپے تھی ادا کی اور گھر آ کر مجھے اور باقی سب گھر والوں کو بڑی خوشی سے بتایا کہ شکر ہے کہ آج چندہ پورا ہو گیا۔ جب سے سیدنا بلال فنڈ کا اجراء ہوا اس وقت سے اس فنڈ میں باقاعدگی سے چندہ دیتے تھے۔ کبھی گھر میں سالگرہ منانے اور تحائف دینے کی بات ہوتی تو سخت ناپسند کرتے اور کہتے کہ آپ کو پتہ نہیں کہ حضور نے منع فرمایا ہے بلکہ کہتے کہ یہ پیسے جماعت کی کسی مد میں دے دو تو زیادہ اچھا ہے۔ چند دن ہسپتال میں رہے پھر اس کے بعد ان کی شہادت ہوئی ہے۔

یہ اب شہداء کا ذکر تو ختم ہوا۔ یہ ذکر جو میں نے شہداء کا کیا ہے اس میں ہمیں ان سب میں بعض اعلیٰ صفات قدرِ مشترک کے طور پر نظر آتی ہیں۔ ان کا نمازوں کا اہتمام اور نہ صرف خود نمازوں کا اہتمام بلکہ اپنے بچوں اور گھر والوں کو بھی اس طرف توجہ دلانا۔ کوئی اپنے کام کی جگہ سے فون کر کے بچوں کو نماز کی یاددہانی کروا رہا ہے تو کوئی مسجد اور نماز سینٹر دور ہونے کی وجہ سے گھر میں ہی نماز باجماعت کا اہتمام کر رہا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ انہیں فکر تھی کہ نمازیں ان کی اور ان کے اہل کی اس دنیا میں بھی اور اخروی زندگی میں بھی خیر اور بھلائی کی ضمانت ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے راستے عبادات سے ہی متعین ہوتے ہیں۔ ان سب میں ہم نماز جمعہ کا خاص اہتمام دیکھتے ہیں۔ بعض نوجوان گھر سے تو یہ کہہ کر نکلتے تھے کہ شاید کام کی وجہ سے جمعہ پر نہ جا سکیں، لیکن جب جمعہ کا وقت آتا تھا تو سب دنیاوی کاموں کو پسِ پشت ڈال کر جمعہ کے لئے روانہ ہو جاتے تھے۔ پھر بہت سے ایسے ہیں جو تہجد کا التزام کرنے والے ہیں۔ بعض اس کوشش میں رہتے تھے کہ نوافل اور تہجد کی ادائیگی ہو۔ اکثر نوجوان شہداء میں بھی اور بڑی عمر کے شہداء میں بھی یہ خواہش بڑی شدت سے نظر آتی ہے کہ ہمیں شہادت کا رتبہ ملے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے اخلاقِ حسنہ کس کثرت سے ان میں نظر آتے ہیں۔ یہ اخلاقِ حسنہ جو ہیں، گھریلو زندگی میں بھی ہیں اور گھر سے باہر زندگی میں بھی ہیں۔ جماعتی کارکنوں اور ساتھیوں کے ساتھ جماعتی خدمات کی بجا آوری کے وقت بھی ان اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ ہو رہا تھا تو اپنے کام اور کاروبار کی جگہوں پر بھی اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو اپنے اعلیٰ اخلاق سے اپنا گرویدہ بنایا ہوا تھا۔ مرد کے اعلیٰ اخلاق اس کے اپنے اہل کی اس کے اخلاق کے بارے میں گواہی سے پتہ چلتے ہیں۔ بعض دفعہ مرد باہر تو اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ حسنِ سلوک نہیں کر رہے ہوتے۔ ایک شادی شدہ مرد کی سب سے بڑی گواہ تو اس کی بیوی ہے۔ اگر بیوی کی گواہی اپنے خاوند کی عبادتوں اور حسنِ سلوک کے بارے میں خاوند کے حق میں ہو تو یقیناً یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والا تھا۔ پھر ان شہداء کے حسنِ اخلاق کی گواہی صرف بیوی نہیں دے رہی بلکہ معاشرے میں ہر فرد جس کا ان سے تعلق تھا ان کے حسنِ اخلاق کا گواہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو حقوق العباد کی ادائیگی نہیں کرتا، بیوی بچوں اور عزیزوں کے حق ادا نہیں کرتا، وہ خدا تعالیٰ کے حق بھی ادا نہیں کرتا۔ اگر وہ بظاہر نمازیں پڑھنے والا ہے بھی تو حقوق العباد ادا نہ کرنے کی وجہ سے اس کی عبادتیں رائیگاں چلی جاتی ہیں۔

پس یہ شہداء جو شہادت کے مقام پر پہنچے یقیناً یہ شہادت کا رتبہ ان کے لئے عبادتوں کی قبولیت اور حقوق العباد کی ادائیگی کا حق ادا کرنے کی سند لئے ہوئے ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ صرف اپنی عبادتوں اور حسنِ اخلاق پر ہی ان لوگوں نے بس نہیں کی بلکہ اپنی ذمہ داریوں کی جزئیات کو بھی نبھایا۔ ایک باپ اپنے گھر کا راعی ہے اور بچوں کی تعلیم و تربیت اور نگرانی اس کی ذمہ داری ہے تو ان لوگوں نے اس فریضے کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ دی، اور یہ توجہ ہمیں ہر شہید میں مشترک نظر آتی ہے۔ اس قرآنی حکم کو انہوں نے اپنے پیشِ نظر رکھا کہ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ۔ کہ تم مفلسی کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو۔ اپنے کاروباروں میں اس قدر محو نہ ہو جاؤ کہ یہ خیال ہی نہ رہے کہ اولاد کی تربیت بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ لوگ اپنے اس عہد کو بھولے نہیں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے۔ اور اس عہد کی پاسداری کی خاطر انہوں نے اپنے کاموں کی جگہوں سے فون کر کر کے گھر میں بیوی کو یاد کروایا کہ بچوں کو نماز پڑھوا دو کہ دین کو مقدم کرنے کی ابتدا تو نمازوں سے ہی ہوتی ہے۔ ایک بچی نے باپ کی تربیت کا یہ اسلوب بتایا کہ لمبے تفریحی سفر پر ہمارے ابّا ہمیں ساتھ لے جاتے تھے اور راستے میں مختلف دعائیں پڑھتے رہتے تھے اور اونچی آواز میں اور بار بار پڑھتے تھے کہ ہمیں بھی دعائیں یاد ہو جائیں، اور ہمیں ان سے یاد ہو گئیں اور پھر صرف دعائیں یاد ہی نہیں کروائیں بلکہ یہ بھی کہ کس موقع پر کون سی دعا کرنی ہے؟ تو یہ تھے ان جانیں قربان کرنے والوں کے اپنی اولاد کے لئے تربیت کے اسلوب۔ پھر نوجوان تھے جن کے والدین بفضلہٖ تعالیٰ حیات ہیں۔ ان کے حقوق بھی ہمہ وقت ان جوان شہیدوں نے ادا کئے۔ والدین بیمار ہیں تو رات دن ان کی خدمت میں ایک کر دیئے۔ خدا تعالیٰ کے حکم کہ والدین سے حسنِ سلوک کرو اور ان کی کسی سخت بات پر بھی اُف کا کلمہ منہ سے نہ نکالو اس کا حق ادا کر دیا ان لوگوں نے۔ پھر بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ شادی شدہ جوان اگر ماں باپ کا حق ادا کر رہے ہیں تو بیوی کا حق بھول جاتے ہیں، اگر بیوی کا حق ادا کرنے کی طرف توجہ ہے تو ماں باپ کا حق بھول جاتے ہیں۔ لیکن ان مومنوں نے تو مومن ہونے کا اس بارے میں بھی حق ادا کر دیا۔ بیویاں کہہ رہی ہیں کہ والدین کے حق کے ساتھ ہمارا اس قدر خیال رکھا کہ کبھی خیال ہی دل میں پیدا نہیں ہونے دیا کہ ہماری حق تلفی تو کجا ہلکی سی جذباتی تکلیف بھی پہنچائی ہو۔ اور ماں باپ کہہ رہے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے حق ادا کرنے کی کوشش میں کہیں بیوی کے حق کی ادائیگی میں کمی نہ کی ہو۔ پس یہ اعتماد اور یہ حقوق کی ادائیگی ہے جو حسین معاشرے کے قیام اور اپنی زندگی کو بھی جنت نظیر بنانے کے لئے ان لوگوں نے قائم کیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی کتنا بڑا اجر عطا فرمایا کہ دائمی زندگی کی ضمانت دے دی۔ 17، 18 سال کا نوجوان ہے تو اس کی طبیعت کے بارے میں بھی ماں باپ اور قریبی تعلق رکھنے والے، بلکہ جس کالج میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں وہ نوجوان کہہ رہے تھے، ان سب کی رائے یہ ہے کہ یہ عجیب منفرد قسم کا اور منفرد مزاج کا بچہ تھا۔ پھر ان سب میں ایک ایسی قدرِ مشترک ہے جو نمایاں ہو کر چمک رہی ہے۔ اور وہ ہے جماعتی غیرت کا بے مثال اظہار۔ اطاعتِ نظام کا غیر معمولی نمونہ، جماعت کے لئے وقت قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا اور کرنا، دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے سارے حقوق کی ادائیگی کے باوجود، ساری ذمہ داریوں کے حقوق کی ادائیگی کے باوجود جماعت کے لئے وقت نکالنا۔ اور صرف ہنگامی حالت میں ہی نہیں بلکہ عام حالات میں بھی کئی کئی گھنٹے وقت دینا۔ اور بعض اوقات کھانے پینے کا بھی ہوش نہ رہنا۔ اور پھر یہ کہ خلافت سے غیر معمولی تعلق، محبت اور اطاعت کا اظہار۔ یہ اظہار کیوں تھا؟ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسیح موعود اور مہدی موعود کے بعد جو دائمی خلافت کا سلسلہ چلنا ہے اس نے مومنین کے جذبہ وفا اور اطاعت اور خلافت کے لئے دعاؤں سے ہی دائمی ہونا ہے۔ پس یہ لوگ تھے جنہوں نے عبادات اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے سے نظامِ خلافت کو دائمی رکھنے کے لئے آخر دم تک کوشش کی اور اس میں نہ صرف سرخرو ہوئے بلکہ اس کے اعلیٰ ترین معیار بھی قائم کئے۔ یہ لوگ اپنے اپنے دائرے میں خلافت کے دست و بازو بنے ہوئے ہیں۔ یہ سلطانِ نصیر تھے خلافت کے لئے جن کے لئے خلیفہ وقت دعا کرتا رہتا ہے کہ مجھے عطا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند فرماتا رہے۔ اپنے پیاروں کے قرب سے ان کو نوازے۔ یہ شہداء تو اپنا مقام پا گئے، مگر ہمیں بھی ان قربانیوں کے ذریعے سے یہ توجہ دلا گئے ہیں کہ اے میرے پیارو! میرے عزیزو! میرے بھائیو! میرے بیٹو! میرے بچو! میری ماؤں! میری بہنو! اور میری بیٹیو! ہم نے تو صحابہ کے نمونے پر چلتے ہوئے اپنے عہدِ بیعت کو نبھایا ہے مگر تم سے جاتے وقت یہ آخری خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ نیکیوں اور وفا کی مثالوں کو ہمیشہ قائم رکھنا۔ بعض مردوں نے اور عورتوں نے مجھے خط بھی لکھے ہیں کہ آپ آج کل شہداء کا ذکرِ خیر کر رہے ہیں، ان کے واقعات سن کر رشک بھی آتا ہے کہ کیسی کیسی نیکیاں کرنے والے اور وفا کے دیپ جلانے والے وہ لوگ تھے۔ اور پھر شرم بھی آتی ہے کہ ہم ان معیاروں پر نہیں پہنچ رہے۔ ان کے واقعات سن کر افسوس اور غم کی حالت پہلے سے بڑھ جاتی ہے کہ کیسے کیسے ہیرے ہم سے جدا ہو گئے۔ یہ احساس اور سوچ جو ہے بڑی اچھی بات ہے لیکن آگے بڑھنے والی قومیں صرف احساس پیدا کرنے کو کافی نہیں سمجھتیں بلکہ ان نیکیوں کو جاری رکھنے کے لئے پیچھے رہنے والا ہر فرد جانے والوں کی خواہشات اور قربانیوں کے مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس ہمارا کام ہے اور فرض ہے کہ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے ان قربانیوں کا حق ادا کریں۔ ان کے بیوی بچوں کے حق بھی ادا کر کے اپنی ذمہ داریوں کو نبھائیں۔ ان کے چھوٹے بچوں کی تربیت کے لئے جہاں نظامِ جماعت اپنے فرض ادا کرے وہاں ہر فردِ جماعت ان کے لئے دعا بھی کرے۔ اللہ تعالیٰ تمام لواحقین کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ ان کی پریشانیوں، دکھوں اور تکلیفوں کو دور فرمائے اور خود ہی ان کا مداوا کرے۔ انسان کی کوشش جتنی بھی ہو اس میں کمی رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو صحیح تسکین کے سامان پیدا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے تسکین کے سامان پیدا فرمائے اور ان کے بہتر حالات کے سامان پیدا فرمائے۔ پس ان شہداء کے ورثاء کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں اور احبابِ جماعت اپنے لئے بھی دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دشمن کے ہر شر سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ دعاؤں کی آج کل بہت زیادہ ضرورت ہے۔ پاکستان میں حالات جو ہیں وہ بدتر ہی ہو رہے ہیں۔ کوئی فرق نہیں پڑا اس سے، مخالفت بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شر سے بچائے اور اُن شریروں کے شر اُن پر الٹائے اور ہمیں، ہر احمدی کو ثباتِ قدم عطا فرمائے۔

آخر میں ابھی میں نماز جمعہ کے بعد ایک نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا اس کا اعلان کرتا ہوں۔ یہ مکرم نذیر شفیق المرادنی صاحب سابق امیر جماعت سیریا کا نمازِ جنازہ ہے۔ 30 جون 2010ء کو 67 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

آپ ایف اے کرنے کے بعد چھ سال تک شیخ ہاشم کے ہاں شریعت پڑھتے رہے۔ آپ کا گھر دمشق کے محلّہ شاغور میں تھا جہاں مکرم منیر الحصنی صاحب جو امیر شام تھے وہ رہتے تھے۔ آپ بچپن سے ان کو جانتے تھے۔ اسی زمانے میں آپ کو ان کی خدمت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اور نذیر صاحب نے 1963ء میں جماعت کے بعض عقائد سنے اور بیعت کر لی۔ آپ دمشق میں اربن ٹرانسپورٹ کے انچارج تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے 1986ء میں آپ کو شام کا پہلا صدر مجلس انصار اللہ اور 1988ء میں مکرم منیر الحصنی صاحب کی وفات کے بعد بلادِ شام کا امیر مقرر فرمایا۔ 1989ء میں سیریا کے نامناسب حالات ہونے کی وجہ سے وہاں امارت ختم کر دی گئی۔ ان حالات میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت سیریا سے فرمایا کہ اصحابِ رقیم بن جائیں۔ تو آپ نے کتابیں لکھنی شروع کر دیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی آٹھ کتابیں چھپ چکی ہیں۔ وفات سے قبل بھی آپ ایک کتاب تصنیف کر رہے تھے۔ آپ کو 1996ء میں جلسہ سالانہ انگلستان میں شمولیت کی توفیق ملی۔ اور اس جلسہ کے بعد آپ ساری زندگی خلیفۂ وقت کی مہمان نوازی اور نوازشوں کا ذکر کرتے رہے۔ آپ نہایت سادہ مگر مزاحیہ اور شگفتہ طبیعت کے مالک تھے۔ واقفین کی بہت عزت کرتے تھے۔ وہاں ہمارے بعض واقفِ زندگی تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں اور دمشق آنے والے تمام سٹوڈنٹس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ خلافتِ احمدیہ سے آپ کو ایک عشق کا تعلق تھا جو خلافت کا ذکر آنے پر آپ کی آنکھوں اور آواز سے جھلکتا تھا۔ صابر ایسے تھے کہ بڑی سے بڑی تکلیف پر بھی دل سے شکر و حمد کے گیت گایا کرتے تھے۔ باوفا دوست اور ایک مستقل مزاج احمدی تھے۔ اپنے سسرال سے ایسا اپنائیت اور محبت سلوک تھا۔ کہ آپ کی نسبتی بہن آپ کو اپنا والد سمجھتی تھی۔ مکرم محمد مسلّم الدروبی صاحب جو آج کل سیریا کے صدر جماعت ہیں بیان کرتے ہیں کہ جب مجھے شام کا نیشنل صدر مقرر کیا گیا تو آپ نے ایسی اطاعت اور عاجزی اور اخلاص کا اظہار کیا کہ میں حیران رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

❁❁❁❁❁❁❁

جب خدا بولے گا تو کیا ہوگا

(فضیل عیاض احمد۔ ربوہ)

کہتے ہیں ایک بادشاہ تھا ایک مرتبہ اس نے کسی درویش کے ساتھ زیادتی کی۔ درویش اپنے مولا کی محبت میں مست تھا اور اس کے حضور گریہ اور فریاد کا عادی۔ کسی نے درویش کو جا کر خبر دی کہ بادشاہ نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے، اب کیا کریں۔ اس نے کہا کہ ہم رات کے تیروں سے مقابلہ کریں گے۔ کسی نے بادشاہ کو جا کر خبر دی کہ درویش نے تو ایسا ایسا کہا ہے۔ بادشاہ نے کہا دوڑو اور اس درویش کو راضی کرو، اگر وہ فوجیں چڑھا لاتا تو میں مقابلہ کرتا کیونکہ ہم تلوار کے دھنی اور تیر و تفنگ کے خوگر ہیں اور دشمن ہم کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ لیکن رات کے تیروں کا مقابلہ ہمارے بس کی بات نہیں کہ ہم نیم شب دعا کے عادی نہیں اور نہ ہی ہم اس ذات کے محبّ ہیں جاؤ اور جا کر دیکھو کہ کہیں وہ درویش رات کے تیر چلا نہ دے کیونکہ جب یہ تیر چلتے ہیں تو پھر کسی طرح سے خیر نہیں۔

گزشتہ دنوں لاہور میں ایک واقعہ ہوا جس میں 87 افراد خدا کے حضور حاضر ہوئے۔ سو سے زائد زخمی ہوئے۔ کئی گھروں کے چراغ گل ہوئے۔ کئی سہاگنوں کے سہاگ لٹ گئے کئی ماؤں کی کوکھ اجڑ گئی۔ کئی باپوں کے سہارے ٹوٹ گئے۔ کئی بیوگان کی مدد کرنے والے چلے گئے۔ یتامی کے سر پر ہاتھ رکھنے والے اپنے رب کے حضور حاضر ہوئے۔ کئی گھروں میں ان کی ضروریات پوری کرنے والے رخصت ہوئے۔ ان جانے والے لوگوں کا تعلق پاکستان کی ایک مذہبی جماعت سے تھا جو اپنے آپ کو اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے منسوب کرتی ہے۔ جو لَاالٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کی اقراری ہے، جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان نچھاور کرنے کو اپنا فرض عین سمجھتی ہے۔ یہ جماعت جماعت احمدیہ کہلاتی ہے۔

اس جماعت کا رویہ اس قتل و غارت گری پر کیا تھا؟ کیا انہوں نے دیگر مسلمان جماعتوں کی طرح اپنے مقتولوں کے تابوت کاندھوں پر اٹھا کر گلیوں اور بازاروں کے چکر لگائے؟ کیا سیاسی مداریوں کی طرح اپنے مارے جانے والوں کے جسموں اور جانوں کو اپنی سیاسی دکان چمکانے کے لئے استعمال کیا؟ پاکستان کا میڈیا اور اخبارات اس کے گواہ ہیں کہ ایسا کچھ نہیں ہوا۔ لیکن ایک لمحہ رک کر یہ تو دیکھیں کہ اس قتل و غارت گری کے وقت کیا ہوا اور اس کے بعد کیا ہوا۔

یہ دارالذکر گڑھی شاہو لاہور ہے۔ جماعت احمدیہ کا مذہبی مرکز جو ایک قبلہ رخ عمارت ہے جس میں احمدی پانچ وقت قرآنی حکم کی تعمیل میں اپنے ربّ کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں لیکن وہ اس کو مسجد نہیں کہہ سکتے کہ پاکستان کا قانون اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اس کی پیشانی پر کلمہ طیبہ کندہ تھا جسے لکڑی کے تختوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے کہ پاکستان کے نام نہاد علماء کے مذہبی جذبات اس سے مشتعل ہوتے ہیں۔

دارالذکر میں چند لوگ فائرنگ کرتے ہوئے داخل ہوئے ہیں اور خطبہ جمعہ سننے میں مشغول لوگوں پر فائر کھول دئے اور ان پر ہینڈ گرنیڈ برسا دیئے۔ ہاتھوں میں ہلاکت خیزی کا سامان لئے یہ لوگ ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔

یہ لوگ اس خدا کا نام بلند کر رہے تھے جس کے وجود کی یہ اپنے کردار اور عمل سے نفی کرتے ہیں۔

یہ لوگ اس شخص کی طرف منسوب ہونے کا دعوی رکھتے تھے جو کسی پرندے کو بھی تکلیف پہنچانے پر نمناک ہو جاتا تھا۔

یہ اس محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا دم بھرنے کے دعویدار تھے جن کی تمام زندگی پر کسی ایک شخص کے ناجائز قتل کا الزام ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

صلح کے شہزادے، محبت و آشتی کے سفیر، امن کے داعی، میرے آقا و مولی فداہ روحی و قلبی و جنانی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے سیاہ کردار اور گندے عمل سے توہین کرتے ہوئے یہ ظالم لوگ جو انسان کہلاتے ہیں جو نور کو نار اور روشنی کو ظلمت میں تبدیل کرنے کی تعلیم پا کر آئے تھے نہتّے لوگوں پر پل پڑے۔

موت کا یہ کھیل جب تمام ہو چکا تو دارالذکر اور بیت النور جہاں لوگ روزانہ پانچ وقت سجدہ ریز ہوتے تھے اور آج جمعہ کے دن عین اس وقت جب یہ لوگ اپنے ربّ کے حضور اپنی مناجات پیش کرنے کیلئے اور نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے جمع تھے ان کے خون سے لالہ رنگ ہو گیا۔ مگر ہر طرف نالہ و شیون کی بجائے دعا و درود کا ورد تھا جہاں ہر طرف ایک ہی آواز تھی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

چہرے کرب آسا لیکن روحیں مضبوط۔ جسم جلتے ہوئے اور جھلسے ہوئے اور زخموں سے چور لیکن لب پر آہ تکلیف کی بجائے درود و سلام۔

ایسے لوگ بھلا کہاں دیکھے ہوں گے آسمان نے۔

مَیں نے کئی ماؤں سے باتیں کیں جن کے جگر گوشے اس سانحے کی بھینٹ چڑھ گئے۔ کئی بیواؤں کی باتیں سنیں جو جمعہ کی نماز سے قبل سہاگنیں تھیں لیکن اب ان کا سہاگ اللہ کی راہ میں قربان ہو چکا تھا۔ ان یتیم بچوں سے باتیں کیں جن کے والد ظالموں کے آتشیں ہتھیاروں کی بھینٹ چڑھ گئے۔ ان بہنوں سے باتیں کیں جن کے بھائی اپنے ربّ کی رضا پر راضی ہو گئے۔ ان سب کی آنکھیں نمناک تھیں، دل غم سے چور تھے لیکن لب پر اپنے ربّ کی رضا پر راضی رہنے کی صدا تھی۔ ان کے دل زخمی تھے لیکن روح سے صرف ایک آواز اٹھتی تھی کہ ہمارا خدا بڑا قہار اور ذوانتقام ہے۔ جب وہ بولے گا تو پھر ہر وہ شخص جو اس جرم میں کسی بھی پہلو سے شریک ہے بھاگتا پھرے گا۔ اس کو آسمان بھی پناہ نہیں دے گا اور نہ اس کو زمین میں کہیں پناہ ملے گی۔ ان پر ایسا خارق عادت نشان ظاہر ہوگا جو ان کو نشان عبرت بنا دے گا۔

جانے والو! تم پر سلام کہ تم نے اس عہد کو نبھایا جو تم نے خلافت کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کیا تھا۔ تم نے اپنے خون سے دین کی مانگ میں سندور لگا دیا لیکن تمہارا مقدمہ خدا کے حضور ہے اور تمہیں مژدہ ہو کہ تمہارے لئے راتوں کے تیر چلنے شروع ہو گئے ہیں جو خطا نہیں جائیں گے اور ہر تیر ہی ہلاکت اور تباہی کو لائے گا۔

جانے والو! تم کو نوید کہ تم نے تو اپنا حق ادا کر دیا لیکن تمہارے لئے سجدہ گاہیں آنسوؤں سے تر ہیں اور دل ہنڈیا کی طرح ابل رہے ہیں اور اشک بہنے لگے ہیں جو ظالموں پر طوفان نوح بن کر امڈ پڑیں گے اور پھر ان کو جنہوں نے تمہاری جانیں لی ہیں ہمالیہ پر بھی پناہ نہیں ملے گی۔

جانے والو! جاؤ کہ ندائے فتح نمایاں تمہارے نام سے لکھ دی گئی ہے۔ تم نے اپنے خون سے گلزار دین کو لالہ رنگ کر دیا۔ لیکن تمہیں خوشخبری ہو کہ تمہارے لئے افریقہ کے سیاہ فام اپنے روشن دلوں کے ساتھ دعائیں کر رہے ہیں اور یورپ کے سفید فام بھی جن کے دلوں میں خدائے لم یزل کی محبت کے چراغ جل اٹھے ہیں۔ جزائر کے رہنے والے بھی دعا گو ہیں اور آسٹریلیا کے دور دراز براعظم کے مکین بھی۔ ابدال عرب کی دعائیں بھی جاری ہیں اور صلحائے شام کی بھی۔ مہدیؑ کے وہ درویش بھی جو اس کے دیس میں اس کے در پر دھونی رما کر بیٹھے ہیں اور وہ زخمی دل بھی جو اس سرزمین پاک میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و وفا کے جرم میں یہ ظلم بھوگ رہے ہیں، یہ سب ایک ہی دعا کر رہے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا

اے اللہ ان لوگوں کو جنہوں نے یہ ظلم کیا ہے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور ان کو پیس کر ان کی خاک اڑا دے۔

اے اللہ! ہم میں تاب نہیں کہ ہم ان کے ہتھیاروں کا مقابلہ کر سکیں۔ ہم ناتواں ہیں۔ اے ہمارے مولا تُو ہمارے راتوں کے تیروں کو خطا نہ جانے دینا اور ہر تیر کو ہی اپنے نشانے پر پہنچانا۔

اے اللہ! اپنے مسیح موعود کے صدقے اور اس خلافت کے طفیل جسے تو نے قائم فرمایا ہے اور جس کے ساتھ تیرے بڑے عظیم الشان وعدے ہیں، ہماری عاجزانہ دعا قبول کر اور اپنی قدرت اور رحمت کے زبردست نشانوں کے ساتھ ہماری مدد کو آ۔

❁❁❁❁❁❁❁

جب نہیں بولتا بندہ تو خدا بولتا ہے

زندگی بھر کی اذیّت سے کڑا تھا وہ دن
جب مری روح کا ہر زخم چھلک اُٹھا تھا
دُکھ تو پہلے بھی بہت جھیلے تھے، اُس روز مگر
شعلۂ غم تھا کہ رگ رگ میں بھڑک اُٹھا تھا

صحنِ مسجد میں یہ کیا جنگ و جدل کا منظر
کہیں گرنیڈ کے ٹکڑے، کہیں بارود کی بُو
صف بہ صف فرشِ عبادت پہ تڑپتے ہوئے لوگ
اور رگِ جاں سے ٹپکتا ہوا معصوم لہو

دستِ قاتل سے لپکتے ہوئے شعلے نکلے
سرد ہوتی ہوئی لاشوں کے انبار لگے
سینے چھلنی ہوئے ، قلب و جگر چھید ہوئے
ورد کرتے ہوئے کلمے کا پرستار گرے

بے بس تھے ، نہتّے بھی تھے ، محصور بھی تھے
لبِ محراب جو تڑپا تو تڑپتا ہی رہا
آگ اُگلتی رہی بندوق ، اُگلتی ہی رہی
خون زخموں سے جو بہتا تھا وہ بہتا ہی رہا

یوں رگِ جان سے چھلکا در و دیوار پہ خوں
کسی پوشاک پہ چھینٹے ، کسی دستار پہ خوں
عہدِ جمہور پہ اِک حرفِ ملامت ٹھہرا
کسی پیشانی سے بہتا لب و رخسار پہ خوں

کبر شاہوں کا اُٹھائے ہوئے سر ڈولتا ہے
جب کوئی خاک میں آنکھوں کے گہر رولتا ہے
''لبِ خاموش کی خاطر وہی لب کھولتا ہے
جب نہیں بولتا بندہ تو خُدا بولتا ہے''

——— (ڈاکٹر فضل الرحمن بشیرؔ۔ موروگورو تنزانیہ)

رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ کَذَّبُوْنِ۔ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَھُمْ فَتْحًا
وَ نَجِّنِیْ وَ مَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (سورۃ الشعراء:118-119)

اے میرے ربّ! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ پس تُو میرے اور ان کے درمیان ایک قطعی فیصلہ کر اور مجھے اور میرے ساتھی مومنوں کو (دشمن کے) شر سے بچا لے۔

روزنامہ ایکسپریس (پاکستان) کے کالم نگار عباس اطہر صاحب کے چند کالموں بعنوان

’’احمدیوں کا مسئلہ‘‘
پر تبصرہ

(ڈاکٹر مرزا سلطان احمد ۔ ربوہ)

مورخہ 3 جون 2010ء سے لے کر 11 جون 2010ء تک روزنامہ ایکسپریس (پاکستان) میں مکرم عباس اطہر صاحب کے کالم ’’کنکریاں‘‘ مضامین کا ایک سلسلہ شائع ہوا جس کا عنوان تھا ’’احمدیوں کا مسئلہ‘‘۔اطہر صاحب نے اپنی سوچ کے مطابق کچھ آراء قائم کی ہیں اور ان کا اظہار کیا ہے اور یقیناً یہ ان کا حق تھا۔لیکن انہوں نے اس کے ثبوت کے طور پر تاریخی حقائق اور تاریخی حوالے پیش نہیں کیے جب کہ سنجیدہ تحریروں میں محض اپنی رائے یا مفروضوں کا ذکر کر دینا مناسب نہیں ہوتا بلکہ اس کی تائید میں کوئی ثبوت بھی پیش کرنا چاہیئے۔

ذیل کی سطور میں ان کے مضامین پر ہم بھی اپنی رائے کا اظہار کریں گے۔لیکن اس کے ساتھ تاریخی حقائق اور حوالے پیش کریں گے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس مضمون کا عنوان ہی بہت سے سوالات کو جنم دے دیتا ہے۔اس مضمون کا عنوان ہے ’’احمدیوں کا مسئلہ‘‘۔اور یہ مضمون سانحہ لاہور کے چند روز کے بعد لکھا گیا ہے جب کہ 80 سے زائد احمدیوں کو بڑی بے دردی سے شہید کر دیا گیا تھا۔ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ احمدی تو کوئی مسئلہ نہیں ہیں۔وہ اس ملک کے پر امن شہری ہیں۔انہیں اپنے آئینی حقوق سے محروم کیا گیا پھر بھی پاکستان کے احمدیوں نے اپنے ملک سے وفاداری کا دامن نہیں چھوڑا۔سانحہ لاہور کو ہی لے لیں کیا کسی احمدی نے احتجاج کے طور پر سڑکوں پر آ کر ٹریفک روک کر شہریوں کی زندگی اجیرن کرنے کی کوشش کی؟۔کیا کسی ایک احمدی نے سڑکوں پر آ کر ٹائر جلائے یا کسی قسم کی توڑ پھوڑ کی؟۔کیا کسی پاکستانی احمدی نے وطن عزیز یا اس کی سالمیت کے خلاف کوئی نعرہ لگایا یا کوئی بیان دیا؟۔اگر کوئی بیان دیا گیا تو وہ یہ تھا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔اور یہ ردِعمل دکھایا کہ ہم صبر اور صلوٰۃ کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی مدد طلب کرتے ہیں۔جب مارچری میں اسّی سے زائد احمدیوں کے جنازے پڑے تھے اور ان کے بچے، والدین اور بہن بھائی بھی ہسپتال میں موجود تھے کیا کسی نے کسی احمدی کو اونچی آواز میں روتے ہوئے دیکھا؟ یا سینہ کوبی یا نوحہ کرنے کا کوئی منظر نظر آیا؟ پھر بھی اگر کسی کو یہ نظر آتا ہے کہ احمدی کوئی مسئلہ ہیں تو اس کی فکر ونظر کے راست ہونے کا فیصلہ ہم پڑھنے والوں پر چھوڑتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ احمدی کوئی مسئلہ نہیں۔مسئلہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے احمدیوں کی مخالفت کو اپنا کاروبار بنایا ہوا ہے۔مسئلہ وہ لوگ ہیں جو کتنے ہی سالوں سے ہم وطن پاکستانیوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگ رہے ہیں۔مسئلہ وہ لوگ ہیں جو ملک میں تنگ نظری اور دہشتگردی کو فروغ دے رہے ہیں۔مسئلہ وہ لوگ ہیں جو ایسے عناصر کو کھلی چھٹی دے رہے ہیں تاکہ وہ پورے ملک کا امن برباد کریں۔مسئلہ وہ لوگ ہیں جو ان دہشتگردوں کی واضح مذمت کرنے سے بھی کتراتے ہیں۔

نصرت الٰہی کا آسمانی نشان

مضامین کے اس سلسلہ کی پہلی قسط میں مکرم عباس اطہر صاحب نے یہ لکھا ہے کہ جب جنرل ضیاء صاحب کی طاقت اپنے عروج پر تھی اس وقت ایک احمدی نے انہیں یہ کہا تھا کہ جنرل ضیاء صاحب اپنے دردناک انجام سے بچ نہیں سکیں گے۔اور ظاہر ہے کہ اُس وقت اس بات کے کوئی آثار نہیں تھے کہ ضیاء صاحب کا وہ انجام ہوگا جو کہ انجام کار ان کے حصے میں آیا۔غالباً بعد میں عباس اطہر صاحب کو یہ خیال آیا کہ اس طرح تو وہ احمدیت کی تائید میں بات لکھ گئے ہیں کیونکہ پھر دوسری قسط میں انہوں نے لکھا کہ مَیں نے اُسی وقت اُس احمدی کو کہہ دیا تھا کہ احمدیوں کے خلاف آرڈیننس لانے کے چار پانچ سال کے بعد اگر ضیاء صاحب کو کچھ ہوا تو اس کی مثال ایسے ہی ہوگی جیسے جب کسی شکاری کا نشانہ خطا ہو جائے تو وہ کہتا ہے کہ یہ پرندہ گھر جا کر مر جائے گا۔اس طرح عباس اطہر صاحب مزاح پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ اثر زائل ہو جائے جو کہ پہلی قسط میں لکھی گئی بات سے پیدا ہوا تھا۔

ان کی اس بات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ عباس اطہر صاحب کے نزدیک اگر کوئی معاند اللہ تعالیٰ کے کسی پیارے یا فرستادہ کی شدید مخالفت کرے تو اس کے خلاف ظاہر ہونے والا قہری نشان تبھی ایک نشان مانا جائے گا جب وہ معاند فوری طور پر خدا کے قہر کا نشانہ بنے ورنہ چار پانچ سالوں کے بعد تو اس معاند کو کچھ نہ کچھ ہو ہی جانا تھا۔لیکن مذہبی دنیا کی تاریخ یہی بتاتی ہے کہ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ہم آنحضرت ﷺ کے مبارک دور سے ہی اس کی صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں۔یہ تو سب جانتے ہیں کہ مشرکین مکہ، خصوصاً ان کے سردار مثلاً ابوجہل، امیہ بن خلف، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ ابتداءِ اسلام سے ہی آنحضرت ﷺ کی ہر طرح مخالفت کر کے اور آپ کو تکالیف پہنچا کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کر رہے تھے۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ پیشگوئی فرمائی کہ سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (سورۃ القمر:46) یعنی دشمنوں کا لشکر ہزیمت اٹھائے گا اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔یہ مکّی دور میں نازل ہونے والی سورۃ کی آیت کریمہ ہے۔13 سال تک مسلمانوں نے مکّہ میں کفار و مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی ہر تکلیف کو برداشت کیا یہاں تک کہ لمبے عرصہ بعد مکّہ سے ہجرت کرنا پڑی اور ہجرت کے دو سال کے بعد یہ معاندین بدر کے میدان میں خدا تعالیٰ کے قہر کا نشانہ بنے۔اس طرح گویا جب ان کی مخالفت کو پندرہ سال گزر گئے تو ان کے بارے میں خدا تعالیٰ کا فیصلہ ظاہر ہوا۔قرآن کریم یہ بیان کرتا ہے کہ بدر میں مسلمانوں کی فتح اللہ تعالیٰ کی مدد کا نتیجہ تھی۔(آلِ عمران:124) اسی طرح یہ پیشگوئی غزوہ احزاب کے موقع پر ایک نئی عظمت اور شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

کیا عباس اطہر صاحب اس عظیم الشان نشان پر بھی یہ کہیں گے کہ ان دشمنوں کی ہلاکت کوئی نشان نہیں تھی کیونکہ یہ اس وقت ہوئی جب ان کی مخالفت کو پندرہ سال گزر چکے تھے اور عرب میں اس قسم کی جنگوں میں تو لوگ مرا ہی کرتے تھے۔اور غزوہ احزاب تو اس کے بھی عرصہ بعد ہوئی۔کیا ان کی اس قسم کی سوچ سے قرآن مجید کی اس پیشگوئی کی عظمت کم ہو سکتی ہے؟۔

لیکن یہ موضوع ایک اور بات کے ذکر کے بغیر نامکمل رہے گا۔جنرل ضیاء صاحب کی موت سے قبل ایک اور واقعہ بھی ہوا تھا۔ یہ تو ممکن نہیں کہ عباس اطہر صاحب ان حقائق سے مکمل طور پر لاعلم ہوں۔ضیاء صاحب کے انجام سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے پوری دنیا کے مکذّبین اور مکفرین کو مباہلہ کی دعوت دی تھی اور اس دعوتِ مباہلہ کے شروع میں ہی یہ الفاظ تھے۔

’’کذب و افتراء کی اس شر انگیز عالمی مہم میں صدرِ پاکستان جناب محمد ضیاء الحق صاحب کا ہاتھ بٹانے میں علماء کے بعض مخصوص طبقات نمایاں طور پر پیش پیش ہیں۔اسی طرح مختلف سطح پر حکومت کے نمائندگان اور کُل پرزوں کے علاوہ نام نہاد شریعت کورٹ کے جج صاحبان بھی اس مہم میں واضح طور پر ملوث ہو چکے ہیں‘‘۔

اور جن الزامات کو درج کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کے جھوٹے ہونے کا اعلان فرمایا تھا ان میں سے ایک وہ الزام بھی تھا جو ایک طرح سے 1984ء کے آرڈیننس کی تمہید کے طور پر پاکستان بھر کے مولوی صاحبان جماعتِ احمدیہ پر اور امام جماعت احمدیہ پر لگا رہے تھے۔اور وہ الزام یہ تھا کہ جماعت احمدیہ نے اپنے امام کے حکم پر مولوی اسلم قریشی صاحب کو اغوا کر کے قتل کیا ہے۔جماعتِ احمدیہ کا دعویٰ تھا کہ یہ الزام ایک مکمل جھوٹ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔دعوتِ مباہلہ کے آخر میں یہ دعا بھی درج تھی کہ جو فریق سچائی پر ہے اس کی سچائی ساری دنیا پر روشن ہو۔ابھی مباہلہ کی دعوت کے اعلان کو کچھ ہی عرصہ ہوا تھا کہ اچانک اسلم قریشی صاحب زندہ دریافت ہو گئے۔اب ان مولوی صاحبان کی خفّت کا اندازہ فرمائیں جو کہ بار بار اعلان کر چکے تھے کہ اسلم قریشی صاحب کو احمدیوں نے قتل کر کے لاش چھپا دی ہے۔اور ضیاء صاحب کی حکومت کی شرمندگی کا اندازہ لگانا بھی مشکل نہیں جس نے اس الزام کو بنیاد بنا کر ایک شر انگیز مہم شروع کی اور پھر اس مہم کو بنیاد بنا کر 1984ء کے ظالمانہ آرڈیننس کا نفاذ کیا۔اسلم قریشی کی اس برآمدگی سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ یہ الزام لگانے والے محض جھوٹ بول رہے تھے اور جماعتِ احمدیہ کے موقف کی سچائی ظاہر ہوگئی۔اس کے بعد جب ضیاء صاحب نے ایک بار پھر احمدیوں کی اندھا دھند گرفتاریاں شروع کیں تو پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 12 اگست 1988ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

’’پس اس موقع پر جبکہ مباہلہ کی دعوت غیروں کو دی گئی ہے اس وجہ سے کہ یہ خصوصیت سے استہزاء میں بڑھ رہے ہیں اور اپنے گزشتہ کردار میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر رہے۔استہزاء میں بھی بڑھ رہے ہیں، ظلم میں بھی بڑھ رہے ہیں اور حکومت کا جہاں تک تعلق ہے وہ معصوم احمدیوں پر قانونی حربے استعمال کر کے طرح طرح کے ستم ڈھا رہی ہے اور آپ کو یاد ہوگا کہ مَیں نے آغاز میں ہی حکومت کو متنبہ کیا تھا کہ آپ اگر اپنی شان کے خلاف بھی سمجھتے ہوں چیلنج کو قبول کرنا، اگر آپ زیادتیوں سے باز نہ آئے اور ظلم وستم کی یہ راہ نہ چھوڑی تو جہاں تک میں سمجھتا ہوں خدا کی تقدیر اسے مباہلہ کا چیلنج قبول کرنے کا مترادف بنائے گی اور آپ سزا سے بچ نہیں سکیں گے۔لیکن مجھے کامل یقین ہے کہ یہ مقابلہ خدا سے ہے ان لوگوں کا اور اس میں جماعتِ احمدیہ نہ کچھ کر سکتی ہے اور نہ ان سے کرنے کا کوئی محل اور مقام ہے۔صرف انتظار ہے۔خدا کی تقدیر لازماً ان کو پکڑے گی اور لازماً ان کو سزا دے گی جو ان شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے‘‘۔

اس کے کچھ ہی روز کے بعد 17 اگست کو ضیاء صاحب اپنے عبرتناک انجام کو پہنچ گئے۔ان کا ہرکولیس ٹرانسپورٹ طیارہ C-130 جس میں وہ سوار تھے ایک دھماکہ کے ساتھ فضا میں بکھر گیا اور وہ اس کی آگ میں جل کر خاکستر ہو گئے یہانتک کہ سوائے ان کے مصنوعی دانتوں کے ڈھانچہ کے کچھ بھی باقی نہ بچا۔

یاد رہے کہ اس نشان کا یہ ایک اہم پس منظر تھا جس کا ذکر عباس اطہر صاحب نے نہیں کیا۔مباہلہ کا پس منظر ایسا نہیں ہے کہ اس کے ذکر کے بغیر یہ مضمون کسی بھی پہلو سے مکمل ہو سکے۔

ببیں عقل و دانش بباید گریست

❁...... پھر عباس اطہر صاحب نے پہلی قسط میں اپنے آپ کو خود ہی ایک عجیب مخمصے میں پھنسا لیا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ:

’’میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ ’لبرل اور تھوڑی تھوڑی پی لیتا ہوں‘ کہنے والے ذوالفقار علی بھٹو کے سینے کے اندر ایک پکا مسلمان بیٹھا ہوا تھا جو ختم نبوت کے مسئلے پر کمپرومائز نہیں کرنا چاہتا تھا‘‘

ہمیں سمجھ نہیں آتا ہے کہ عباس اطہر صاحب کو بھٹو صاحب کی ذاتی زندگی کے بارے میں اس امر کا ذکر کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ہم عباس اطہر صاحب کی لکھی ہوئی اس بات پر بھٹو صاحب کی ذاتی زندگی کے بارے میں کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے ۔ نہ ہی اس بارہ میں کسی قسم کی تصدیق یا تردید کی بحث میں الجھنے کی کوئی ضرورت ہے۔اور نہ ہی جماعتِ احمدیہ کا یہ طریق رہا ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کی ذاتی زندگی کے بارے میں کمزوریوں کی نشاندہی کر کے اپنے موقف کو مضبوط بنائے جو کہ اب اس دنیا میں بھی نہیں رہا۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتِ احمدیہ کا موقف ہمیشہ اصولوں کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔بھٹو صاحب اب اس دنیا میں نہیں رہے اب ان کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔وہ اپنی ذاتی زندگی میں کیا تھے اور کیا نہیں تھے اس بنیاد پر ان کے بارے میں کوئی بات کہنا یا ان کے ایمان کے بارے میں تبصرہ کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔اس کا فیصلہ خدا کرے گا۔

ہم بھٹو صاحب کی ذات کو علیحدہ رکھتے ہوئے محض ایک اصولی بات بیان کر رہے ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ عباس اطہر صاحب کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی اتنی بھی پرواہ نہ کرے کہ حرام اشیاء سے مجتنب رہے تو بھی وہ نہ صرف یہ کہ مسلمان ہی نہیں رہتا بلکہ اتنا پکا ایمان بھی رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ اسے عظیم خدمتِ دین کی توفیق بھی دیتا ہے۔اور تھوڑی بہت شراب پی لینے سے کیا فرق پڑتا ہے، دین کی خدمت کے عظیم کام ساتھ ساتھ چلتے رہتے ہیں۔

اس بارے میں آنحضرت ﷺ کے بعض اصولی ارشادات ملاحظہ ہوں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ

❁......’’ جب کوئی شراب پیتا ہے تو شراب پینے کی حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا۔

(بخاری کتاب الاشربۃ۔سنن نسائی کتاب الاشربہ)

❁......’’ شراب سے بچو کیونکہ ایمان اور شراب ایک ساتھ کبھی جمع نہیں ہوتے مگر ایک دوسرے کو نکال دیتا ہے‘‘۔

(سنن نسائی۔ کتاب الاشربہ)

❁......’’ حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شراب نہ پیو کیونکہ وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے‘‘۔ (سنن ابن ماجہ ۔کتاب الاشربہ)

آنحضرت ﷺ کے ارشادات تو واضح ہیں کہ شراب نوشی اور ایمان ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے۔ لیکن عباس اطہر صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں شراب نوشی کے

باوجودنہ صرف آدمی پکامسلمان رہتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس سے عظیم دینی خدمات کا کام بھی لیتا ہے حتی کہ اسے یہ اختیار بھی مل جاتا ہے کہ وہ دوسروں کے ایمان کا فیصلہ کر سکے کہ کون مسلمان ہے اور کون نہیں ۔ ببیں عقل ودانش بباید گریست۔

کسی کے دین وایمان کے فیصلہ کا اختیار کس کو ہے؟

……پھر عباس اطہر صاحب 1974ء کی اسمبلی کے فیصلے کا دفاع جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''انہوں نے احمدیوں کے متعلق فیصلہ کرنے کے لیے ایک مکمل جمہوری طریقہ اختیار کیا۔ پارلیمنٹ میں بحث کرائی۔ مرزا ناصر احمد کو 52 گھنٹے کا وقت دیا کہ وہ کھل کر اپنا موقف بیان کرلیں''۔

پہلا سوال تو یہ ہے کہ کیا کسی ملک کی اسمبلی کو یا عدلیہ کو یا کسی اور ادارے کو یہ اختیار ہے بھی کہ نہیں کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ کسی شخص یا گروہ کا مذہب کیا ہے؟

1974ء میں قومی اسمبلی کی کارروائی کے شروع ہونے سے قبل ہی جماعتِ احمدیہ نے واضح طور پر اپنے اس موقف کا اعلان کر دیا تھا جو کہ اس محضر نامے کا حصہ تھا جو کہ تمام ممبرانِ قومی اسمبلی کو بھجوایا گیا تھا۔ چنانچہ اس محضر نامہ کے آغاز میں ہی یہ لکھا گیا:

''پہلے یہ اصولی سوال طے کیا جائے کہ کیا دنیا کی کوئی اسمبلی بھی فی ذاتہٖ اس بات کی مجاز ہے کہ:

اوّل:۔ کسی شخص سے یہ بنیادی حق چھین سکے کہ وہ جس مذہب کی طرف چاہے منسوب ہو؟

دوم:۔ یا مذہبی امور میں دخل اندازی کرتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کرے کہ کسی جماعت یا فرقے یا فرد کا کیا مذہب ہے؟۔

ہم ان دونوں سوالات کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔ ہمارے رنگ ونسل اور جغرافیائی اور قومی تقسیمات سے قطع نظر ہر انسان کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ جس مذہب کی طرف چاہے منسوب ہو اور دنیا میں کوئی انسان یا انجمن یا اسمبلی اسے اس بنیادی حق سے محروم نہیں کر سکتے۔ اقوام متحدہ کے دستور العمل میں جہاں بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے وہاں ہر انسان کا یہ حق بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ جس مذہب کی طرف چاہے منسوب ہو۔

اسی طرح پاکستان کے دستورِ اَساسی میں بھی دفعہ نمبر 20 کے تحت ہر پاکستانی کا یہ بنیادی حق تسلیم کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ امر اصولاً طے ہونا چاہئے کہ کیا یہ کمیٹی پاکستان کے دستورِ اَساسی کی رُو سے زیرِ نظر قرارداد پر بحث کی مجاز بھی ہے یا نہیں؟

انسانی فطرت اور عقل بھی کسی اسمبلی کو یہ اختیار نہیں دیتی کہ وہ کسی شخص یا فرقہ کو اس حق سے محروم کر سکے کہ وہ جس مذہب کی طرف چاہے منسوب ہو کیونکہ ایسی صورت میں دنیا کی ہر اسمبلی کو یہی حق دینا پڑے گا اور اس اصول کو تسلیم کرنے کے ساتھ جو مختلف قبیح صورتیں پیدا ہوں گی ان میں سے بعض نمونۃً حسب ذیل ہیں:۔

الف: دنیا کی ہر قومی اسمبلی کو فی ذاتہٖ یہ حق بھی ہوگا کہ عیسائیوں کے بعض فرقوں کو غیر عیسائی یا ہندوؤں کے بعض فرقوں کو غیر ہندو قرار دے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ب: ہر ملک میں موجود ہر مذہب کے ہر فرقے کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ قومی اسمبلی سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ فلاں فلاں فرقے کو غیر عیسائی یا غیر ہندو یا غیر مسلم قرار دینے پر غور کرے۔ وَعَلیٰ ھٰذا القیاس۔

ج: اگر جماعت احمدیہ کو بالخصوص زیرِ نظر رکھنے کی وجہ حالیہ فسادات ہیں تو اس دلیل کی رُو سے پاکستان میں اب تک جتنے بھی فرقہ وارانہ فسادات ہوئے، یا اِمکاناً ہو سکتے ہیں، ان سب کے بارہ میں بھی اِسی پہلو سے غور کرنا ضروری اور مناسب ہوگا۔

د: دنیا کی دیگر اسمبلیوں کو بھی یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ بعض مسلمان فرقوں کو ان کے بعض عقائد کی رو سے غیر مسلم قرار دے دیں۔ مثلاً ہندوستان کی قومی اسمبلی کا حق تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ مسلمان فرقوں کو یکے بعد دیگرے اُن فتاویٰ کی بناء پر جو اُن کے خلاف دیئے گئے غیر مسلم قرار دے کر ہندوستان کی غیر مسلم اکثریت میں جذب کر لے۔

(یاد رہے کہ اکثر ممالک میں مسلمان اقلیت میں ہیں)

ھ: اسی طرح عیسائی حکومتیں اپنی عددی اکثریت کے حق کو استعمال کرتے ہوئے یہ فیصلہ کرنے کی مجاز بھی ہوں گی کہ مسلمانوں کو اقلیت قرار دے کر شہری حقوق سے محروم کر دیں……۔

ظاہر ہے کہ مندرجہ بالا صورتیں عقلاً قابلِ قبول نہیں ہو سکتیں اور بشمول پاکستان دنیا کے مختلف ممالک میں اَن گنت فسادات اور خرابیوں کی راہ کھولنے کا موجب ہو جائیں گی۔

کوئی قومی اسمبلی اس لئے بھی ایسے سوالات پر بحث کی مجاز قرار نہیں دی جا سکتی کہ کسی بھی قومی اسمبلی کے ممبران کے بارے میں یہ ضمانت نہیں دی جا سکتی کہ وہ مذہبی اُمور پر فیصلے کے اہل بھی ہیں کہ نہیں؟'' (محضر نامہ صفحہ 3 تا 5 مطبوعہ لندن)

جمہوریت اور انصاف کے تقاضے

اب ہم بھٹو صاحب کے اپنے بیان کردہ معیار کے مطابق اس بات کو پرکھیں گے کہ بھٹو صاحب کا اور اس وقت کی اسمبلی کا فیصلہ جمہوریت اور انصاف کے مطابق تھا یا نہیں؟

جب اقتدار سے علیحدہ ہونے کے بعد بھٹو صاحب پر قتل کا مقدمہ چلایا گیا اور لاہور ہائی کورٹ نے ان کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے ان کو سزائے موت دی تو اس موقع پر جو تفصیلی فیصلہ جسٹس آفتاب صاحب نے لکھا اور جس سے اس بنچ کے باقی جج صاحبان نے اتفاق کیا اس کا ایک حصہ پیش ہے۔

'It is clear from the oath of the Prime Minister as prescribed in the Constitution, a constitutional requirement that the Prime Minister of Pakistan must be a Muslim and a believer inter alia in the total requirement and the teachings of the Holy Quran and the Sunnah.He should not be a Muslim only in name who may flout with impunity with oath without caring for its ugly consequences......

(Bhutto Trail Documents by Syed Afzal Haider, published by National Commission of History and Culture P224)

اس طرح ہائی کورٹ کے فیصلہ میں بھٹو صاحب کو صرف نام کا مسلمان قرار دیا گیا تھا اور ان کے ایمان پر شکوک و شبہات اُٹھائے گئے تھے۔

بھٹو صاحب کا ردِّ عمل

اس پر بھٹو صاحب کا ردِ عمل کیا تھا؟ کیا انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا کہ کسی عدالت یا کسی اور ادارے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی شخص کے مذہب کے بارے میں اس طرح کا فیصلہ دے؟۔

جب بھٹو صاحب نے سپریم کورٹ کے سامنے اپنے دفاع میں تقریر کی جو کہ ان کی آخری تقریر ثابت ہوئی تو اس میں انہوں نے اپنا یہ موقف بیان کیا کہ ایک اسلامی ملک میں ایک کلمہ گو کے لئے یہ ایک غیر معمولی واقعہ ہوگا کہ وہ یہ ثابت کرے کہ وہ مسلمان ہے۔ میرے خیال میں یہ اسلامی تمدن کی تاریخ کا پہلا واقعہ ہے کہ ایک مسلم صدر، ایک مسلم راہنما، ایک مسلسل وزیر اعظم جسے مسلمان قوم نے منتخب کیا ہو، ایک دن اپنے آپ کو اس حیثیت میں پائے کہ وہ کہے کہ وہ مسلمان ہے۔ جو امور اس کی سماعت کے دائرے میں آتے ہیں۔ ان میں یہ معاملہ قطعی طور پر شامل نہیں۔ نہ ہی یہ اس کا موضوع ہے کہ جس پر وہ اپنا موقف بیان کر سکے، کسی فرد کسی ادارے اور اس عدالتی بنچ کا یہ حق نہیں بنتا کہ وہ ایک ایسے معاملے پر اپنی رائے دے جس پر رائے دینے کا اسے کوئی جائز حق حاصل نہیں۔ اور یہ کہتے ہوئے بھٹو صاحب اتنے جذباتی ہوگئے کہ انہوں نے کہا اس سے تو بہتر تھا کہ مجھے پھانسی دے دی جاتی۔

اگر 1979ء میں کسی عدالت یا کسی ادارے کو حق نہیں تھا کہ وہ کسی کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کوئی رائے دے تو 1974ء میں کسی ادارے کو یہ حق کیسے حاصل ہو گیا کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ کون مسلمان ہے اور کون مسلمان نہیں ہے؟ کیا ان پانچ سالوں میں خدا تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم بدل گئی تھی ؟ کیا اس دوران اخلاق اور مذہبی آزادی کے معیار بدل گئے تھے؟

پھر اس سوال کو چھیڑتے ہوئے کہ کون مسلمان کہلانے کا حق رکھتا ہے؟ بھٹو صاحب نے عدالت کے روبرو کہا:۔

''مائی لارڈ جیسا کہ مَیں اس سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ ایک مسلمان کے لئے کافی ہے کہ وہ کلمے میں ایمان رکھتا ہو اور کلمہ پڑھتا ہو۔ اس حد تک بات کی جا سکتی ہے کہ جب ابوسفیان مسلمان ہوئے اور انہوں نے کلمہ پڑھا تو رسول ﷺ کے بعض صحابہ نے سوچا کہ اس کی اسلام دشمنی اتنی شدید تھی کہ شاید ابوسفیان نے اسلام کو محض اوپری اور زبانی سطح پر قبول کیا ہو۔ لیکن رسول ﷺ نے اختلاف کیا اور فرمایا کہ جونہی اس نے ایک بار کلمہ پڑھ لیا تو وہ مسلمان ہو گئے''۔

(ذوالفقار علی بھٹو۔ولادت سے شہادت تک ،مصنفہ سجاد بخاری ،ناشر فکشن ہاؤس ،اکتوبر 1994 صفحہ 258,257)

ہم بھٹو صاحب کی اس رائے سے بالکل متفق ہیں کہ کسی فرد، ادارے یا عدالت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کے دین و مذہب کے بارہ میں کوئی فیصلہ دے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ 1974ء میں اس وقت کی قومی اسمبلی کو (جس کے وزیر اعظم بھٹو صاحب تھے) یہ اختیار کس طرح مل گیا کہ وہ ایک کلمہ گو جماعت کو غیر مسلم قرار دے؟

قصہ مختصر یہ کہ بھٹو صاحب کے اپنے بیان کردہ معیار کے مطابق بھی قومی اسمبلی کو اس فیصلہ کا اختیار ہی نہیں تھا۔ اس پس منظر میں عباس اطہر صاحب یہ نتیجہ کیسے نکال سکتے ہیں کہ بھٹو صاحب نے یہ فیصلہ کرتے ہوئے جمہوری تقاضے پورے کئے تھے۔

……اب ہم اس موضوع کی طرف آتے ہیں کہ جو طریقہ کار 1974ء میں اسمبلی کی کارروائی میں استعمال کیا گیا تھا کیا وہ خود بھٹو صاحب کے بیان کردہ معیار کے مطابق جمہوری اور صحیح طریق تھا یا نہیں۔

جب مارشل لاء کے نفاذ کے بعد بھٹو صاحب پر قتل کا مقدمہ چلا اور یہ مقدمہ لاہور ہائی کورٹ کی سطح پر تھا تو بھٹو صاحب نے دوسرے بنچ میں انتقال مقدمہ کی درخواست دی۔ پہلے تو ان کی اس درخواست کو کھلی عدالت میں سننے کی بجائے ججز کے چیمبرز میں سنا گیا۔ اس پر بھٹو صاحب نے اسے انصاف کے کم از کم تقاضوں کے خلاف قرار دیا اور عدالتی کارروائی کا بائیکاٹ کر دیا۔ جب بھٹو صاحب کو 25 جنوری کو دوبارہ کمرہ عدالت میں لے جایا گیا تو وہ خالی عدالت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ان پر اس مرحلہ پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلانے کی بجائے In Camera مقدمہ چلایا جا رہا تھا۔ بھٹو صاحب نے سپریم کورٹ کے سامنے اپنی زندگی کی آخری تقریر میں اس بات پر شدید احتجاج کیا کہ عام معروف روایات کے برعکس بند کمرے میں عدالتی کارروائی کیوں کی گئی اور اس طریق کو نا انصافی قرار دیا۔ انہوں نے اس عمل کو سفاکانہ قرار دیا کہ جب میرے بولنے کی باری آئی تو اس مقدمے کو بند اور خفیہ مقدمے میں بدل دیا گیا۔ انہوں نے اس عذر کو ڈھکوسلہ قرار دیا کہ عدالت نے یہ قدم گڑبڑ ہونے کے خوف کی وجہ سے اُٹھایا تھا۔ اور یہ دلیل دی کہ قانونِ عامہ کھلی سماعت کو انصاف کا جزو لاینفک قرار دیتا ہے۔ اور کہا کہ نہ صرف یہ ضروری ہے کہ انصاف کیا جائے بلکہ نظر بھی آنا چاہیے کہ انصاف کیا گیا ہے۔ اور اس بات پر زور دیا کہ یہ مقولہ قانون کی بنیادی ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔

(ذوالفقار علی بھٹو۔ولادت سے شہادت تک ،مصنفہ سجاد بخاری، ناشر فکشن ہاؤس صفحہ 248۔253 وبھٹو کا عدالتی قتل مصنفہ مجاہد لاہوری ،ناشر احمد پبلیکیشنز لاہور صفحہ 137)

……اب ہم یہ جائزہ لیتے ہیں کہ کیا 1974ء میں ترمیم سے قبل قومی اسمبلی کی کارروائی بھٹو صاحب کے بیان کردہ معیار کے مطابق انصاف پر مبنی تھی کہ نہیں؟۔

جب جماعتِ احمدیہ نے قومی اسمبلی کے ممبران کو بھجوانے کے لیے محضر نامہ تیار کیا تو اس کی ایک بھی زائد کاپی شائع کرنے پر پابندی لگا دی گئی۔ پھر اس محضر نامہ پر مشتمل جماعتِ احمدیہ کا موقف حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے قومی اسمبلی میں پڑھا اور اس کے بعد کئی روز قومی اسمبلی میں سوال و جواب ہوئے تو یہ سب کارروائی خفیہ رکھی گئی۔ اور کسی کو اجازت نہیں دی گئی کہ ہال سے باہر اس کارروائی کو ظاہر کرے۔ نہ ہی اس کو شائع کرنے کی اجازت دی گئی۔ اور نہ ہی جماعتِ احمدیہ کے وفد کو کسی روز کی کارروائی کی کاپی دی گئی تا کہ جوابات تیار کرنے میں اس کو دیکھنے کی سہولت میسر ہو۔ کیا یہ سب جمہوریت اور انصاف کے تقاضے تھے؟

اسمبلی کی قرارداد منظور ہونے کے دن یعنی 7 ستمبر 1974ء کو وزیر اعظم نے اپنی تقریر میں کہا کہ اس کارروائی کو بعد میں منظرِ عام پر لایا جائے گا لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ عموماً یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ ایسا اس وجہ سے کیا گیا تھا تا کہ اس کی وجہ سے امن و امان کا کوئی مسئلہ نہ پیدا ہو جائے۔ لیکن عملاً یہ ہو رہا تھا کہ روزانہ اخبارات میں احمدیوں کے خلاف بیانات اور مضامین شائع ہو رہے تھے۔ لوگوں کو ان کے خلاف ہر طرح اکسایا جا رہا تھا۔ ان شرپسندوں اور فسادیوں پر ملک میں کوئی پابندی نہیں تھی۔ لیکن جس کارروائی میں جماعتِ احمدیہ کی طرف سے دیئے گئے جوابات موجود تھے اس کو بڑے اہتمام سے خفیہ رکھا جا رہا تھا۔ اگر یہ سب کچھ اس خوف کی وجہ سے کیا جا رہا تھا کہ اسمبلی کی مکمل کارروائی کی اشاعت سے فسادات کو ہوا مل سکتی تھی تو اس کارروائی کو بعد میں شائع کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ آخر اس کارروائی میں کوئی دفاعی راز تو نہیں تھے۔ محض مذہبی مسائل پر اور جماعتِ احمدیہ پر لگائے جانے والے الزامات کے حوالہ سے ہی سوال و جواب ہوئے تھے۔

جماعت احمدیہ جس کے خلاف فیصلہ دیا گیا اس کارروائی کی اشاعت کا بارہا مطالبہ کر چکی ہے۔ اس کارروائی کے حوالہ سے آج بھی ملک میں فتنہ انگیزی ہو رہی ہے۔ اگر اسمبلی کا یہ فیصلہ حق و انصاف پر مبنی ہے تو اسے شائع کیوں نہیں کیا جاتا۔ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

الغرض یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ خود بھٹو صاحب کے بیان کردہ معیار کے مطابق بھی یہ کارروائی جمہوریت اور انصاف کے تقاضوں کے مطابق نہیں تھی۔

(باقی آئندہ)

خطبہ جمعہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی شفقتوں، محبتوں، قوت قدسی اور آپ کے بلند مقام پر روشنی ڈالنے والی آپ کے صحابہ کرام کی بعض روایات کا نہایت دلچسپ اور ایمان افروز تذکرہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو جو اسلام کے احیاءِ نو کا مشن ہے آگے بڑھانے کے لئے ہر قربانی کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 16/جولائی 2010ء بمطابق 16/وفا1389 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّا کَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق آنحضرت ﷺ کی بعثتِ ثانیہ جو آپ ﷺ کے عاشقِ صادق کی صورت میں ہوئی، جس کو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود اور مہدی موعود اور اُمّتی نبی بنا کر بھیجا۔ جنہوں نے اپنے ساتھ پاک دل اور سعید فطرتوں کو جوڑ کر وہ جماعت قائم فرمائی جو نیکیوں میں بڑھتے چلے گئے، اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرتے چلے گئے اور اوّلین کے ساتھ مل گئے۔ آج مَیں اس دَورِ آخرین کے ان چند اولین کی روایات پیش کروں گا جو براہِ راست حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت سے فیض یاب ہوئے، آپ کی صحبت میں رہے، آپ کو دیکھا اور آپ کے حسن واحسان سے فیض پایا۔ ان روایات میں جہاں ان حق کے متلاشیوں کی اپنی سعید فطرت کی جھلک نظر آتی ہے۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی شفقتوں، محبتوں، قوتِ قدسی اور مقام کا بھی پتہ چلتا ہے جس سے انسان ایک منفرد قسم کا روحانی حظ اٹھاتا ہے۔ ان بزرگوں کے لئے دعائیں بھی نکلتی ہیں جنہوں نے اپنی روایات ہم تک پہنچا کر جہاں ہمیں اپنے جائزے لینے کی طرف توجہ دلائی، وہاں اس عاشقِ صادق کے حسن اور اپنی جماعت کے بارہ میں جو دلی تمنا تھی اس کی تصویر کشی کی ہوتی ہے۔

ان روایات میں سے پہلی روایت ہے حضرت میاں فیروز الدین صاحبؓ سیالکوٹ کی، جنہوں نے 1892ء میں بیعت کی تھی۔ یہ کہتے ہیں کہ حضرت اقدس نے لیکچر سیالکوٹ میر حسام الدین صاحب کے مکان کی چھت پر لکھا تھا۔ باہر دواتیں چاروں دیواروں پر رکھی ہوئی تھیں۔ اس میں سیاہی تھی۔ تقریباً عصر کا وقت تھا۔ حضور ٹہلتے ٹہلتے لکھتے تھے اور کبھی کبھی سجدے میں بھی گر جاتے تھے۔ یہ تمام نظارہ ہم نے اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر دیکھا تھا۔ اور بھی بہت سے لوگ ہمارے مکان پر سے نظارہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ ہمارا مکان اس مکان سے نزدیک تھا اور اونچا بھی تھا۔ اس سے تمام نظارہ دکھائی دیتا تھا۔ جس قدر ورق حضور لکھ لیتے تھے، نیچے کاتب کے پاس بھیجتے جاتے تھے۔ کاتب سراج دین ساہو والے کا رہنے والا تھا، جب حضور مہمانوں کی سرائے میں لیکچر دینے کے لئے تشریف لے جانے لگے تو راستے میں دو دروازہ محلّہ جنڈا والا کی مسجد میں ایک شخص حافظ سلطان محمد لڑکے پڑھایا کرتا تھا۔ یہ حافظ صاحب جو لڑکوں کو پڑھاتے تھے، حافظ تھے قرآن کے، اور ان کے عمل دیکھیں ذرا۔ کہتے ہیں کہ اس نے لڑکوں کو چھٹی دے دی اور ان کی جھولیوں میں راکھ بھر دی اور کہا کہ جس وقت مرزا صاحب یہاں سے گزریں تم تمام کے تمام راکھ ان کے اوپر پھینک دینا۔ مگر حضرت صاحب چونکہ بند گاڑی میں تھے اس لئے صحیح سلامت وہاں سے گزر گئے۔ کہتے ہیں کہ سرائے کے اردگرد پیر جماعت علی شاہ کے مریدوں نے چار اکھاڑے لگائے ہوئے تھے اور لوگوں کو اندر جانے سے روکتے تھے۔ مولوی ابراہیم بھی ان میں شامل تھے۔ پیر جماعت علی شاہ پرانے ذبح خانے کے پاس کھڑا تھا۔ اب اس جگہ مستری فتح محمد کا مکان بنا ہوا ہے۔ حافظ ظفر، شہباز خان کے اڈے میں کھڑا تھا۔ یہ شخص پیر جماعت علی شاہ کا دایاں بازو تھا۔ یہ تمام مُلّاں بڑے زور شور سے لوگوں کو اشتعال دلا رہے تھے اور اندر جانے سے روکتے تھے۔ جب لیکچر شروع ہوا، حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھ دیا۔ ایک شخص مسمّی احمد دین سلہریا تھا وہ جب سرائے میں گیا تو کچھ آدمی دوڑ کر اس کے پیچھے گئے اور اسے اٹھا کر لے آئے کہ وہ لیکچر سننے نہ جائے۔ چنانچہ جس مقام پر پیر جماعت علی شاہ کھڑا تھا وہاں اسے چھوڑا مگر وہ پھر دوڑ کر چلا گیا۔ جب حضور واپس تشریف لے گئے تو مَیں، میرے چچا میراں بخش صاحب، شیخ مولا بخش صاحب بوٹ فروش، ملک حیات محمد صاحب سب انسپکٹر پولیس سکنہ گڑھی اعوان حافظ آباد، سید امیر علی صاحب سب انسپکٹر، میراں بخش صاحب عطار وغیرہ وغیرہ وزیر آباد تک گئے تھے۔ جس وقت حضور کی گاڑی کچہری والے پھاٹک سے گزری تو آگے مخالف لوگ بالکل برہنہ کھڑے تھے اور آوازیں کس رہے تھے اور گاڑی پر پتھر برسا رہے تھے۔ (یہ شرافت کا حال تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو گالیاں دی جا رہی تھیں اور اپنا یہ حال تھا کہ ننگے ہو کر کھڑے تھے۔) کہتے ہیں کہ ہم نے واپس آ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اشرار پارٹی نے مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کو زخمی کر دیا ہے۔ میرے بھائی بابو عزیز دین صاحب کا ہونٹ پتھر لگنے سے پھٹ گیا تھا۔ شیخ مولا بخش صاحب بوٹ فروش کے مکان کے شیشے توڑ دیئے گئے۔ ان کے گملے پھول دار پودے برباد کر دیئے گئے۔ مَیں جہلم بھی حضور کے ساتھ گیا تھا۔ اس سفر میں بھی رستے میں بے شمار مخلوق تھی۔ جب جہلم پہنچے تو دو یورپین لیڈیوں نے (عورتوں نے) پوچھا کہ یہ ہجوم کیوں ہے؟ کسی دوست نے کہا کہ مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے کہا ذرا ہٹ جاؤ ہم نے تصویریں لینی ہیں۔ چنانچہ لوگ پیچھے ہٹ گئے اور انہوں نے فوٹو لے لیا۔ صبح تاریخ تھی، تمام کچہری میں چھٹی ہو گئی، صرف اسی مجسٹریٹ کی عدالت کھلی رہی جس میں حضور علیہ السلام نے جانا تھا۔ کچہری کے صحن میں ایک دری بچھی ہوئی تھی، اس پر ایک کرسی بچھی تھی۔ حضور اس کرسی پر تشریف فرما تھے۔ مخلوق بیٹھی تھی۔ میرے بیس گز کے فاصلے پر مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے بھی اڈہ جمایا ہوا تھا۔ کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ میرے کہنے پر لوگوں نے مجھے مانا ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں۔ اگر مَیں نے اپنے پاس سے افتراء کیا ہے، تو اس کی سزا مجھے ملے گی۔ جن لوگوں نے مانا ہے، ان کو سزا نہیں ملے گی۔ چونکہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں، جو مانیں گے انہیں ثواب ملے گا۔

یہ عین قرآنِ کریم کے اسلوب اور حکم کے مطابق ہے کہ وَاِنْ يَّکُ کَاذِبًا فَعَلَيْهِ کَذِبُهٗ (المومن: 29) کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا۔ لیکن وَاِنْ يَّکُ صَادِقًا يُّصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُکُمْ (المومن:29)۔ اگر یہ سچا ہے تو جو انذاری پیشگوئیاں یہ کر رہا ہے، وہ بلائیں یقیناً تم پر پڑنے والی ہیں۔ آج ان مسلمانوں کو بھی اس پر غور کرنا چاہئے۔

پھر کہتے ہیں کہ مولوی ابراہیم کے آگے ممبر پر ایک کتاب پڑی تھی۔ اس نے شرارت سے اٹھا کر

اوپر کی اور کہا کہ اس طرح مسیح آسمانوں پر چلا گیا ہے۔ اس مجمع میں ایک فقیر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اب فقیر کی داستان بھی سنیں۔ کہتے ہیں وہ فقیر بیٹھا تھا جس کا نام سائیں آزاد تھا۔ بھورے کا کرتہ اس نے پہنا ہوا تھا۔ اس نے بڑے زور سے کہا کہ او بابا! کیوں جھوٹ بولتے ہو اور لوگوں کو بہکاتے ہو۔ قرآنِ مجید میں سے کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (آل عمران :186) کاٹ دو۔ تین بار اس نے بڑے زور سے یہ کہا جس سے وہ فقیر پسینہ پسینہ ہو گیا۔ پھر کہا مَیں مرزا صاحب کا مرید نہیں ہوں مگر مَیں حق کو نہیں چھپانا چاہتا۔ یہ اس فقیر کو تو سمجھ آ گئی تھی، لیکن علماء کو سمجھ نہیں آتی۔

کہتے ہیں کہ جس کمرے میں حضور سوئے ہوئے تھے اس کے ساتھ کے کمرے میں مَیں اور میرا بھائی تاج الدین سوئے ہوئے تھے۔ چونکہ وہ بیمار تھے اور ساری رات کھانستے رہے اس لئے صبح حضور نے ان سے پوچھا کہ کون بیمار تھا، کھانس رہا تھا؟

کہتے ہیں وہیں ہم حضور کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب نے عرض کیا کہ حضور میرا خون بدن میں سے ٹپک رہا ہے اور مَیں دیکھتا ہوں کہ یہ کابل میں آبپاشی کا کام کرے گا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ نمبر10 صفحہ 129 تا132)

یہ رجسٹر روایات میں سے ایک روایت ہے۔

پھر ایک روایت ہے حضرت عمر دین حجام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ یہ گجرات کے رہنے والے تھے اور انہوں نے تحریری بیعت 1899ء میں کی اور دستی بیعت 1900ء میں۔ کہتے ہیں کہ غیر احمدی کہتے تھے کہ تم مرزائی ہو جاؤ گے۔ لیکن جب مَیں اس جماعت کی طرف آتا تھا تو یہ لوگ قرآنِ شریف اور نماز وغیرہ پڑھتے تھے۔ مجھے اس کی سمجھ نہ آتی تھی۔ مگر مَیں نے خدا تعالیٰ کے حضور دعا مانگی کہ اے میرے مولا کریم! اگر یہ تیری طرف سے ہے تو مجھے اس کا دیدار نصیب ہوتا کہ مَیں اس کو مان لوں اور پیچھے نہ رہ جاؤں۔ اور اگر یہ نعوذ باللہ سچا نہیں ہے تو تیری اور تیرے رسول کی اور تمام دنیا کی اس پر لعنت ہو کہ کیوں اس نے جھوٹا دعویٰ کیا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اسی رات صبح کاذب کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہاتھ میں چھڑی لئے ہوئے کھڑے دیکھ رہے تھے اور مَیں نے ان کا اچھی طرح دیدار کر لیا اور انہوں نے نیچی نظر کر لی۔ حضور کی ریشِ مبارک کو مہندی لگی ہوئی ہے دل بہت خوش ہوا۔ (یہ خواب دیکھا تھا، خواب کا قصہ سنا رہے ہیں)۔ دل میں کہتا ہوں کہ یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آج تک مَیں نے ایسا انسان نہیں دیکھا۔ آخر معلوم ہوا کہ مَیں جو رات کو دعا مانگ کر سویا تھا یہ اس کا نتیجہ ہے اور میری دعا قبول فرمائی گئی ہے۔

اس جگہ یعنی قادیان میں 1900ء میں آیا تھا اور آ کر مسجد اقصیٰ میں بیٹھ کر میں نے دعا کی کہ یا اللہ! اگر یہ شخص وہی ہے جو میری خواب والا ہوا، کہ جو کہ تُو نے مجھ کو خواب میں افریقہ میں دکھایا تھا تو پھر مَیں اس کی بیعت کر لوں گا۔ اگر وہ نہ نکلا تو مَیں اس کی بیعت نہیں کروں گا اور نہ نماز اس کے ساتھ پڑھوں گا، اور نہ ہی کھانا کھاؤں گا اور فوراً واپس چلا جاؤں گا۔ یہ دعا کر ہی رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس مسجد میں تشریف لے آئے۔ اور مَیں نے دیکھ کر کہا کہ یہ تو بالکل وہی شخص ہے جس کو مَیں نے افریقہ کے ملک میں خواب میں دیکھا تھا۔ حضور کو شناخت کرنے کے بعد ہفتہ کو بیعت کی اور اجازت لے کر تیار ہو گیا۔ تو حضور نے فرمایا کہ کم از کم حق کو شناخت کرنے کے لئے پندرہ دن یہاں اور ٹھہرو۔ مَیں نے عرض کی کہ حضور میرے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھ کو توفیق بخشے کہ مَیں ہمیشہ آپ کی زیارت کرنے کے لئے حاضر ہوتا رہوں۔

پھر حضور نے فرمایا کہ اگر بندے پر کوئی ایسا وقت آ جاوے کہ یہاں پہنچنے کی طاقت نہ ہو تو پھر خط ضرور لکھتے رہا کریں۔ میرے خطوط کا حضور نے جواب دیا وہ میرے پاس موجود ہے۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر5 صفحہ 32-33)

حضرت صوفی نبی بخش صاحبؓ ولد میاں عبدالصمد صاحب سکنہ شہر راولپنڈی محلّہ میاں قطب الدین حال دارالبرکات قادیان۔ (جن سے روایت نوٹ کی ہے انہوں نے بتایا تھا)۔ ان کی بیعت 27 دسمبر 1891ء کی ہے۔ اور انہوں نے پہلی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاید 1886ء میں دیکھا تھا۔

اب یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ خاکسار کو اکتوبر 1886ء میں پہلے پہل قادیان میں آنے کا اتفاق ہوا۔ وجہ اس کی یہ ہوئی کہ حضور مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اشتہار بدیں مضمون شائع کیا کہ ایک لڑکا انہیں عطا کیا جاوے گا جو بہت سے قوموں کی برکت کا باعث ہو گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف لیکھرام پشاوری نے بھی ایک اشتہار شائع کیا۔ اس امر کی تحقیقات کے ضمن میں مجھے بھی قادیان آنا نصیب ہوا۔ اس کے بعد ایک عرصہ گزرنے پر آپ نے فتح اسلام، توضیح مرام اور ازالہ اوہام تین رسالے یکے بعد دیگرے شائع کئے جن میں یہ ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو چکے ہیں اور وہ بذاتِ خود پھر دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔ اور حدیث نزول ابنِ مریم اصلی معنوں میں مجھ پر چسپاں ہوتی ہے اور مَیں ہی اس کا مصداق ہوں۔ اس مسئلے نے دنیا میں ایک تغیر عظمٰی پیدا کیا۔ اور ہر طرف سے مولویوں نے کفر کے فتوے شائع کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اور رسالہ موسوم بہ آسمانی فیصلہ شائع کیا جس میں قریباً 80 یا کچھ کم احباب شامل ہوئے۔ یہ پہلا جلسہ ہے جو قادیان میں ہوا۔ حضور کا منشاء یہ تھا کہ آپ کو منہاجِ نبوۃ پر آزمایا جاوے کہ از روئے قرآن مومن کون ہے اور کافر کون؟ پھر لکھتے ہیں کہ خاکسار کو بھی اس جلسے میں شامل ہونے کے لئے مدعو کیا گیا۔ مَیں اس زمانے میں انجمن حمایت اسلام لاہور کا مہتمم کتب خانہ تھا اور آنریری طور پر اپنی ملازمت کے اوقات کے علاوہ وہ خدمت جو حمایتِ اسلام کی تھی دینی خدمت سمجھ کر سرانجام دیتا تھا۔ کہتے ہیں جب مَیں قادیان پہنچا تو میرے ساتھ انجمن حمایت کے بہت سے کارکن جن میں سے حاجی شمس الدین سیکرٹری اور معزز احباب بھی شامل تھے۔ اس جلسے میں آسمانی فیصلہ پڑھ کر سنایا گیا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ رسالہ آسمانی فیصلہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے پڑھ کر سنایا۔ لکھتے ہیں کہ جلسہ بڑی مسجد میں جو آج کل مسجد اقصیٰ کے نام سے مشہور ہے منعقد ہوا۔ سب سے اخیر حضرت مسیح موعود تشریف لائے۔ کہتے ہیں جس وقت حضور مسجد میں تشریف لائے اور میری نظر حضور کے چہرہ مبارک پر پڑی تو مَیں نے حضور کو پہچان لیا اور فوراً بجلی کی طرح میرے دل میں ایک لہر پیدا ہوئی کہ یہ وہ مبارک وجود ہے جس کو مَیں نے ایام طالبعلمی یعنی ستمبر 1882ء کو خواب میں دیکھا تھا۔ حضرت صاحب نے اس دن وہ لباس پہنا ہوا تھا جس لباس میں وہ مجھے خواب میں ملے تھے۔ کہتے ہیں جب جلسہ ختم ہوا تو حضور مسجد اقصیٰ کے دروازے کے قریب کھڑے ہو گئے اور ہر ایک ان سے مصافحہ کرتا اور رخصت ہوتا۔ سب سے اخیر میں، آخر مَیں نے مصافحہ کیا کیونکہ میرے دل میں کچھ خاص بات عرض کرنی مقصود تھی۔ مَیں نے عرض کیا کہ مَیں نے پہلے ایک کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے میرے لئے کیا حکم ہے؟ حضور نے فرمایا کہ اگر وہ شخص نیک ہے تو آپ کی بیعت نُورٌ علٰی نُور ہو گی۔ اور اگر وہ نیک نہیں ہے تو اس کی بیعت فسخ ہو جائے گی اور ہماری بیعت رہ جائے گی۔ مَیں نے عرض کیا کہ مَیں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ ہم خود تمہیں بلا لیں گے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد حضور کا خادم حامد علی صاحب مرحوم مجھے بلا کر لے گئے اور مَیں نے آپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی۔ فالحمدللہ علی ذالک۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر5 صفحہ 41 تا43)

ایک روایت ہے حضرت نظام دین ٹیلر ماسٹر صاحبؓ کی، جو جہلم محلّہ ملاحاں کے رہنے والے تھے۔ ان کی بیعت 1902ء کی ہے۔ کہتے ہیں کہ مَیں حیران ہوں کہ یہ نعمتِ عظمٰی یعنی احمدیت محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے نصیب ہوئی۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ جس حالت میں مَیں تھا، اگر کئی برس بھی اسی حالت میں رہتا تو شاید احمدیت کے نزدیک بھی نہ آتا۔ مگر میرے پیدا کرنے والے نے مجھ پر اتنا احسان کیا کہ وہ راستہ جو برسوں میں مجھ سے طے نہ ہوتا اس نے اپنے فضل سے ایک رات میں احسان کر کے مجھ کو طے کرا دیا۔ اور وہ اس طرح کہ اپنے مولویوں کے مطابق مَیں ہمیشہ احمدیوں سے جب گفتگو کرتا تو مجھے ہمیشہ یقین ہوتا کہ ہمارے مولوی دین کے ستون ہیں اور ہمیں شرک، بدعت سے بچانے کے لئے محض للہ پوری کوشش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم اہلحدیث اپنے آپ کو متقی اور ہر ایک حرام اور جھوٹ سے پرہیز کرنے والا خیال کرتے تھے۔ ایک دفعہ مارچ کا مہینہ تھا، غالب 1902ء کا ذکر ہے، ہم چند اہلحدیث جہلم سے لاہور بدیں غرض روانہ ہوئے کہ چل کر انجمن حمایتِ اسلام لاہور کا جلسہ دیکھیں جو سال کے سال ہوا کرتا تھا۔ ہم لاہور پہنچ کر جلسہ گاہ جا رہے تھے کہ پنڈال کے باہر دیوار کے ساتھ ایک مولوی صاحب کھڑے ہوئے وعظ فرما رہے تھے۔ ایک ہاتھ میں قرآنِ مجید تھا، دوسرے ہاتھ سے چھوٹے چھوٹے اشتہارات بانٹ رہے تھے۔ اور منہ سے یہ کہتے جاتے تھے کہ مرزا نعوذ باللہ کوڑھی ہو گیا ہے اس لئے کہ نبیوں کی ہتک کرتا تھا اور خود کو عیسیٰ کہتا تھا اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ کی قسم اٹھا کر یہی الفاظ مذکورہ بالا دہراتا جاتا تھا۔ ہم سن کر حیران ہو گئے اور اپنے دل میں کبھی وہم بھی نہ گزرا تھا کہ کوئی شخص اس قدر بھی جرأت کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر جھوٹ بولتا ہے اور قرآنِ مجید اٹھا کر جھوٹ بولتا ہے۔ (وہ مولوی جو اس وقت بولتا تھا وہ آج بھی بولتا ہے، ایک ہی قسم ہے ان کی۔) بہرحال کہتے ہیں تین آدمی تھے، مَیں نے اس سے اشتہار لے لیا اور پڑھنے لگے۔ اس پر بھی یہی مضمون تھا کہ نعوذ باللہ مرزا کوڑھی ہو گیا ہے، نبیوں کی ہتک عزت کرتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ مَیں نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ چلو قادیان چلیں اور مرزا صاحب کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اپنے شہر کے مرزائیوں کو کہیں گے جو ہر روز ہمارے ساتھ گفتگو کرتے رہتے ہیں اور جو اعتراض ہمارے علماء کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تمہارے چودھویں صدی کے علماء جھوٹ بولتے ہیں۔ ہمارا بیان تو چشمدیدہ ہو گا، ہم ان کو (یعنی احمدیوں کو) خوب جھوٹا کریں گے۔ پہلے تو انہوں نے انکار کیا مگر میرے اصرار پر تیار ہو گئے۔ ہم تینوں لاہور سے سوار ہو کر بٹالہ اترے۔ بٹالہ سے ایک روپیہ کو یکّہ لیا اور شام اور عصر کے درمیان قادیان مہمان خانے میں پہنچ گئے۔ شام کا وقت تھا، یعنی مغرب کی نماز کا وقت قریب ہی تھا۔ مَیں نے کسی سے پوچھا کہ مرزا صاحب جہاں نماز پڑھتے ہیں وہ جگہ ہم کو بتاؤ کہ ہم ان کے پاس کھڑے ہو کر ان کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایک شخص شاید وہی تھا جس سے ہم نے پوچھا تھا، میرے ساتھ ہو لیا اور وہ جگہ بتائی جہاں حضور کھڑے ہو کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ چونکہ وقت قریب ہی تھا مَیں وہیں بیٹھ گیا جہاں حضور نے میرے ساتھ داہنے ہاتھ آ کر کھڑا ہونا تھا۔ باقی دونوں دوست میرے داہنے ہاتھ کی طرف بیٹھ گئے۔ یہ مسجد حضور کے گھر کے ساتھ ہی تھی جس کو اب مسجد مبارک کہتے ہیں۔ یہ اس وقت اتنی چھوٹی تھی کہ بمشکل اس میں چھ یا سات صفیں لمبائی میں کھڑی ہو سکتی ہوں گی۔ اور ایک صف میں قریباً چھ آدمیوں سے زیادہ نہیں کھڑے ہو

سکتے ہوں گے۔ چند منٹ کے بعد مغرب کی اذان ہوئی تو شاید دو تین منٹ کے بعد حضرت اقدس تشریف لے آئے۔ ہمارے قریب ہی دروازہ تھا، اس میں سے حضور نکل کر میرے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جناب مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم آگے کھڑے ہو گئے۔ مؤذّن نے تکبیر شروع کر دی۔ تکبیر کے ختم ہونے تک مَیں نے حضور کے پاؤں سے لے کر سر تک سب اعضاء کو دیکھا حتی کے سرِ مبارک کے بالوں اور ریش مبارک کے بالوں پر بھی جب میری نگاہ پڑی تو میرے دل کی کیفیت اور ہو گئی۔ مَیں نے دل میں کہا کہ الٰہی اس شکل اور صورت کا انسان مَیں نے آج تک کبھی نہیں دیکھا۔ بال کیا تھے جیسے سونے کی تاریں تھیں۔ اور آنکھیں خوابیدہ، گویا ایک مکمل حیا کا نمونہ پیش کر رہی تھیں۔ ہاتھ اور پیروں کی خوبصورتی دل کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ اسی عالم میں محو تھا کہ الٰہی! یہ وہی انسان ہے کہ جس کو ہمارے مولوی جھوٹا اور نبیوں کی ہتک کرنے والا بتاتے ہیں؟ مَیں اسی خیال میں غرق تھا کہ امام نے اللہ اکبر کہا اور نماز شروع ہو گئی۔ گو مَیں نماز میں تھا مگر جب تک سلام پھیرا مَیں اس حیرانی میں رہا کہ الٰہی وہ ہمارا مولوی جس کی داڑھی بڑھی ہوئی اور شرعی طور پر لبیں تراشی ہوئیں قرآنِ مجید کو ہاتھ میں لئے ہوئے قسمیں کھا رہا ہے اور سخت توہین آمیز الفاظ میں حضور کا نام لے لے کر کہہ رہا ہے کہ مرزا نعوذ باللہ کوڑھی ہو گیا۔ اسی خیال نے میرے دل پر شبہ اور شکوک کا دریا پیدا کر دیا۔ کبھی تو دل کہتا کہ قرآن اٹھا کر اور خدا کی قسم کھا کر بیان کرنے والا بھلا کبھی جھوٹا ہو سکتا ہے؟ یعنی مولوی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ شاید یہ شخص جو نماز میں کھڑا کیا ہے مرزا نہ ہو کوئی اور ہو، نئے آدمیوں کو دھوکہ دینے کے لئے ایسا کیا جاتا ہے۔ اور پھر حضور کی صاف اور سادہ نورانی شکل سامنے آتی تو دل کہتا کہ کہیں وہ قسم اٹھانے والا دشمنی کی وجہ سے جھوٹ نہ بول رہا ہو؟ کہ لوگ سن کر قادیان کی طرف نہ جائیں۔ خیر نماز ہو گئی، حضور شاہ نشین پر بیٹھ گئے۔ اوّل تو آواز دی کہ مفتی صاحب ہیں تو آگے آ جاویں۔ جب مفتی صاحب آ گئے تو پھر حضور نے فرمایا کہ مولوی صاحب کہاں ہیں؟ مَیں نے دیکھا کہ مولوی صاحب، حضرت خلیفۃ المسیح الاول نور الدین صاحب، سب سے آخری صف میں سے اٹھ کر تشریف لائے۔ حضور نے باتیں شروع کر دیں جو طاعون کے بارے میں تھیں۔ فرمایا ہم نے پہلے ہی لوگوں کو بتا دیا تھا کہ مَیں نے فرشتوں کو پنجاب میں سیاہ رنگ کے پودے لگاتے دیکھا اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو آئندہ موسم میں پنجاب میں ظاہر ہونے والی ہے۔ مگر لوگوں نے اس پر تمسخر کیا اور کہا کہ طاعون ہمیشہ سمندر کے کناروں تک رہتی ہے۔ اندر ملک میں وہ کبھی نہیں آئی۔ مگر اب دیکھو کہ وہ پنجاب کے بعض شہروں میں پھوٹ پڑی ہے۔ غرض عشاء تک حضور باتیں کرتے رہے۔ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد حضور اندر تشریف لے گئے۔ ہم بھی آ کر سو رہے۔ آپس میں باتیں کرتے رہے کہ یہ کیا بھید ہے؟ ہمارا مولوی قرآن اٹھا کر اور خدا کی قسمیں کھا کر کہتا تھا اور یہاں معاملہ برعکس نکلا۔ خیر صبح ہم لوگ اٹھے اور ارادہ یہ ہوا کہ مولوی نور الدین صاحب سچ بولیں گے ان سے دریافت کرتے ہیں کہ یہی مرزا صاحب ہیں یا کوئی اور؟ جب ان کے مطب میں گئے تو ایک مولوی صاحب نے خلیفہ اوّل کے سامنے اعتراض پیش کیا کہ مولوی صاحب! پہلے جتنے نبی ولی گزرے ہیں وہ تو کئی کئی فاقوں کے بعد بالکل سادہ غذا کھاتے تھے اور مرزا صاحب سنا ہے کہ پلاؤ اور زردہ بھی کھاتے ہیں؟ مولوی صاحب نے ان کو جواباً کہا کہ مولوی صاحب! مَیں نے قرآن مجید میں زردہ اور پلاؤ حلال ہی پڑھا ہے۔ اگر آپ نے کہیں دیکھا ہے کہ حرام ہے تو بتائیں۔ اور اس مولوی نے تھوڑی دیر سکوت جو کیا تو مَیں نے جھٹ وہ اشتہار نکال کر مولوی نور الدین صاحب کے آگے رکھا کہ ایک ہمارا مولوی قسم بھی قرآن اٹھا کر کھاتا تھا کہ مرزا نعوذ باللہ کوڑھی ہوئے ہیں اور ہم کو جو بتایا گیا ہے کہ یہی مرزا صاحب ہیں، وہ تو تندرست ہیں۔ آپ بتائیں کہ یہی مرزا صاحب ہیں جن کو ہم نے نماز میں دیکھا ہے یا کوئی اور۔ مولوی صاحب نے جھٹ جیب میں ہاتھ ڈال کر وہی اشتہار نکال کر بتلایا کہ دیکھو ہم کو تمہارے مولویوں نے یہ اشتہار روانہ کیا ہے۔ اب یہ مرزا ہے اور وہ تمہارے مولوی جس نے قرآن ہاتھ میں پکڑ کر جھوٹ بولا۔ جس کو چاہو سچا مان لو۔

تو مولویوں کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے۔ لیکن آج کل پاکستان میں مولویوں کے ساتھ میڈیا بھی شامل ہو گیا ہے۔ اور اس کے بعض پروگراموں کے اینکر جو ہیں وہ بھی مولویوں کے رول ادا کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ جھوٹ اور سچ کی کوئی پہچان نہیں رہی اس ملک میں۔

بہرحال کہتے ہیں بس پھر کیا تھا میرے آنسو نکل گئے۔ مَیں نے دل میں کہا کہ کمبخت اب بھی تو بیعت نہ کرے گا؟ واقعی یہ مولوی زمانے کے دجال ہیں۔ ہم تینوں نے ظہر کے وقت حضور کی خدمت میں عرض کی کہ ہم کو بیعت میں لے لیں۔ حضور نے کہا جلدی مت کرو، کچھ دن ٹھہرو۔ ایسا نہ ہو کہ پھر مولوی تم کو پھسلاویں۔ اور تم زیادہ گنہگار ہو جاؤ۔ مَیں نے رو رو کر عرض کی کہ حضور! مَیں تو اب کبھی پھسلنے کا نہیں۔ خیر دوسرے روز ہم تینوں نے بیعت کر لی۔ اور گھر واپس آ گئے۔

پھر لکھتے ہیں کہ افسوس آگے مخالفت کی وجہ سے ہمارا جو حال ہوا اگر جگہ ہوتی تو اور بھی لکھتا مگر جگہ نہیں اس لئے بند کرتا ہوں۔ (رجسٹر روایات صحابہ نمبر 5 صفحہ 45 تا 49)

تو یہ کہتے ہیں میرے پر احسان اس مولوی صاحب نے کیا جو قرآن اٹھا کر جھوٹی قسمیں کھا رہا تھا۔ اس کی وجہ سے مجھے شوق پیدا ہوا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنے کا، اور حقیقت معلوم کرنے کا اور یہ میری احمدیت کی وجہ بنی۔

ایک روایت ہے حضرت میاں عبدالعزیز صاحب ولد میاں امام دین صاحب سکنہ اوجلہ تحصیل گورداسپور کی۔ انہوں نے 1893ء میں بیعت کی۔ لکھتے ہیں کہ جب 1891ء میں میری تبدیلی حلقہ سیکھواں پر ہوئی اور میاں جمال دین صاحب اور میاں امام دین صاحب اور میاں خیر دین صاحب سے واقفیت ہوئی تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ مسیحیت اور مہدویت کا ذکر کیا۔ تو چونکہ میرے دل میں حضور کی نسبت کوئی بغض اور عداوت نہ تھی، مَیں نے ان کے کہنے کو برا نہ منایا۔ صرف یہ خیال آیا کہ مولوی لوگ کیوں ایسا کہتے ہیں؟ اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ خاکسار کے آباؤ اجداد اکثر مولوی لوگوں سے بوجہ اپنے دیندار ہونے کے محبت رکھا کرتے تھے۔ اور یہی وجہ خاکسار کی بھی مولویوں سے محبت کی تھی۔ کہتے ہیں انہوں نے مجھ کو جب کتاب البریہ، ازالہ اوہام دیکھنے کو دی تو مَیں نے کتاب دیکھنے سے پہلے دعا کی کہ خداوندا مَیں بالکل نادان اور بے علم ہوں میرے علم میں جو حق ہے اس پر میرے دل کو قائم کر دے۔ یہ دعا ایسی جلد قبول ہوئی کہ جب مَیں نے ازالہ اوہام کو پڑھنا شروع کیا تو اس قدر دل کو اطمینان اور تسلی شروع ہوئی کہ حضور کی صداقت میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہا اور زیادہ سے زیادہ ایمان بڑھتا گیا۔ اور جب پھر مَیں پہلی بار قادیان میں حضور کی زیارت کو میاں خیر دین صاحب کے ساتھ آیا اور حضور کی زیارت کی تو میرے دل نے ایسی اطمینان اور تسلی بخش شہادت دی کہ یہ شکل جھوٹ بولنے والی اور فریب والی نظر نہیں آتی۔ چنانچہ اس وقت مَیں نے میاں خیر دین صاحب کو کہا کہ اوّل تو مَیں نے حضور کی نسبت کوئی لفظ بے ادبی اور گستاخی کا کبھی نہیں کہا۔ اور اگر خدانخواستہ کبھی ایسا ہو گیا ہو تو مَیں توبہ کرتا ہوں۔ یہ شکل جھوٹ بولنے والی نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ میاں خیر دین صاحب کو یاد ہو گا اور اس وقت بھی شہادت دے سکتے ہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ پھر مہر ساون صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اب بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں وہ سیکھواں کے رہنے والے معزز زمیندار تھے۔ ان کی میرے ساتھ محبت ہو گئی اور میرے عقیدہ کے ساتھ ان کو بھی اتفاق ہو گیا۔ اگرچہ وہ پہلے میاں جمال دین امام دین صاحبان سے بوجہ ان کے دو خیال ہونے کے اختلاف رکھا کرتے تھے، پھر ان کا عقیدہ اور خیال ہمارے ساتھ ہی ہو گیا۔ اور 1892ء میں خاکسار اور مہر صاحب موصوف نے ایک ہی وقت میں بیعت کی (یہاں 92ء لکھا ہے اور یہ میرا خیال ہے 93ء کا قصہ ہے۔) اور ہم ہنسا کرتے تھے کہ مَیں اور مہر صاحب جوڑے ہیں۔ (میری اور مہر صاحب موصوف کی) روحانی پیدائش ایک ہی وقت کی ہے۔ کہتے ہیں کہ چونکہ میرا پہلا نام بوجہ اس کے کہ مَیں اپنے ننھیال میں پیدا ہوا تھا اور صاحب علم خاندان نہ تھا میرا مشرکانہ نام رکھ دیا یعنی میراں بخش۔ اس کی تبدیلی کی بہت کوشش کرتے رہتے اور مدت تک تبدیل بھی رہا لیکن پورے طرح نام بدلا نہ گیا۔ پھر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نام تبدیل کر کے عبدالعزیز رکھا تو مَیں نے دعا کی کہ خداوند کریم اب تو تیرے مسیح موعود نے نام تبدیل کیا ہے اس کو مستقل طور پر قائم کر دے اور پہلے نام کو ایسا مٹا دے کہ وہ کسی کو یاد ہی نہ رہے۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی اور سرکاری کاغذات پٹواری میں اور عام مشہور یہی نام ہے۔ پہلے نام کو کوئی نہیں جانتا۔ اس وقت تک جب تک نام تبدیل نہیں ہوا باوجود جلسوں وغیرہ میں شامل رہنے کے سلسلہ کے کسی کاغذ میں پہلا نام نہیں آیا۔ (رجسٹر روایات صحابہ نمبر 5 صفحہ 69-70)

حضرت شیخ اللہ بخش صاحبؓ سکنہ بنوں صوبہ سرحد، بیعت 1905ء کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ بچپن میں مجھے کوئی مذہبی تعلیم نہیں دی گئی اور چھوٹی عمر میں ہی سکول میں داخل کر دیا گیا تھا لیکن جب اینٹرنس میں پہنچا اور اس وقت مَیں عمر کے ستارویں (17 ویں) سال میں تھا تو قدرتاً میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ اپنے مذہب کے متعلق واقفیت حاصل کروں۔ چنانچہ مَیں نے ایک مُلّاں سے قرآن شریف پڑھنے کے بعد خود بخود مترجم قرآن شریف کا مطالعہ شروع کیا۔ اسی دوران میں نامعلوم کس طرح کسی عیسائی کی ایک کتاب جس میں کسی مصری مولوی کے ساتھ مباحثہ کی صورت میں اعتراضات و جوابات درج تھے وہ میری نظر سے گزرے جس کے پڑھنے سے مجھے سخت دکھ ہوا کیونکہ اس میں ہر لحاظ مجھے حضرت عیسیٰ کا درجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نظر آنے لگا اور دل میں طرح طرح کے وساوس پیدا ہوئے۔ مگر کچھ شرم اور کچھ اپنی بیوقوفی کے باعث اس کا ذکر نہ ہی اپنے والد صاحب کے ساتھ کر سکا اور نہ ہی کسی مولوی کے ساتھ اور اس خلش کو دل ہی دل میں لئے رہا۔ یہاں تک کہ 1905ء کے آخری مہینوں میں جب مَیں وانون میں ملازم تھا مجھے ڈاکٹر علم الدین صاحب گجراتی سے بدر اخبار کے کچھ پرچے دیکھنے اور حضرت مسیح کی وفات کے دلائل سننے کا اتفاق ہوا اور جوں ہی مسیح کی وفات مجھ پر ثابت ہو گئی مَیں نے خدا کا شکر کیا اور بغیر کسی مزید توقف کے فوراً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ اس کا علم ہونے پر والد صاحب نے کچھ ناراضگی اور افسوس کا خط لکھا جس پر ان کو ان کی وہ دعا یاد کرائی گئی جو انہوں نے میری پیدائش سے پہلے کی تھی اور جس کا ذکر میرے والد صاحب چند بار گھر میں اس طرح کر چکے تھے کہ جب پہلے بچہ کی پیدائش کے بعد بارہ سال تک ہمارے ہاں کوئی بچہ نہ ہوا تو ہم نے خدا تعالیٰ کے حضور بڑی خشوع وخضوع کے ساتھ ان الفاظ میں دعا کی کہ ”اے ارحم الراحمین اور وہّاب خدا جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بڑھاپے میں آواز سنی اور اس کو اولاد دی میری فریاد بھی سن اور اولاد نرینہ عطا فرما“۔ یہ ان کے والد صاحب

نے دعا کی۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والد صاحب کو ان کی یہ دعا یاد کرواتے ہوئے لکھا کہ آپ کی دعا کی حقیقی قبولیت اب ہوئی ہے جبکہ خدا نے اپنے فضل سے مجھے ہلاکت کے گڑھے سے نجات بخش کر اپنے مامور کی غلامی کا شرف بخشا ہے۔ لکھتے ہیں کہ غالباً 1906ء کے اپریل میں میری تبدیلی اس جگہ سے اپنے وطن مالوف بنّوں میں ہوئی اور اپنی نوکری پر حاضر ہونے سے قبل مَیں نے قادیان شریف میں حاضر ہو کر مسجد مبارک میں حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ بیعت کے وقت کا نقشہ اور اپنے دل کی کیفیت مختصر الفاظ میں اس طرح پیش کرتا ہوں کہ ایک آزاد خیال اور لامذہب نوجوان اپنے نفس امّارہ کی تمام امنگوں اور سرکشیوں کے خلاف جنگ پر آمادہ ہو کر مامور وقت کے دروازہ پر استمداد کے واسطے حاضر ہے اور اس کے انتظار میں اس کی آنکھیں بے قرار ایک چھوٹی سی کھڑکی پر پیوست ہیں۔ (وہ کھڑکی جہاں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لایا کرتے تھے۔) مسجد میں بہت تھوڑے آدمی ہیں اور سب مؤدب اسی پاک ہستی کی انتظار میں خاموش ہیں کہ اتنے میں اسی کھڑکی میں سے ایک مقدس، وجیہ اور پُرشکوہ وجلال پیر مرد مسجد میں داخل ہوتا ہے۔ اور ادھر اس نوجوان پر لرزہ طاری ہو کر آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی جاری ہو جاتی ہے۔ لیکن اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کیوں؟ صرف اس قدر ہوش ہے کہ حضور کا اس کھڑکی سے ورود بعینہٖ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بدر کامل اندھیری رات میں نمودار ہو گیا جس سے سب تاریکی دور ہو گئی اور حاضرین کے چہروں پر انبساط کی لہریں دوڑنے لگیں۔ اس موقع پر اکبر شاہ خان نے اپنے کچھ شعر بھی حضور کی تعریف میں سنائے جن کو حضور نے پسند فرمایا تھا۔ بیعت کے بعد دوسرے دن میں واپس ہو گیا کیونکہ حاضری کے تھوڑے دن تھے۔ پھر 1907ء کے موسم میں یعنی موسمِ گرما میں جب والد صاحب امرتسر آئے اور بیمار تھے تو ان کو قادیان لایا اور حضور کے ساتھ تعارف کروا کر ان کی صحت کے واسطے عرض کی گئی۔ یہ بھی کوشش تھی کہ وہ بیعت کر لیں گے لیکن افسوس کہ والد صاحب بزگوار اس نعمت سے محروم رہے۔ حضور نے دعا فرمائی اور مولوی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ سے نسخہ لینے کی بھی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ نسخہ لینے کے بعد ہم واپس امرتسر چلے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے بھی والد صاحب کو تسلی دینے کی غرض سے اپنے بچوں کی فوتیدگی کے حالات سنائے لیکن چونکہ والد صاحب کا دل اپنی لمبی بیماریوں کے باعث بہت ہی کمزور ہو چکا تھا ان کے آنسو جاری رہے۔ ان کو میرے پہلے بچہ کی مرگ کا سخت صدمہ تھا۔ (اس کی وجہ سے افسوس کرتے رہتے تھے۔) لکھتے ہیں کہ افسوس کہ مجھے حضرت جری اللہ کا دیکھنا پھر نصیب نہ ہوا۔ اور مجھ پر وہ دن سخت تلخ تھا جبکہ حضور کے وصال کی خبر بدر اخبار کے ذریعہ مجھے بنّوں میں ہوئی۔

(رجسٹر روایات نمبر 5 صفحہ 94 تا 96)

حضرت محمد حسین خان ٹیلرؓ ابن مکرم خدا بخش صاحب سکنہ گوجرانوالہ، بیعت 1897ء۔ یہ لکھتے ہیں کہ مجھے بچپن میں کُشتی دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ ایک دن میں کُشتی دیکھ کر آیا تو خواجے وہاں کوئی رہتے تھے۔ وہاں کسی خواجے کے گھر کوئی مہمان لاڑکانہ سے آیا تھا۔ اس سے وہ دریافت کر رہے تھے کہ لاڑکانہ کے حالات سناؤ۔ تو اس نے کہا کہ مَیں نے ایک نئی بات سنی ہے کہ ہمارے لاڑکانہ میں ایک مولوی نے تقریر کی ہے۔ تقریر میں اسی مولوی نے کہا زیادہ تعلیم پڑھنے سے بھی آدمی کا دماغ خراب ہو جاتا ہے اور اس نے کہا کہ قادیان میں ایک مرزا ہے جو فرماتا ہے کہ مَیں خدا ہوں۔ مَیں نے کہا کہ مولوی صاحب نے کسی کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے یا یونہی زبانی کہا ہے۔ تو اس نے کہا کہ براہین احمدیہ کا حوالہ دیتا تھا کہ اس میں لکھا ہے۔ تو مَیں نے وہاں سکھر میں ایک احمدی تلاش کیا اس کا نام محمد حیات تھا۔ وہ چنیوٹ کا رہنے والا تھا۔ اس سے میں نے جا کر دریافت کیا کہ تمہارے پاس براہین احمدیہ ہے؟ تو اس نے کہا کہ ہے۔ تو مَیں نے اسے کہا کہ ذرا کھول کر دکھائیں کہ جہاں حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ مَیں خدا ہوں۔ یہ احمدی نہیں ہوئے تھے اس وقت تک۔ جب انہوں نے کتاب کھول کر دیکھی تو اس میں لکھا ہوا تھا۔ خدا میرے میں ہے اور مَیں خدا میں ہوں۔ مَیں نے یہ بات کتاب میں سے جا کر شیخ صاحب کو دکھائی اور زبانی مَیں نے کہا کہ یہ بات تو معمولی سی ہے۔ جو آدمی شیطانی خیالات کا ہوتا ہے اسے تو ہمارے ملک میں مجسم شیطان بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔ تو جو رحمانی خیالات کا انسان ہے تو اس آدمی میں اگر رحمانی خیالات کی باتیں پائیں جائیں تو یہ کیا بڑی بات ہے؟ تو وہ مجھے جواب میں کہتا ہے کہ لو بھائی یہ بھی مرزائی ہو گیا ہے۔ تو مَیں نے ان کو جواب میں کہا کہ شیخ صاحب مرزائی تو بہت اچھی چیز ہے۔ کہتے ہیں کہ مرزائی تو ہمارے ہاں روئی دار واسکٹ کو کہتے ہیں۔ اگر کسی کو نمونیہ ہو جائے تو اس کے گلے میں ڈال دینے سے آرام آ جاتا ہے۔ بہرحال وہ سب میرے پہ ہنستے رہے اور کہنے لگے لو بھائی یہ مرزائی ہو گیا۔

اسی طرح آج کل بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی کتابوں میں سے توڑ مروڑ کر حوالے پیش کئے جاتے ہیں لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے، جیسا کہ مَیں نے کہا اس میں جہاں نام نہاد علماء کا ہاتھ ہے، وہاں ٹی وی چینلز کا اور میڈیا کا بھی ہاتھ ہے۔ پڑھنے ہی نہیں دیتے اصل کتابیں۔

اس کے بعد کہتے ہیں کہ مَیں اپنی دوکان پر چلا گیا۔ اس دن کے بعد رات کو مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ امام مہدی آخر الزمان جو آنے والا تھا وہ آ گیا ہے۔ تو مَیں نے پوچھا کہ کس جگہ میں۔ اس آدمی نے کہا کہ یہاں سے 25 کوس کے فاصلے پر ہیں۔ اپنا خواب کا قصہ سنا رہے ہیں، کہتے ہیں کہ مَیں نے پوچھا کہ کس جگہ پر مہدی آیا ہے؟ اس آدمی نے کہا کہ یہاں سے 25 کوس کے فاصلے پر ہیں، جنوب کی طرف۔ تو مَیں اس آدمی کے کہنے پر جنوب کی طرف خواب میں روانہ ہو گیا۔ تو آگے کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت امام مہدی گھوڑے پر سوار ہیں اور ان کے ساتھ دو سو سوار اور ہیں اور وہ آ رہے ہیں۔ تو مَیں نے عرض کیا کہ حضور میری بیعت لے لو۔ تو مَیں نے حضور کی بیعت کر لی اور حضور کے ساتھ روانہ ہو گیا اور حضور لاہور جا کر ٹھہرے اور مَیں نے عرض کیا کہ حضور آپ مجھے رکھ لیں۔ حضور نے فرمایا کہ جو دین سے قطع تعلق کر دیتا ہے اسے دین سے کچھ نہیں ملتا۔ دنیا میں رہ کر انسان کو دین حاصل کرنا چاہئے۔ تو مَیں نے کہا یہاں نزدیک ہی شہر گوجرانوالہ ہے۔ مَیں وہاں جا کر اپنی والدہ کو مل آؤں۔ مجھے حضور نے اجازت دیدی۔ پھر مَیں گوجرانوالہ گیا تو گوجرانوالہ میں اپنے مکان کی سیڑھی میں مَیں کہہ رہا ہوں کہ آخر الزمان امام مہدی آ گیا ہے۔ جس نے بیعت کرنی ہو یا زیارت کرنی ہو لاہور میں تشریف لے جائے۔ پھر اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سکھر میں ہوں۔ سکھر میں خواب دیکھی تھی۔ دوسرے دن پھر خواب میں دیکھا کہ سکھر میں اپنی دوکان میں ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام آسمان کی طرف کسی بلندی پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور ایک آدمی کو فرمایا کہ یہاں ہمارا ایک غلام رہتا ہے اس کا سر لے آؤ۔ جب اس آدمی نے مجھے آ کر کہا تو مَیں نے اسے اپنا سر دونوں کانوں سے پکڑ کر دے دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور نے فرمایا سر اس کے ساتھ لگا دو اور یہ میرے خزانے سے بھی اس کو دے دو۔ اس نے آ کر سر لگا دیا۔ مَیں کلمہ پڑھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور مَیں نے کہا کہ جو کچھ حضور نے مجھے دیا ہے دے دو۔ اس نے دینے سے انکار کر دیا۔ (یہ خواب کا ہی قصہ سنا رہے ہیں۔) اسی اثناء میں تمام رات گزر گئی۔ صبح ہو گئی اور مَیں اٹھ بیٹھا۔ پھر تیسرے دن رات دس گیارہ بجے کے قریب مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرا بدن کسی چیز سے دبایا گیا ہے اور مجھے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ مَیں سویا ہوا ہوں کہ مَیں جاگتا ہوں۔ اتنے میں حضرت امام مہدی علیہ السلام میرے پاس آ گئے اور فرمایا کہ کیا ہوا اگر اس نے نہیں دیا۔ ہمارے پاس بہت ہے۔ آپ ہاتھ باہر نکالیں۔ مَیں نے ہاتھ باہر نکالا تو حضور نے میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔ مَیں نے منہ میں ڈال لیا۔ (کوئی چیز جو بھی تھی۔) گویا کہ مَیں نے حضور کی بیعت اس طرح پر کی ہے۔ پھر اس کے بعد مَیں ایک دفعہ قادیان آیا تو راستہ میں بٹالہ میں رات کے گیارہ بجے اترا تو وہاں کوئی جگہ نہیں تھی ٹھہرنے کی۔ مَیں حیرانگی سے مسافر خانے کے برآمدے میں کھڑا ہو گیا کہ یا اللہ مَیں اب کہاں جاؤں۔ لوگ جو گاڑی سے اترے تھے وہ اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ پھر اس کے بعد ایک آدمی نکلا تو اس نے کہا کہ آپ نے کہاں جانا ہے؟ (اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کا انتظام کس طرح کرتا تھا؟ انہوں نے آگے یہ قصہ بیان کیا ہے۔) کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا کہ میں نے جانا تو سکھر تھا لیکن اب میرا یہ ارادہ ہوا ہے کہ مَیں حضرت امام مہدی آخر الزمان کی زیارت کر کے جاؤں۔ تو اس نے کہا کہ سکھر میں ایک آدمی بنام حسین بخش ہے آپ اس کو جانتے ہیں؟ تو مَیں نے کہا کہ مَیں اس کو جانتا ہوں۔ اس نے کہا کہ چلو اس کے مکان پر ٹھہریں صبح آپ چلے جانا۔ مَیں اس کے ساتھ چلا گیا تو حسین بخش کے دروازے پر دستک دی تو وہ باہر آیا اور بہت خوشی سے ملا۔ رات مَیں اس کے مکان پر ٹھہرا۔ صبح جب مَیں وہاں سے اٹھ کر قادیان روانہ ہونے لگا تو اس نے کہا کہ مَیں آپ کو نہ جانے دوں گا جب تک آپ میرے مکان پر کھانا نہ کھا لیں۔ پھر بازار گیا اور سبزی وغیرہ لا کر اور پکا کر مجھے روٹی وغیرہ کھلائی۔ پھر مجھے وہ یکے پر بٹھانے کے واسطے آیا تو تیلی دروازہ کے باہر ایک یکّہ کھڑا تھا، قادیان جانے کی سواریاں تھیں اس میں بیٹھ گیا۔ پہلے دو سواریاں اس میں بیٹھی ہوئی تھیں، تیسرا میں بیٹھ گیا۔ یکّے والے نے گھوڑا اچلا دیا اس میں سے ایک آدمی تھا جس کی بہت لمبی داڑھی تھی مہندی لگائی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے پوچھا کہ آپ نے کس جگہ جانا ہے۔ مَیں نے کہا کہ حضرت امام مہدی کی زیارت کرنے جانا ہے۔ وہ کہنے لگا پتہ نہیں لوگ یہاں کیوں آتے ہیں۔ لوگوں کے دماغوں کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ بٹالہ سے قادیان تک یہی باتیں کرتا آیا۔ مَیں استغفار اور لاحول ولاقوۃ الّا باللہ پڑھتا آیا تو قادیان جب اڈے خانہ پر اترے، آگے آگے وہ چلا پیچھے پیچھے مَیں چل پڑا۔ مسجد مبارک کے نیچے جہاں لیٹر بکس لگا ہے وہ تو مرزا گل کے احاطہ کی طرف ہو گیا اور ایک آدمی مجھے ملا اور اس نے کہا کہ آپ نے کہاں جانا ہے تو مَیں نے کہا کہ مَیں نے حضرت نور الدین صاحب کو ملنا ہے۔ تو میں نے اس سے دریافت کیا کہ یہ میرے آگے آگے کون شخص تھا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ مرزا امام دین ہے (جو گالیاں نکال رہے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو)۔ پھر مَیں حضرت مولوی صاحب کے پاس چلا گیا۔ ایک ڈاکٹر حسن علی کا رقعہ ہمراہ لایا تھا (جو پہلے احمدی تھے) وہ دیا۔ مولوی صاحب نے مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہاں بیٹھ جائیں۔ مَیں وہاں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میرے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ حضرت صاحب مسجد میں آ گئے ہیں۔ تو مسجد مبارک میں داخل ہوئے تو ایک محراب تھا جو کہ چھوٹی سی کوٹھڑی کی طرح تھا۔ ایک طرف حضرت امام مہدی بیٹھے تھے اور دوسری طرف حضرت نور الدین صاحب بیٹھ گئے۔ میرے متعلق حضور سے کہا کہ حضور یہ ڈاکٹر حسن علی کا پھوپھی زاد بھائی ہے اور بیعت کے واسطے آیا ہے۔ پھر مَیں نے حضور کی بیعت کی اور میں حضور کو اپنے بچپن کے حالات سناتا رہا اور حضور سنتے رہے۔ ایک تو مَیں نے عرض کیا کہ میرا چھوٹا بھائی ہے اس کے واسطے دعا کریں کہ وہ احمدی ہو جائیں۔ مَیں نے اس کے واسطے اخبار بدر بھی جاری کر دیا ہے۔ اور جو حضور کی کتب بھی ملتی ہیں وہ بھی اسے دیتا ہوں اور وہ اس کو ہاتھ نہیں لگانا پسند کرتا۔ کہتا ہے کہ اس میں جادو

بھرا ہوا ہے اور جو پڑھتا ہے وہ مرزائی ہو جاتا ہے۔حضور دعا فرماویں کہ وہ سلسلہ حقہ میں داخل ہوجائے۔حضور نے فرمایا آپ کے ارادے نیک ہیں۔خدا آپ کو بڑی کامیابی دے گا۔پھر حضور نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو میری ایک آنکھ خراب تھی اور سرخ ہوئی تھی۔حضور نے فرمایا کہ آپ کی یہ آنکھ کب سے خراب ہے۔تو مَیں نے عرض کیا کہ یہ بچپن سے میری آنکھ خراب ہے۔ایک دفعہ کوہ مری پہاڑ پر گیا تھا تو مجھے آرام آ گیا تھا بعد میں پھر ویسی حالت ہوگئی۔حضور نے کہا کہ آپ کا کام کوہ مری میں اچھا چل سکتا ہے۔آپ کوہ مری میں کام کیا کریں۔مَیں نے عرض کیا کہ حضور مَیں اب سکھر میں کام کرتا ہوں۔محنتی آدمی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔کیونکہ سکھر اور کوہ مری کا چھ سو یا سات سو میل کا فاصلہ ہے۔حضور نے فرمایا کہ آپ کو اللہ شفا دے گا۔تو معاً مجھے (میری) آنکھ کو بالکل آرام ہوگیا۔اس کے بعد جب مَیں مسجد کے نیچے گیا تو تب مولوی صاحب کے پاس جا بیٹھا تو حضور (مولوی صاحب) نے مجھے اشارۃً کہا کہ دوائی ڈلوالیں۔تو مَیں نے عرض کیا کہ اب تو مجھے بالکل آرام آ گیا ہے۔پھر اس کے کچھ مدت بعد حضور لاہور تشریف لے گئے۔

اگلی روایت یہ بیان کرتے ہیں۔ایک دن حضور کی ملاقات کے لئے ڈپٹی کمشنر اور پولیس کپتان آئے اور انہوں نے کہلا بھیجا کہ ہم ملاقات کے واسطے آئے ہیں۔حضور نے فرمایا کہ مجھے زیادہ فرصت نہیں ہے۔ایک دو منٹ کے واسطے مل سکتا ہوں۔سیڑھی میں کھڑے ہوکر حضور نے ان کی ملاقات کی تو ان افسروں نے کہا کہ رات ہمیں رپورٹ پہنچی ہے کہ رات اینٹیں پڑی ہیں (یعنی کہ کسی نے اینٹیں پھینکی ہیں) اگر آپ چاہیں تو پولیس کا انتظام کردیں۔حضور نے فرمایا کہ ہماری حفاظت خدا کر رہا ہے۔آپ جس طرح مناسب سمجھیں اپنا فرض ادا کریں۔اس کے بعد وہ چلے گئے۔

پھر کہتے ہیں کہ ایک دن حضور دن کے دس بجے آئے گھڑی کا ٹائم ٹھیک کرنے کے واسطے۔گھڑی رومال میں بندھی ہوئی تھی۔نکال کر وقت ٹھیک کیا پھر اوپر چلے گئے۔کہتے ہیں ایک دفعہ پھر مَیں قادیان آیا ،حضور کو ایک آدمی خط سنا رہا تھا۔سیالکوٹ سے کسی احمدی کی طرف سے آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ حضور میرے کُڑم (سمدھی جو ہوتے ہیں، بیٹی یا بیٹے کے سسرال والے) کہتے ہیں کہ بارات کے ساتھ باجا بھی لاؤ اور آتشبازی بھی لاؤ۔حضور نے فرمایا کہ باجا تو بطور اعلان کے ہے اس کا تو کوئی گناہ نہیں۔اور آتش بازی ایک مکروہ چیز ہے۔اس واسطے حضور نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ باجا ہم لے آئیں گے اور آتش بازی کے خیال کو آپ چھوڑ دیں۔پھر ایک دفعہ بابو محمد رشید کا کچھ مدت بعد احمدیت کی طرف رجحان ہوگیا۔کچھ میرے ساتھ تبادلہ خیالات ہوا۔اس کے بعد چار آدمی میرے ساتھ بیعت کے واسطے قادیان آنے کو تیار ہوگئے۔بابو محمد رشید، مولوی محبوب عالم اور مستری علم دین، چوتھے کا مجھے نام یاد نہیں۔مَیں نے ان چاروں شخصوں کو قادیان لاکر بیعت کروادی۔

ایک اور عجیب واقعہ انہوں نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ جب آیا تو کھڑکی کے راستے حضور جب مسجد میں تشریف لائے تو لوگ استقبال کے واسطے اٹھے۔تو ایک پٹھان تھا جو درد نقرس سے بیمار تھا اور دو سوٹوں سے چلتا تھا۔اس کے کھڑا ہونے میں کچھ دیر ہوگئی تو حضور جب باہر نکلے تو حضور کا پاؤں اس کے پاؤں پر آیا۔تو اس طرف کی اس کی تمام دردیں اچھی ہوگئیں۔کچھ دیر کے بعد جب حضور اندر جانے لگے تو اس نے کہا کہ حضور اِس پاؤں پر بھی پاؤں رکھ دیں تو حضور اس کے پاؤں پر پاؤں رکھ کر چلے گئے۔بعد میں اس نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ مَیں آپ سے قریباً چھ ماہ ہوگئے علاج کروا رہا ہوں کچھ اچھی طرح سے آرام نہیں آیا تھا۔آج یہ واقعہ ہوا ہے کہ جب حضور براستہ کھڑکی مسجد میں تشریف لائے تو میرے پاؤں پر پاؤں آ گیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس طرف کی تمام دردیں دور ہوگئی ہیں۔خلیفہ اولؓ نے جواباً فرمایا کہ بھائی وہ تو خدا تعالیٰ کے رسول ہیں۔مَیں تو معمولی حکیم ہوں۔مَیں نے دوا دارو ہی دینا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے تو کوئی کسی ضروری حاجت کے واسطے اندر تشریف لے گئے تو پاس ہی حضور کی صدری پڑی تھی۔اس کو اپنے کندھے پر رکھ لیا تو اندر چلے گئے۔دو تین منٹ کے بعد پھر واپس آ گئے تو صدری لاکر پھر وہاں رکھ دی۔تو سید فضل شاہ صاحب کہتے ہیں کہ حضور یہاں تو کوئی اوپرا آدمی نہ بیٹھا ہوا تھا۔حضور دو منٹ کے واسطے اندر گئے ہیں اور پھر واپس آ گئے ہیں تو حضور نے صدری اپنے کندھے پر رکھ لی۔حضور نے فرمایا کہ کسی کو گناہ کرنے کا موقعہ نہیں دینا چاہئے۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 5 صفحہ 97 تا 103)

تو یہ ان لوگوں سے تو خدشہ نہیں تھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک تربیت کا انداز تھا کہ بجائے اس کے کہ کسی کو موقع دو یا شکوک میں مبتلا ہو اگر کوئی چیز تمہاری ہے تو ساتھ ہی اٹھا لو۔

روایات کافی ہیں، وقت کم ہو رہا ہے۔آخر میں صرف ایک دو اَور بیان کر دیتا ہوں۔

حضرت شیخ محمد اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جو سرساوا ضلع سہارنپور کے تھے۔1894ء میں انہوں نے بیعت کی ہے۔لکھتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس زمانہ کے مولویوں اور صوفیوں پر بھی افسوس کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حق سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کے بندوں کو راستی سے ہٹانے میں پہلوں سے بھی زیادہ زور لگایا تا اللہ تعالیٰ کے بندے راستی کو قبول نہ کریں۔اگر اللہ تعالیٰ مجھے یہ تسلی نہ دیتا کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پھیلاؤں گا اور تجھے نامراد نہیں ہونے دوں گا۔تو یہ جو مولویوں کی بک بک ہے پتہ نہیں کیا تکلیف دیتی؟ فرمایا کہ اگر یہ لوگ میری آہ و بکاہ کو سن لیں کہ مَیں کس طرح ان لوگوں کی بہتری اور ہدایت کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور روتا ہوں کہ اے میرے مالک، میرے محسن تو آپ ان پر رحم فرما اور ان کے دلدّروں کو دور کر دے اور ان کو صراط مستقیم پر چلا اور ان کو گمراہی کے گڑھے میں گرنے سے بچالے۔مَیں بار بار الٰہی آستانہ پر ان کے لئے گرتا ہوں کہ الٰہی یہ بے خبر ہیں کہ میں ان کے لئے تیرے سے کیا کیا مانگتا ہوں۔اللہ اللہ جب حضور نے یہ الفاظ منہ سے فرمائے تو ہم تصویر ہی بنے ہوئے تھے کہ یہ پاک وجود اللہ تعالیٰ کے بندوں کا ایسا خیر خواہ ہے؟ یہ بالکل صحیح ہے اللہ تعالیٰ جن پاک وجودوں کو اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے وہ اس کے بندوں کے لئے دردمند اور سچے خیر خواہ ہوتے ہیں۔اس کے بندوں کے لئے اس قدر بے تاب ہوتے ہیں کہ ماں باپ بھی ایسے خیر خواہ نہیں ہوسکتے۔لکھتے ہیں کہ کیونکہ مَیں نے آپ کے کرب کی آوازیں سنی ہوئی ہیں۔(تو مجھے تو اندازہ ہے کہ کس طرح بے تابی ہوتی تھی)۔

(رجسٹر روایات صحابہ جلد 6صفحہ 97-98)

حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن شیخ مسیتا صاحب سکنہ سرساوا ضلع سہارن پور کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دوستوں میں اپنی قوت قدسیہ سے یہ اثر پیدا کر دیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کو کارساز یقین کرتے تھے اور کسی سے ڈر کر جھوٹ جیسی نجاست کو اختیار نہیں کرتے تھے اور حق کہنے سے رکتے نہیں تھے اور اخلاق رذیلہ سے بچتے تھے اور اخلاق فاضلہ کے ایسے خوگر ہوگئے تھے کہ وہ ہر وقت اپنے خدا پر ناز کرتے تھے کہ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔یہ یقین ہی تھا کہ آپ کے دوستوں کے دشمن ذلیل وخوار ہوجاتے تھے اور آپ کے دوست ہر وقت خدا تعالیٰ کے شکر گزار ہی رہتے تھے اور خدائے تعالیٰ کی معیت ان کے ساتھ ہی رہتی تھی اور آپ کے دوستوں میں غنا تھا اور خدائے تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھتے تھے اور حق کہنے سے نہ رکتے تھے اور کسی کا خوف نہ کرتے تھے۔اعمال صالحہ کا یہ حال تھا کہ ان کے دل محبت الٰہی سے ابلتے رہتے تھے اور جو بھی کام کرتے تھے خالص للّٰہی سے ہی کرتے تھے۔ریا جیسی ناپاکی سے متنفر رہتے تھے کیونکہ ریا کاری کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام خطرناک بداخلاقی فرمایا کرتے تھے کہ اس میں انسان منافق بن جاتا ہے۔مَیں نے اپنے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی آنکھوں کے پردے کبھی اوپر اٹھے ہوئے نہیں دیکھے تھے۔ہمیشہ آپ کی آنکھوں کے پردے آپ کی آنکھوں کو ڈھکے ہی رکھتے تھے۔اتنی حیا آپ کی آنکھوں میں تھی۔مگر جب کبھی اللہ تعالیٰ کے کسی دشمن کا ذکر یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آپ کرتے تو آپ کی آنکھوں کے پردے بالکل اوپر اٹھ جاتے تھے ورنہ آپ کی آنکھوں کو پردے چھپائے ہی رکھتے تھے۔اتنی حیا دار تھیں آپ کی آنکھیں۔کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو اتنی محبت تھی کہ جب کبھی آپ آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر فرماتے تو آپ فرماتے اگر یہ پاک رسول دنیا میں نہ آتا تو دنیا میں ہدایت ہی باقی نہ رہتی، گمراہی گمراہی ہوتی۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اپنی جماعت کو اخلاق رذیلہ سے بچنے کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ تم اللہ تعالیٰ کے مظہر بنو اور اخلاق فاضلہ اختیار کرو تا اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالے۔فرماتے ہم نے تو اپنے خدا کو ماں سے زیادہ محبت کرنے والا دیکھا ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے اخلاق ہی ایسے تھے کہ جس نے غور سے آپ کے اخلاق کو دیکھا وہی سرخم تسلیم ہوجاتا تھا اور آپ کی محبت میں چُور ہوجاتا تھا اور آپ کی جدائی کو پسند ہی نہ کرتا تھا اور دھونی رما کر آپ کے ہی قدموں میں گر جاتا تھا اور گیند کی طرح ٹھوکریں کھا کر بھی آپ کی جدائی کو پسند نہ کرتا تھا۔یہ تھے میرے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے اخلاق حسنہ۔کہتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بدظنی سے بچنے کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے بدظنی کرنے والا کبھی بھی نورِ ایمان سے منور نہیں ہوسکتا کیونکہ بدظنی خطرناک بداخلاقی ہے۔یہ خدا تعالیٰ سے بھی ناامید کر دیتی ہے۔

پس ہماری جماعت کو چاہیے بدظنی سے بہت بچے۔بدظنی کرنے والا خدا کی پاک جماعت میں شامل نہیں رہ سکتا۔یہی الٰہی سلسلہ کی پہچان ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بار بار اپنی جماعت کو یہی نصیحت فرمائی ہے کہ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم ہی کو معرفت الٰہی کا ذریعہ یقین کریں اور اس کے بتائے ہوئے ہی اعمالِ صالحہ ہوسکتے ہیں۔کیونکہ قرآن کریم نے انہی اعمال کا ذکر کیا ہے جو کہ انسان کو دنیا کی اور آخرت کی بھلائی تک پہنچاتے ہیں۔مَیں سچ سچ کہتا ہوں یہی وہ آخری کتاب ہے جس کی برکات کا ذکر تمام دنیا کے راستبازوں کی زبان نے تصدیق فرمائی تھی۔پس ہماری جماعت اس پاک کتاب کو اپنا دستور العمل بنائے۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 6 صفحہ 66 تا 68)

اللہ تعالیٰ ان صحابہ کے بھی درجات بلند فرمائے جو یہ واقعات اور حالات ہم تک پہنچا کر ہمارے ایمانوں کو مزید بڑھانے کا باعث بنے۔اور ہمیں بھی توفیق دے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے مشن کو جو اسلام کے احیائے نو کا مشن ہے آگے بڑھانے کے لئے، ہر قربانی کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔اپنی حالتوں کو حقیقی اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔یہی توقع حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ہم سے کی ہے اور جو نمونے صحابہ نے ہمارے سامنے پیش فرمائے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

حاصل مطالعہ

مرسلہ: احمد طاہر مرزا۔ ربوہ

دارالذکر اور بیت النور لاہور میں دہشتگردوں کے نہایت ظالمانہ و بہیمانہ حملوں اور اس کے نتیجہ میں ہونے والی شہادتوں پر پاکستانی دانشوروں اور کالم نویسوں کا ردّعمل۔

تشدد

(از جناب انور شعور صاحب)

درندوں سے بڑھ کر وہ سفاک ہیں
تشدد جو کرتے ہیں ، پروردگار
اگر ہے یہی حال انسان کا
ہم انسان ہونے پہ ہیں شرمسار

(روزنامہ جنگ پاکستان 30 مئی 2010ء)

❁❁❁❁❁❁

جو گہوارے تھے امن و آشتی کے

(از جناب انور شعور صاحب)

جو گہوارے تھے امن و آشتی کے
نشانہ بن رہے ہیں اب وہاں لوگ
دکھوں سے بلبلا کر جائیں تو جائیں
سکون قلب کی خاطر کہاں لوگ

(روزنامہ جنگ پاکستان 6 جولائی 2010ء)

❁❁❁❁❁❁

سمجھ میں نہیں آتا............

جناب فاروق عادل اپنے کالم میں عنوان مذکورہ بالا کے تحت لکھتے ہیں:۔

’’جس دم گڑھی شاہو اور ماڈل ٹاؤن میں لاشیں گر رہی تھیں اور صاف نظر آتا تھا کہ یہ تباہی ایسی یادگار رہتا ہی بن جائے گی، جسے حوالے کے طور پر یاد رکھا جائے گا، ہماری ٹیلی ویژن اس بحث میں مصروف تھے کہ نشانہ بننے والوں کو احمدی لکھا جائے، قادیانی یا مرزائی؟ 28 مئی کو اُن خون آشام گھڑیوں سے شروع ہونے والا یہ مخمصہ اس وقت تک جاری رہا، جب لاہور میں جماعت احمدیہ کے ترجمان نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا، اس پریس کانفرنس نے الیکٹرانک میڈیا میں یہ سوال اٹھا دیا کہ یہ پریس کانفرنس نشر کی جائے یا نہیں؟ بعض نے اس کے کچھ حصے دکھا دیے، کچھ نے بغیر آواز کچھ حصے نشر کیے، بعضوں کے خیال میں ٹکر (ٹیلی ویژن اسکرین پر چلنے والی خبری پٹی) چلا دینا ہی کافی تھا اور بعض کو بھی پریشان کیے رکھا بالکل اسی طرح ان سطور کا لکھنے والا بھی پریشان ہو رہا ہے اور اپنے آپ سے الجھ رہا ہے کہ وہ ان سطور کو لکھے یا نہ لکھے؟......‘‘

❁❁❁❁❁❁

احمدیوں پر حملہ: چند پہلو

جناب زمان خان اپنے کالم زمانہ سازیاں میں لکھتے ہیں:۔

’’28 مئی جمعہ کو لاہور میں ماڈل ٹاؤن اور گڑھی شاہو میں احمدیوں کی عبادت گاہوں پر حملہ اور بے گناہ احمدیوں کے قتل کے بارے میں لکھنے پر میں تذبذب کا شکار ہوں۔ پاکستان میں یہ کام پہلی دفعہ نہیں ہوا۔ عوام دشمن عناصر نے چھپ کر تو وار نہیں کیا۔ وہ دن کی روشنی میں، دوپہر کے وقت آئے، جب نہتے احمدی بڑی تعداد میں اپنی عبادت گاہوں میں موجود تھے۔ اس دہشت گردی کے نتیجہ میں سو کے قریب لوگ مارے گئے اور سینکڑوں زخمی ہو گئے۔ احمدیوں نے ماڈل ٹاؤن میں ایک حملہ آور کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا جسے چھڑانے کے لئے اس کے ساتھیوں نے جناح ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ پر حملہ کر دیا۔ شاید پولیس ان حملوں کے ملزموں کا سراغ لگانے میں کامیاب بھی ہو جائے اور ایک دو ملزم اعتراف جرم بھی کر لیں......‘‘۔

’’بانی پاکستان قائداعظم محمد جناح نے شروع ہی میں واضح کر دیا تھا کہ پاکستان میں مذہب، رنگ یا علاقہ کی کوئی تفریق نہیں ہو گی۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ روشن خیال فکر رکھنے والے کمزور ہوتے گئے اور مذہبی جنونیت بڑھتی گئی۔ مذہبی جنونیت نے آگے بڑھ کر مذہبی عدم برداشت کی شکل اختیار کر لی اور ہر مخالف واجب القتل ٹھہرا۔

’’مسلمانوں کے دو بڑے فرقے سنی اور شیعہ ایک دوسرے کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ اسی طرح مرزا غلام احمد کے نقطۂ نظر کو سنی اور شیعہ فرقوں نے قبول نہیں کیا بلکہ ان کو اسلام سے خارج کر دیا۔ انگریز دور کی اچھی بات یہ تھی کہ اس زمانے کے مذہبی اکابرین ایک دوسرے سے مکالمہ اور مناظرہ کرتے تھے۔ تاہم سب سے پہلے احرار والوں نے احمدیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کیا اور قابل گردن زدنی قرار دیا۔ پاکستان کے مخالف عناصر یعنی مذہبی جماعتوں نے پاکستان میں اپنی حکمرانی کا درس شروع کر دیا۔

پاکستان میں سب سے پہلے تشدد کا عنصر، عوامی سطح پر احراریوں اور خاص کر مذہبی علماء نے احمدیوں کے خلاف کھلے عام نفرت پھیلا کر کیا۔ میرے ذہن پر بچپن کے انمٹ نقوش میں سے ایک احمدیوں کا جلا ہوا گھر ہے۔ مجھے یاد نہیں 1953ء کے احمدی مخالف بلوؤں میں کتنے آدمی مارے گئے مگر خواجہ ناظم الدین نے جو بذات خود راسخ العقیدہ مسلمان تھے مذہبی لوگوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا بلکہ ان کو سختی سے کچل دیا۔ ان بلوؤں کے بارے میں حکومت نے ایک انکوائری کمیشن تشکیل دیا جس نے بہت ہی اعلیٰ رپورٹ لکھی۔

1974ء میں جب مذہبی جماعتوں کے پاس ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف اور کوئی نعرہ نہ رہا تو انہوں نے اسلامی تنظیم طلبا کے ذریعے احمدیوں کے خلاف ایک دفعہ پھر مہم کا آغاز کر دیا۔ شورش کاشمیری نے بھٹو کو ہیرو بننے کا مشورہ دیا اور پاکستان کی پارلیمنٹ نے احمدیوں کو کافر قرار دے دیا۔

عوام کا خیال ہے کہ ایک تو ان دہشتگردوں کی آبیاری کسی نہ کسی سطح پر انتظامیہ کر رہی ہے۔ کیونکہ جناح ہسپتال اور فوج کے جی ایچ کیو پر حملہ اندرونی امداد کے بغیر ممکن نہیں۔ لگتا یوں ہے کہ انتظامیہ مذہبی جنونیوں اور دہشتگردوں کا مقابلہ کرنے میں سنجیدہ نہیں کیونکہ مذہبی جنونیت اور عدم رواداری کے فلسفہ کو عام کرنے میں کئی دہائیاں لگیں اور اس کو ختم کرنے کے لئے بھی کئی دہائیوں کی انتھک جدوجہد کی ضرورت ہے جو کہ نظر نہیں آتی‘‘۔

❁❁❁❁❁❁

28/مئی 2010ء کو لاہور میں دارالذکر اور بیت النور پر دہشتگردوں کے حملہ کے نتیجہ میں کئی احباب زخمی ہوئے۔ بعض اس وقت بھی زیر علاج ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ شہداء اور ان کے پسماندگان کے ساتھ ساتھ ان زخمی احباب کو اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور صحت والی، فعال اور اپنے فضلوں سے معمور لمبی زندگی سے نوازے۔ آمین

صابر و شاکر اور راضی برضا لوگ

(جمیل احمد بٹ۔ کراچی)

28/مئی کا سانحہ لاہور، دنیا میں ہر جگہ بسنے والے احمدیوں کے لئے انتہائی دُکھ اور غم کی خبر تھی۔ اس حادثہ کے براہِ راست متاثرین سے ملاقات کی غرض سے کراچی جماعت کا ایک وفد ہفتہ کی رات لاہور حاضر ہوا۔ راقم بھی شریکِ وفد تھا۔ دو دن قیام کے دوران جماعت کے زعماء، کارکنان، راہِ مولیٰ میں قربان ہو جانے والوں کی مساجد میں موجود اور محفوظ رہنے والے بہت سے افراد سے ملنے کا موقع ملا۔

دارالذکر اور بیت نور کی عمارتیں، جا بجا فرش اور دیواروں پر بہائے گئے خون کے خشک نشانات، ٹوٹ کر بکھرے ہوئے شیشوں، گرنیڈ کے حملوں سے نشان شدہ گیٹ، دیواروں اور مینار، خودکش حملوں کے نتیجہ میں دھماکہ سے چھت کے پنکھوں کے مڑے ہوئے پَر اور دھوئیں سے سیاہ چھت جلی ہوئی صفیں یہ سب اس تباہی کی تصویریں تھیں جو ان جگہوں پر گزری اور جس کے نتیجے میں 84 نیک بختوں نے زیر لب دعاؤں اور درود شریف پڑھتے ہوئے اس تقدیر پر راضی رہ کر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور 124 افراد زخمی ہو کر اسپتال جا پہنچے۔ (بعد ازاں زخمیوں میں سے دو مزید افراد شہید ہوئے)

وہ سب لوگ جو اس واقعہ سے اگلے روز دارالذکر میں ہمیں ملے ان سب کا جہاں غم اور دُکھ مشترک تھا وہیں باوجود ڈبڈبائی آنکھوں کے ان کے مطمئن پُرسکون اور مسکراہٹوں سے سجے چہرے بھی۔ گو یہ آنکھیں اور ہونٹ دھوپ چھاؤں کا منظر دکھاتے تھے لیکن یہ لگتا ہی نہ تھا وہ گزشتہ دن اتنے بڑے سانحہ سے گزرے ہیں۔ یہ اطمینان یقیناً خوف کے امن سے بدل دیئے جانے کی اس نوید کا عملی اظہار تھا جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۃ النور میں آیت استخلاف میں اپنے مومن بندوں سے وعدہ فرمایا ہے۔

شہر کے پانچ اسپتالوں میں 50 سے زائد زخمیوں سے ملاقات ہوئی ان میں زیادہ دارالذکر میں زخمی ہوئے اور تین گھنٹہ سے زیادہ بلا کسی طبی امداد کے وہیں رہے تھے، ان کے زخموں سے خون بہتا رہا تھا اور دہشت گردوں کو اپنے ارد گرد کاروائی میں مشغول اور ان کے ہاتھوں اپنے دوستوں، عزیزوں اور پیاروں کو گولیوں کا نشانہ بنتے دیکھتے رہے تھے۔ لیکن آفرین ہے ان کے عزم و حوصلہ کو کہ اسپتال بیڈ پر لیٹے ہوئے ان کے پُرسکون چہروں سے ہرگز پتہ نہ لگتا تھا کہ وہ کس بدترین صورت حال سے گزرے ہیں۔

ان کے زخم مختلف نوعیت کے تھے۔ گولیاں کسی کے بازوؤں پر لگی تھیں اور کسی کی ٹانگوں پر۔ کسی کو لگنے والی گولیاں ابھی جسم کے اندر ہی تھیں اور آپریشن ہونا باقی تھا۔ کسی کے گولی جسم کے پار ہو گئی تھی، کوئی گرنیڈ کے حملہ سے زخمی تھا اور بہت سارے چھرے جسم کے مختلف حصوں میں پیوست تھے۔ لیکن جس کا حال پوچھا بلا استثناء ہر ایک نے مسکرا کر یہی کہا کہ الحمدللہ۔ چہروں کے ان خوشگوار تاثرات سے ہرگز یہ پتہ نہ لگتا کہ ان کے زخم کی نوعیت اور شدت کیا ہے؟ مزید پوچھنے پر ہی معلوم ہوتا کہ سب ٹھیک نہیں ہے۔ اور بہتوں کے دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے، اپنے بازو استعمال کرنے اور کلائی پکڑنے کے مقابلوں میں حصہ لینے میں ابھی بہت وقت گزر سکتا ہے۔ جی ہاں لاہور کے کلائی پکڑنے کے مقابلوں کے بہترین ناصر کھلاڑی بھی زخمی بازو کے ساتھ یہاں داخل تھے۔

ان زخمیوں میں سے ایک بزرگ بڑی خوشی سے بتا رہے تھے کہ وہ دارالذکر میں گزشتہ پچیس سالوں سے اقامت کہتے آئے ہیں اور بڑی خوش دلی سے پُرامید تھے کہ اگلے جمعہ پر تکبیر کہیں گے گو دونوں ٹانگیں اور بازو بندھے ہوئے تھے۔ بظاہر ایسا جمعہ آنے میں ابھی بہت دیر تھی۔

ایک ہنستا مسکراتا نوجوان تھا جس کے گھٹنے پر گولی لگی تھی لیکن حال پوچھنے پر اس نے اس اظہار کو کافی سمجھا کہ بالکل ٹھیک ہے۔ ایک اور بزرگ بڑی خوش دلی سے اس امر کے شاکی تھے کہ وہ بجائے ان لوگوں میں شامل ہونے کے جو آگے چلے گئے ہیں اسپتال کیوں آن پہنچے ہیں۔

صبر و شکر ایک احمدی کا طرزِ زندگی ہے اور خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا اس کا چلن ہے۔ یہ خوبیاں عام زندگی میں اتنی نمایاں نہ بھی ہوں تو اس وقت ضرور دیکھنے والوں کو حیران کرتی ہیں جب محبت کرنے والے قریبی ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائیں۔ اور جب یہ جدائی ان حالات میں ہو جیسا کہ دارالذکر اور بیت نور میں پیش آئے اور ردِّعمل پھر بھی حسبِ معمول ہو تو یہ اظہار چشم حیران کے لئے اور بھی حیران کن ہے۔ ہم بہت سے گھروں میں گئے ہمیں تو علم تھا کہ ان گھروں میں کیا واقعہ پیش آیا ہے لیکن ان گھروں کے در و دیوار اور ان میں بسنے والوں نے ہرگز اس کا پتہ نہ لگنے دیا۔ خاموش ضرور تھے، آنکھیں بھری ہوئی تھیں لیکن بس اور کوئی بے صبری، واویلا، شکوہ کسی زبان پر نہ تھا۔ جانے والے ہر عمر کے تھے۔ بڑی عمر کے بزرگ، درمیانی عمر کے ناصر، جوان جہاں اور نوجوان جو ابھی پھولوں کی طرح کھلنے لگے تھے لیکن سب کے پس ماندگان کا رویّہ یکساں تھا بوڑھے باپ جن کے نوجوان بیٹے اور داماد گزر گئے، جواں جن کے باپ، سسر، بہنوئی اور بھائی اللہ کو پیارے ہوئے یہ سب پُرسکون اور راضی برضا تھے۔ زیر لب دعاؤں میں مصروف اور اپنے رب کی طرف جھکے ہوئے۔ کسی نے اشارتاً بھی ان ظالموں کا ذکر نہ کیا جنہوں نے یہ ظلم ڈھایا اور نہ کسی نے ذمہ داروں کی فرائض کی ادائیگی میں مجرمانہ غفلت کا شکوہ کیا۔

ہر گھر میں مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب، حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کے ارشاد کے تحت خواتین سے بھی اظہار تعزیت کرتے۔ پردے سے ان خواتین کی جو آواز ہم تک آتی وہ بھی اس صبر و رضا کا نمونہ ہوتی۔ ماؤں کا اپنے بیٹوں اور دامادوں، جوان العمر اور بڑی عمر کی خواتین کا اپنے شوہروں، بیٹیوں کا اپنے والد یا سسر اور بہنوں کا اپنے بھائیوں کی جدائی پر تمام تر اظہار خاموشی جیسی سسکیوں اور دعاؤں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اپنے وجود کے حصوں کی ہمیشہ کے لئے یہ اچانک جدائی یقیناً بہت بڑا صدمہ تھا جس پر صبر اللہ کے خاص فضل پر منحصر ہے۔ ان احمدی خواتین کو سلام کہ انہوں نے اس فضل سے حصہ پایا تھا۔ جسے دیکھتے ہوئے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ان کا حامی و ناصر رہے گا اور اس صبر کا انہیں بہترین اجر عطا فرمائے گا۔ آمین

ایک بزرگ نے جن کا جوان داماد قربان ہو گیا تھا یہ عجیب بات کہی کہ اللہ نے ہمارے حق میں حضور کی دعائیں سن لیں۔ ہم اپنے اچھے انجام کے لئے دعاؤں کی درخواست کیا کرتے تھے اس سے اچھا انجام اور کیا ہوگا؟

بلاشبہ اس سے اچھا انجام اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایسے فوت ہو جانے والوں کو تو اللہ نے فوت شدہ کہنے سے بھی منع فرمایا ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ اپنی ذات میں، اپنی فیض رسانی میں، یادوں میں با مثال شمع دوسروں کو یہی راہ دکھانے میں۔

قصہ مختصر فلک نے کب ایسے شاکر، صابر اور راضی برضا مرد اور عورتیں دیکھی ہوں گی؟

❁❁❁❁❁❁

عہد خلافت خامسہ کے شہداء

(اپریل 2003ء تا جولائی 2010ء)

احمد طاہر مرزا۔ ربوہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”شاہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہوچکی اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَايَمُوْتُ فِيْهَا وَلَايَحْيٰي۔(سورۃ طٰہٰ:57) افسوس کہ یہ امیر زیر آیت مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا (النساء:49) داخل ہوگیا۔اور ایک ذرہ خدا تعالیٰ کا خوف نہ کیا۔اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اُس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ایسے لوگ اکسیر احمر کے حکم میں ہیں جو صدق دل سے ایمان اور حق کے لئے جان بھی فدا کرتے ہیں اور زن و فرزند کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔ اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے مَیں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔“

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 60)

پھر فرماتے ہیں:

”جب میں اس استقامت اور جانفشانی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی محمد عبداللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے کیونکہ جس خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے اس خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی روح رکھتے ہوں اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودا ہوں۔“

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 75)

❁...... سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”آج سے ٹھیک سو سال پہلے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کو شہید کیا گیا تھا۔اے مسیح آخرالزمان ! آپ کو مبارک ہو کہ آپ کی پیاری جماعت نے آپ کی اپنی جماعت سے امیدوں کو پورا کیا۔آپ کو جو امیدیں اپنی جماعت سے تھیں ان کو پورا کیا۔اور مال، وقت اور جان کی قربانی میں کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔اور اس کے نظارے ہمیں آج بھی نظر آرہے ہیں۔آپ کے بعد بھی جماعت میں ایسے لوگ پیدا ہوئے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فکر تھی کہ پتہ نہیں میرے بعد کیا ہو۔ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ کے بعد بھی ایسے لوگ پیدا ہوئے اور ہورہے ہیں جنہوں نے دنیاوی لالچوں کی پروا نہیں کی اور اپنی جانیں بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا۔باپ نے بیٹے کو اپنے سامنے شہید ہوتے دیکھا اور بیٹے نے باپ کو اپنے سامنے شہید ہوتے دیکھا لیکن پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔اور پھر خود بھی جان قربان کردی۔

اے مسیح پاک آپ کو مبارک ہو کہ آپ کی نسل میں سے بھی، آپ کے خون میں بھی جان کی قربانی دیتے ہوئے جماعت کو بہت بڑے فتنہ سے بچالیا۔اللہ تعالیٰ ان سب شہداء کے درجات کو بلند کرتا چلا جائے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں اور ہر قربانی کے لئے ہر وقت تیار ہوں اور اپنی نسلوں میں بھی یہ جذبہ زندہ رکھیں، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں یہ توفیق دیتا رہے“۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10/اکتوبر 2003ء)

❁......اسی طرح حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:۔

ہم نے کسی سے دشمنی کا بدلہ ظلم اور انتقام سے نہیں لینا بلکہ وہ راستہ اختیار کرنا ہے جو ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اُسوہ سے پیش فرمایا۔مخالفین احمدیت بھی یاد رکھیں کہ تم جو احمدیوں کو عقل سے عاری سمجھتے ہو کہ انہوں نے مسیح موعود کو مان کر یہ بڑا غلط فیصلہ کیا ہے۔ یہ وقت بتائے گا کہ عقل سے عاری کون ہے اور عقل والا کون ہے۔غلط فیصلہ کرنے والا کون ہے اور صحیح فیصلہ کرنے والا کون ہے۔پس مخالفتیں بند کرو اور عزیز خدا کے سامنے جھکو اور اس سے حکمت مانگو۔یہ ظلم جو احمدیوں پر ہورہا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ یہ زیادہ دیر نہیں چلے گا۔فتح ہماری ہے اور یقیناً ہماری ہے۔..........انشاء اللہ تعالیٰ ان شہیدوں کا خون ضرور رنگ لائے گا اور لانے والا ہے“۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12/دسمبر 2007ء)

❁......اسی طرح حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:۔

”پاکستان میں درجنوں لوگ تو بلا مقصد مر رہے ہیں اور ان لوگوں کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ جواُن کی موتیں ہورہی ہیں یہ کس ظلم کی پاداش میں ہیں۔اسی ظلم کی پاداش میں ہیں جو احمدیوں سے روا رکھا جارہا ہے۔ان ظالموں کو پتہ ہونا چاہئے کہ احمدی اگر شہید ہورہے ہیں تو وہ کسی مقصد کی خاطر شہید ہورہے ہیں اور ہر شہادت، شہید کے خاندان کا مقام بڑھانے والی بھی ہے اور جماعت کی ترقی کا باعث بننے والی بھی ہوتی ہے۔ یہ شہداء ہمیشہ زندگی پانے والے ہیں“۔(خطبہ جمعہ فرمودہ 2/اپریل 2010ء)

عہد خلافت خامسہ اپریل 2003 سے 18/جولائی 2010ء تک جن لوگوں کو شہادت کا رتبہ نصیب ہوا ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سب شہداء پر اپنی بیشمار رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے پسماندگان ولواحقین کا حافظ و ناصر ہو۔

نمبر شمار	نام	ولدیت	تاریخ شہادت	مقام شہادت
1	مکرم بریگیڈئیر افتخار احمد صاحب	مکرم احمد دین صاحب	17/جولائی 2003ء	پاکستان
2	مکرم شاہ عالم صاحب	مکرم واحد علی صاحب	اکتوبر 2003ء	بنگلہ دیش
3	مکرم برکت اللہ منگلا صاحب	مکرم رائے غلام محمد صاحب	21/اگست 2004ء	سرگودھا
4	مکرم وسیم احمد صاحب	مکرم عبدالعزیز صاحب مرحوم	12/ستمبر 2005ء	کوئٹہ
5	مکرم چوہدری محمد اسلم کلا صاحب	مکرم چوہدری خوشی محمد کلا صاحب	7/اکتوبر 2005ء	مونگ
6	مکرم راجہ محمد اشرف صاحب	مکرم راجہ اللہ دتہ صاحب	7/اکتوبر 2005ء	مونگ
7	مکرم راجہ الطاف محمود صاحب	مکرم راجہ احمد خاں صاحب	7/اکتوبر 2005ء	مونگ
8	مکرم راجہ عبدالمجید صاحب	مکرم راجہ خاں صاحب	7/اکتوبر 2005ء	مونگ
9	مکرم راجہ عابد محمود صاحب	مکرم راجہ محمد اشرف صاحب	7/اکتوبر 2005ء	مونگ
10	مکرم راجہ لہراسب صاحب	مکرم راجہ محمد ظفر اقبال صاحب	7/اکتوبر 2005ء	مونگ
11	مکرم احمد وحید صاحب عرف نوید	مکرم محمد وحید صاحب	7/اکتوبر 2005ء	مونگ
12	مکرم یاسر احمد کلا صاحب	مکرم چوہدری محمد اسلم کلا صاحب	7/اکتوبر 2005ء	مونگ
13	مکرم نعیم محمود صاحب	مکرم محمد نصیب گل صاحب	19/دسمبر 2005ء	فیصل آباد
14	مکرم محمد اقبال صاحب	مکرم محمد سائیں صاحب	06/نومبر 2005ء	شیخوپورہ
15	مکرم شیخ محمد رفیق احمد صاحب	مکرم شیخ محمد بشیر صاحب	19/مارچ 2006ء	کراچی
16	مکرم ڈاکٹر مجیب الرحمٰن پاشا صاحب	مکرم پیر فضل الرحمٰن پاشا صاحب	7/مئی 2006ء	سانگڑھ
17	مکرم منور احمد صاحب	مکرم صوبیدار بشارت احمد صاحب	22/اگست 2006ء	گجرات
18	مکرم محمد اشرف صاحب	مکرم مہر دین صاحب	یکم مارچ 2007ء	پھالیہ
19	مکرم چوہدری حبیب اللہ سیال صاحب	مکرم چوہدری جلال الدین صاحب سیال	8/اپریل 2007ء	قصور
20	مکرم ڈاکٹر حمید اللہ صاحب	مکرم رحمت اللہ صاحب	21/ستمبر 2007ء	کراچی
21	مکرم پروفیسر ڈاکٹر شیخ مبشر احمد صاحب	مکرم شیخ محمد ابراہیم صاحب	26/ستمبر 2007ء	کراچی
22	مکرم ہمایوں وقار صاحب	مکرم سعید احمد ناصر صاحب	7/دسمبر 2007ء	شیخوپورہ
23	مکرم بشارت احمد صاحب مغل	مکرم سراج دین صاحب	24 فروری 2008ء	کراچی
24	مکرم ڈاکٹر غلام سرور صاحب	مکرم غلام محی الدین صاحب	19/مارچ 2008ء	سنگو، پشاور
25	مکرم ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب	مکرم عبدالرحمٰن صدیقی صاحب	8/ستمبر 2008ء	میرپورخاص
26	مکرم سیٹھ محمد یوسف صاحب	مکرم سیٹھ محمد دین صاحب	9/ستمبر 2008ء	نواب شاہ
27	مکرم حامد محمد غضنفر چٹھہ صاحب	مکرم نور محمد چٹھہ صاحب	18/نومبر 2008ء	وہاڑی
28	مکرم شیخ سعید احمد صاحب	مکرم محمد بشیر صاحب	9/جنوری 2009ء	کراچی
29	مکرم سعید احمد صاحب	مکرم چوہدری غلام قادر صاحب	19/جنوری 2009ء	حیدرآباد
30	مکرم مبشر احمد صاحب	مکرم محمد احمد صاحب	20/فروری 2009ء	کراچی
31	مکرم مرزا محمد اکرم صاحب	مکرم مرزا محمد اسلم احمد صاحب	فروری 2009ء	نارووال
32	مکرم ڈاکٹر شیراز باجوہ صاحب	مکرم منور احمد صاحب	14/مارچ 2009ء	ملتان
33	مکرمہ ڈاکٹر نورین باجوہ صاحبہ	بنت مکرم رشید احمد صاحب اہلیہ مکرم ڈاکٹر شیراز باجوہ صاحب	14/مارچ 2009ء	ملتان
34	مکرم میاں لئیق احمد صاحب	مکرم میاں یعقوب احمد صاحب	29/مئی 2009ء	فیصل آباد
35	مکرم خالد رشید صاحب	مکرم عبدالرشید صاحب	24/جون 2009ء	کوئٹہ
36	مکرم ظفر اقبال صاحب	مکرم لال دین صاحب	24/جون 2009ء	کوئٹہ
37	مکرم رانا عطاء الکریم صاحب	مکرم رانا کریم بخش صاحب	6/جولائی 2009ء	ملتان
38	مکرم محمد اعظم فاروقی صاحب	مکرم محمد افضل صاحب	26/ستمبر 2009ء	بہاولپور
39	مکرم ذوالفقار منصور صاحب	مکرم منصور احمد صاحب	11/ستمبر 2009ء	کوئٹہ
40	مکرم رانا سلیم احمد صاحب	مکرم نذیر احمد صاحب	26/نومبر 2009ء	سانگڑھ
41	مکرم پروفیسر محمد یوسف صاحب	مکرم امام دین صاحب	5/جنوری 2010ء	شیخوپورہ
42	مکرم سمیع اللہ صاحب	مکرم ممتاز احمد صاحب	3/فروری 2010ء	شہداد پور ضلع سانگھڑ
43	مکرم شیخ اشرف صاحب	مکرم شیخ بشیر احمد صاحب	یکم اپریل 2010ء	فیصل آباد
44	مکرم شیخ مسعود جاوید صاحب	مکرم شیخ بشیر احمد صاحب	یکم اپریل 2010ء	فیصل آباد
45	مکرم آصف مسعود صاحب	مکرم شیخ مسعود جاوید	یکم اپریل	فیصل آباد
46	مکرم حفیظ احمد شاکر صاحب	مکرم علی محمد صاحب	19/مئی 2010ء	کراچی
47	مکرم نعمت اللہ صاحب	مکرم بابو سمیع اللہ صاحب	31/مئی 2010ء	نارووال

28/مئی 2010ء کو لاہور میں مسجد دارالذکر (گڑھی شاہو) اور مسجد بیت النور (ماڈل ٹاؤن) میں دہشتگردی کے حملہ کے نتیجہ میں حسب ذیل افراد شہید ہوئے

نمبر شمار	نام	ولدیت	مقام شہادت
1	مکرم منیر احمد شیخ صاحب امیر جماعت لاہور	مکرم شیخ تاج دین صاحب	لاہور
2	مکرم میجر جنرل ریٹائرڈ ناصر چوہدری صاحب	مکرم چوہدری صفدر علی صاحب	لاہور
3	مکرم اسلم بھروانہ صاحب	مکرم مہر راجہ خان بھروانہ	لاہور
4	مکرم اشرف بلال صاحب	مکرم محمد لطیف صاحب	لاہور
5	مکرم کیپٹن ریٹائرڈ مرزا نعیم الدین صاحب	مکرم مرزا سراج دین صاحب	لاہور
6	مکرم کامران ارشد صاحب	مکرم محمد ارشد قمر صاحب	لاہور
7	مکرم اعجاز احمد بیگ صاحب	مکرم انور بیگ صاحب	لاہور
8	مکرم مرزا اکرم بیگ صاحب	مکرم مرزا منور بیگ صاحب	لاہور
9	مکرم منور احمد خان صاحب	مکرم محمد ایوب خان صاحب	لاہور

10	مکرم عرفان احمد ناصر صاحب	مکرم عبدالمالک صاحب	لاہور
11	مکرم سجاد اظہر بھروانہ صاحب	مکرم مہر اللہ یار بھروانہ صاحب	لاہور
12	مکرم مسعود احمد اختر باجوہ صاحب	مکرم محمد حیات باجوہ صاحب	لاہور
13	مکرم محمد آصف فاروق صاحب	مکرم لیاقت علی صاحب	لاہور
14	مکرم شیخ شمیم احمد صاحب	مکرم شیخ نعیم احمد صاحب	لاہور
15	مکرم محمد شاہد صاحب	مکرم محمد شفیع صاحب	لاہور
16	مکرم پروفیسر عبدالودود صاحب	مکرم عبدالمجید صاحب	لاہور
17	مکرم ولید احمد صاحب	مکرم چوہدری محمد منور صاحب	لاہور
18	مکرم محمد انور صاحب	مکرم محمد خان صاحب	لاہور
19	مکرم ملک انصار الحق صاحب	مکرم ملک انوار الحق صاحب	لاہور
20	مکرم ناصر محمود خان صاحب	مکرم محمد عارف نسیم صاحب	لاہور
21	مکرم عمیر احمد ملک صاحب	مکرم عبدالرحیم صاحب	لاہور
22	مکرم سردار افتخار الغنی صاحب	مکرم سردار عبدالشکور صاحب	لاہور
23	مکرم عبدالرشید ملک صاحب	مکرم عبدالحمید ملک صاحب	لاہور
24	مکرم محمد رشید ہاشمی صاحب	مکرم منیر شاہ ہاشمی صاحب	لاہور
25	مکرم مظفر احمد صاحب	مکرم مولانا ابراہیم صاحب قادیانی درویش	لاہور
26	مکرم میاں مبشر احمد صاحب	مکرم میاں برکت علی صاحب	لاہور
27	مکرم فدا حسین صاحب	مکرم بہادر خاں صاحب	لاہور
28	مکرم خاور ایوب صاحب	مکرم محمد ایوب خان صاحب	لاہور
29	مکرم شیخ محمد یونس صاحب	مکرم شیخ جمیل احمد صاحب	لاہور
30	مکرم مسعود احمد بھٹی صاحب	مکرم احمد دین صاحب	لاہور
31	مکرم حاجی محمد اکرم بیگ صاحب	مکرم چوہدری اللہ دتہ ورک صاحب	لاہور
32	مکرم میاں لئیق احمد صاحب	مکرم میاں شفیق احمد صاحب	لاہور
33	مکرم مرزا شاہد منیر صاحب	مکرم مرزا محمد منیر صاحب	لاہور
34	مکرم ملک مقصود احمد صاحب	مکرم احسن محمود صاحب	لاہور
35	مکرم چوہدری محمد احمد صاحب	مکرم ڈاکٹر نور احمد صاحب	لاہور
36	مکرم الیاس احمد اسلم قریشی صاحب	مکرم ماسٹر محمد شفیع اسلم صاحب	لاہور
37	مکرم طاہر محمود احمد صاحب	مکرم سعید احمد صاحب	لاہور
38	مکرم سید ارشاد علی صاحب	مکرم سید سمیع اللہ صاحب	لاہور
39	مکرم نور الامین صاحب	مکرم نذیر نسیم صاحب	لاہور
40	مکرم چوہدری محمد مالک صاحب چدھڑ	مکرم چوہدری فتح محمد صاحب	لاہور
41	مکرم شیخ ساجد نعیم صاحب	مکرم شیخ امیر احمد صاحب	لاہور
42	مکرم سید لئیق احمد صاحب	مکرم سید محی الدین صاحب	لاہور
43	مکرم محمد اشرف بھلر صاحب	مکرم محمد عبداللہ صاحب	لاہور
44	مکرم مبارک احمد طاہر صاحب	مکرم عبدالمجید صاحب	لاہور
45	مکرم انیس احمد صاحب	مکرم صوبیدار منیر احمد صاحب	لاہور
46	مکرم منور احمد صاحب	مکرم صوبیدار منیر احمد صاحب	لاہور
47	مکرم سعید احمد صاحب	مکرم صوفی منیر احمد صاحب	لاہور
48	مکرم خلیل احمد صاحب سولنگی	مکرم نصیر احمد سولنگی صاحب	لاہور
49	مکرم چوہدری اعجاز نصر اللہ خان صاحب	مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب	لاہور
50	مکرم چوہدری حفیظ احمد کاہلوں صاحب ایڈووکیٹ	مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب سیالکوٹی	لاہور
51	مکرم چوہدری امتیاز احمد صاحب	مکرم چوہدری نثار احمد صاحب	لاہور
52	مکرم اعجاز الحق صاحب	مکرم رحمت حق صاحب	لاہور
53	مکرم شیخ ندیم احمد طارق صاحب	مکرم شیخ محمد منشاء صاحب	لاہور
54	مکرم عامر لطیف پراچہ صاحب	مکرم عبداللطیف پراچہ صاحب	لاہور
55	مکرم مرزا ظفر احمد صاحب	مکرم مرزا اصغر جنگ ہمایوں صاحب	لاہور
56	مکرم مرزا محمود احمد صاحب	مکرم مرزا اکبر علی صاحب	لاہور
57	مکرم شیخ محمد اکرام اطہر صاحب	مکرم شیخ شمس الدین صاحب	لاہور
58	مکرم مرزا منصور بیگ صاحب	مکرم مرزا سرور بیگ صاحب	لاہور
59	مکرم میاں محمد منیر احمد صاحب	مکرم مولوی عبدالسلام صاحب	لاہور
60	مکرم ڈاکٹر طارق بشیر صاحب	مکرم چوہدری یوسف خان صاحب	لاہور
61	مکرم ارشد محمود بٹ صاحب	مکرم محمود احمد بٹ صاحب	لاہور
62	مکرم محمد حسین ملہی صاحب	مکرم محمد ابراہیم صاحب	لاہور
63	مکرم مرزا محمد امین صاحب	مکرم حاجی عبدالکریم صاحب	لاہور
64	مکرم ملک زبیر احمد صاحب	مکرم ملک عبدالرشید	لاہور
65	مکرم چوہدری محمد نواز صاحب	مکرم چوہدری غلام رسول صاحب ججہ	لاہور
66	مکرم شیخ مبشر احمد صاحب	مکرم شیخ حمید احمد صاحب	لاہور
67	مکرم عبدالرحمٰن صاحب	مکرم محمد جاوید اسلم صاحب	لاہور
68	مکرم نثار احمد صاحب	مکرم غلام رسول صاحب	لاہور
69	مکرم ڈاکٹر اصغر یعقوب خان صاحب	مکرم ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب	لاہور
70	مکرم میاں محمد سعید درد صاحب	مکرم حضرت میاں محمد یوسف صاحبؓ	لاہور
71	مکرم محمد یحیٰ خان صاحب	مکرم ملک محمد عبداللہ صاحبؓ	لاہور
72	مکرم ڈاکٹر عمر احمد صاحب	مکرم ڈاکٹر عبدالشکور میاں صاحب	لاہور
73	مکرم لعل خان صاحب ناصر	مکرم حاجی احمد صاحب	لاہور
74	مکرم ظفر اقبال صاحب	مکرم محمد صادق صاحب	لاہور
75	مکرم منصور احمد صاحب	مکرم عبدالحمید جاوید صاحب	لاہور
76	مکرم مبارک علی اعوان صاحب	مکرم عبدالرزاق صاحب	لاہور
77	مکرم عتیق الرحمٰن صاحب ظفر	مکرم محمد شفیع صاحب	لاہور
78	مکرم محمود احمد صاحب	مکرم مجید احمد صاحب	لاہور
79	مکرم احسان احمد خان صاحب	مکرم وسیم احمد خان صاحب	لاہور
80	مکرم منور احمد قیصر صاحب	مکرم میاں عبدالرحمٰن صاحب	لاہور
81	مکرم حسن خورشید اعوان صاحب	مکرم خورشید اعوان صاحب	لاہور
82	مکرم و محترم محمود احمد شاد صاحب	مکرم چوہدری غلام احمد صاحب	لاہور
83	مکرم وسیم احمد صاحب	مکرم عبدالقدوس صاحب	لاہور
84	مکرم وسیم احمد صاحب	مکرم محمد اشرف صاحب	لاہور
85	مکرم نذیر احمد صاحب	مستری محمد یاسین صاحب	لاہور
86	مکرم محمد حسین صاحب	مکرم نظام دین صاحب	لاہور

❁......سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 4جون 2010ء کو خطبہ جمعہ میں شہدائے لاہور کے بارہ میں فرمایا:

''آج ہمارے شہداء کی خاک سے بھی یقیناً یہ خوشبو آ رہی ہے جو ہمارے دماغوں کو معطر کر رہی ہے۔ ان کی استقامت ہمیں پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ جس استقامت اور صبر کا دامن تم نے پکڑا ہے، اسے کبھی نہ چھوڑنا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کا سچا ہے۔ ابتلاء کا لمبا ہونا تمہارے پائے استقلال کو ہلا نہ دے۔ کہیں کوئی ناشکری کا کلمہ تمہارے منہ سے نہ نکل جائے............۔ پس ہمارا رونا اور ہمارا غم خدا تعالیٰ کے حضور ہے اور اس میں ہمیں کبھی کمی نہیں ہونے دینی چاہئے...........''۔

❁......سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''خوش قسمت ہیں وہ جو فرعونوں کو جرأت کے ساتھ یہ جواب دیتے ہیں کہ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ (طٰہٰ:73) پس جو تیرا زور لگتا ہے لگالے۔ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (طٰہٰ:73) تو صرف اس دنیا کی زندگی کو ختم کر سکتا ہے۔

پس وہ احمدی جن کو آج پاکستان میں شہید کیا جا رہا ہے، ان کا بھی یہ جواب ہے، اور ہر احمدی کا جو ایمان پر قائم ہے یہی جواب ہے۔ اور جو نئے احمدی ہوتے ہیں اور شدید مخالفت کا سامنا کر رہے ہیں، ان سے بھی میں کہتا ہوں کہ دعاؤں سے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں اور ہمیشہ یہ جواب دیں کہ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا (یوسف:65) کہ اللہ سب سے بہتر ہے اور سب سے زیادہ قائم رہنے والا ہے۔ اور جو بہتر ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے وہ دشمنوں سے بھی نمٹے گا اور نیک اعمال کی جزا بھی دے گا۔ ان کے جماعت میں شامل ہونے پر ان کو بہترین جزا دے گا۔

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ جو چراغ اللہ تعالیٰ نے روشن کیا ہے، اسے انسانی پھونکیں بجھا نہیں سکتیں اور اللہ تعالیٰ اپنے اس چراغ کا نُور لوگوں پر اس طرح اتارتا ہے کہ دنیا کی تمام طاقتیں بھی جمع ہو کر اس کے مقابلے میں روکیں کھڑی کرنے کی کوشش کریں تو اس کو روک نہیں سکتیں۔ وہ اس روشنی کو، اس نور کو دلوں میں اترنے سے روک نہیں سکتیں۔ کئی بیعتیں ہر سال ہوتی ہیں۔ کئی نیک فطرت حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کا اعلان کرتے ہیں اور ان تک حضرت مسیح موعودؑ کے اس پیغام کو پہنچانے کے لئے کوئی انسانی کوشش نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ خود اُن کے دلوں کے دروازے کھولتا ہے اللہ تعالیٰ خود ان پر اپنے محبوب ﷺ کے عاشق صادق کی سچائی ظاہر کرتا ہے''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5/اکتوبر 2007ء از خطبات مسرور 2007ء جلد پنجم)

خوں شہیدان امت کا اے کم نظر
رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا
ہر شہادت ترے دیکھتے دیکھتے
پھول پھل لائے گی پھول پھل جائے گی

❁❁❁❁❁

آج بھی جو ظلم جماعت پر پاکستان میں روا رکھا جا رہا ہے اور جس کی انتہائی بہیمانہ اور ظالمانہ صورت لاہور میں احمدیوں پر اجتماعی حملے کی صورت میں سامنے آئی اور حملہ بھی خدا کے گھر میں، خدا کی عبادت کرنے والے نہتّے احمدیوں پر۔ تو کیا اُس وقت جب حملہ ہو رہا تھا، اُس وقت جس صبر اور حوصلہ اور اضطرار سے احمدی دعائیں کر رہے تھے اور اس کے بعد آج تک احمدیوں میں اضطراری کیفیت قائم ہے اور دعاؤں میں مصروف ہیں، تو کیا خدا تعالیٰ ان دعاؤں کو نہیں سنے گا؟ سنے گا اور انشاء اللہ یقیناً سنے گا۔ یہ اس کا وعدہ ہے۔ یہ ظلم جو خدا کے نام پر خدا والوں سے روا رکھا گیا اور رکھا جا رہا ہے، کیا اس بات پر خدا کی غیرت جوش نہیں دکھائے گی؟ دکھائے گی اور یقیناً دکھائے گی۔

ہم اپنے مخالفین سے کہتے ہیں کہ ہمیں اس کلمہ کی قسم جو قیامت کے دن ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر کے بتائے گا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے حقیقی وفا کرنے والے ہم ہیں کہ تم؟ اس دنیا میں اپنی عارضی طاقت اور حکومتوں کی پشت پناہی کے زعم میں تم جو ظلم اور سفّا کی ہم سے روا رکھ سکتے ہو، رکھ لو۔ لیکن ہم خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ اس کلمہ کا یہی حقیقی فہم و ادراک آئندہ ہمیشہ کی زندگی میں جنت کی خوشخبریاں دیتا ہے۔ اس کلمہ سے ہی ختم نبوت کا حقیقی فہم خدا تعالیٰ سے ہدایت پا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ پس لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ اس دنیا میں بھی ہمارے دل کی آواز ہے اور اگلے جہان میں بھی ہمارا گواہ بن کر دشمن کے گریبانوں کو پکڑے گا۔ انشاء اللہ۔

ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ان واقعات نے جو جماعتی قربانی کی صورت میں ہوئے جس طرح پہلے سے بڑھ کر ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف راغب کیا ہے، اس جذبے کو، اس ایمانی حرارت کو اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی آہ و بکا کے عمل کو، اپنے اندر پاک تبدیلیوں کی کوششوں کو کبھی کمزور نہ ہونے دیں، کبھی کمزور نہ ہونے دیں، کبھی اپنے بھائیوں کی قربانی کو مرنے نہ دیں جو اپنی جان کی قربانیاں دے کر ہمیں زندگی کے نئے راستے دکھا گئے۔

اختتامی خطاب سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
برموقع جلسہ سالانہ جرمنی 2010ء بمقام منہائم جرمنی

(خطاب کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

گزشتہ دنوں پاکستان میں، لاہور میں احمدیوں پر جو حالات گزرے ہیں، جس ظالمانہ اور سفاکانہ طور پر افرادِ جماعت کو جمعہ کے دوران شہید کیا گیا ہے۔ 17، 18 سال کے نوجوان سے لے کر 92، 93 سال کے بوڑھے تک کا خون سفّاکی کی بدترین مثالیں قائم کرتے ہوئے بہایا گیا ہے۔ اور قانون نافذ کرنے والوں نے اپنی کسی مصلحت کے تحت اس خون کو بہنے دیا اور بروقت مدد نہ کی ورنہ شاید کئی قیمتی جانیں بچ جاتیں۔ بہرحال جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اکثر احمدی خود بھی اس بات کا اظہار کر رہے ہیں کہ اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ (یوسف:87) (کہ میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ کے حضور کرتا ہوں) پس ہماری فریاد تو اللہ تعالیٰ کے حضور ہے جو مضطر کی دعائیں سنتا ہے۔ جیسا کہ خود اس نے فرمایا ہے کہ میں ہی ہوں جو مضطر کی دعائیں سنتا ہوں۔ وہ لوگ جو تکلیف میں ہیں، وہ لوگ جن پر ظلم کیا جاتا ہے، وہ لوگ جن پر جینا تنگ کیا جاتا ہے، جب وہ بے چین ہو کر مجھے پکارتے ہیں تو میں ان کی تکلیفوں کو دور کرتا ہوں۔ فرماتا ہے اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ۔ ءَ اِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ۔ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ (سورۃ النمل آیت :63) نیز بتاؤ تو کون کسی بے کس کی دعا سنتا ہے جب وہ اس خدا سے دعا کرتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے اور وہ تم (دعا کرنے والے انسانوں) کو ایک دن ساری زمین کا وارث بنا دے گا۔ کیا اس قادرِ مطلق اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ کم ہی ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

پس ہم تو اس تمام طاقتوں کے مالک اور تمام صفاتِ کاملہ سے متصف خدا کے ماننے والے ہیں۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ہم کہیں کہ خدا پہلے تو سنتا تھا، آج نہیں سنتا۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ پہلے تو اس میں یہ صفت تھی کہ براہِ راست خلفاء بناتا تھا جو انبیاء کی صورت میں آئے، لیکن اب اس کی یہ طاقت اور صفت ختم ہو گئی ہے۔ آج بھی وہ جسے چاہے کلیم اللہ بنا سکتا ہے۔ اور اِس زمانے میں اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو خاتم الخلفاء بنا کر اپنی اس صفت کا واضح اور روشن اظہار فرمایا ہے۔ اور جس خدا نے مسیح موعود کو بھیجا ہے وہ اس سے کئے گئے وعدے بھی یقیناً پورے کرے گا اور اس کے ماننے والوں کی متضرعانہ دعاؤں کو بھی سنے گا اور یقیناً سنے گا اور سنتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔

”کلامِ الٰہی میں لفظ مُضْطَر سے وہ ضرر یافتہ مراد ہیں جو محض ابتلا کے طور پر ضرر یافتہ ہوں نہ سزا کے طور پر“۔

(دافع البلاء۔ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 231)

اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادتوں اور قبولیتِ دعا کے نظارے دیکھتے ہوئے ہم اس بات پر علی وجہ البصیرت قائم ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائے تو جاتے ہیں لیکن یہ آزمایا جانا سزا نہیں ہوتا بلکہ خدا ایمان کی مضبوطی کے لئے مومنوں کو آزماتا ہے۔ جماعت احمدیہ کی ایک سو اکیس سالہ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی الٰہی تقدیر کے تحت جماعت پر ابتلاء آیا اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ثباتِ قدم عطا فرمایا، دعاؤں کی طرف راغب کیا اور جماعت کی متضرعانہ اور مضطربانہ دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے کامیابیوں کی طرف پہلے سے بڑھ کر رواں دواں کر دیا اور بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ (البقرہ:156) کی خوشخبری کا مصداق بنا دیا۔

پس آج بھی جو ظلم جماعت پر پاکستان میں روا رکھا جا رہا ہے اور جس کی انتہائی بہیمانہ اور ظالمانہ صورت لاہور میں احمدیوں پر اجتماعی حملے کی صورت میں سامنے آئی اور حملہ بھی خدا کے گھر میں، خدا کی عبادت کرنے والے نہتّے احمدیوں پر۔ تو اُس وقت جب حملہ ہو رہا تھا، اُس وقت جس صبر اور حوصلہ اور اضطرار سے احمدی دعائیں کر رہے تھے اور اس کے بعد آج تک احمدیوں میں اضطراری کیفیت قائم ہے اور دعاؤں میں مصروف ہیں، تو کیا خدا تعالیٰ ان دعاؤں کو نہیں سنے گا؟ سنے گا اور انشاء اللہ یقیناً سنے گا۔ یہ اس کا وعدہ ہے۔ یہ ظلم جو خدا کے نام پر خدا والوں سے روا رکھا گیا اور رکھا جا رہا ہے، کیا اس بات پر خدا کی غیرت جوش نہیں دکھائے گی؟ دکھائے گی اور یقیناً دکھائے گی۔

احمدیوں کو کیوں ظلم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے؟ صرف اس بات پر یہ ظلم ہو رہا ہے کہ تم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے حقیقی معنی کو چھوڑ کر ان معنوں کی پیروی کرو جن سے اللہ اور اس کے رسول کی تحقیر اور توہین ہوتی ہے۔ احمدی اپنی گردنیں تو کٹوا سکتے ہیں لیکن کبھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے نام کی تحقیر اور توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ کبھی خدا تعالیٰ کی صفات کو محدود نہیں کر سکتے۔ کبھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام افضل الرسل اور خاتم النبیین پر آنچ نہیں آنے دے سکتے۔

ہم کہتے ہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا مطلب ہے کہ ہمارا خدا ازل سے معبودِ حقیقی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ہم کہتے ہیں ہمارے معبود حقیقی کی تمام صفات کا اظہار جیسے پہلے ہوتا تھا، آج بھی ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے۔ جس طرح پہلے وہ بگڑی ہوئی قوموں کی اصلاح کے لئے وحی و الہام کر کے اپنے خاص بندے بھیجتا تھا اس زمانے میں بھی اس نے بھیجا ہے۔ لیکن جیسا کہ اس کی سنّت رہی ہے کبھی شرعی نبی بھیجتا رہا، کبھی غیر شرعی نبی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآنِ کریم کے نازل ہونے کے بعد اس نے شریعت کامل کر دی اور قیامت تک ہر زمانے کے انسان کی ضروریات کے لئے اس نے کامل اور مکمل تعلیم اتار دی۔ لیکن اس کامل تعلیم کے سمجھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پیروی کرنے والے سے اب بھی اللہ تعالیٰ مکالمہ مخاطبہ کر کے اسے نبوت کے مقام تک پہنچا سکتا ہے اور

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو اس نے پہنچایا۔ اس نے یہ مقام عطا فرمایا تا کہ اس تعلیم کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری، جسے مرورِ زمانہ کے ساتھ دنیا بھول رہی تھی، دوبارہ دنیا پر روشن کرے۔ تا کہ دنیا کو بتائے کہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ صرف زبانی اعلان نہیں ہے بلکہ ہمارا معبود وہ اللہ ہے جو آج بھی ان صفات کا جامع ہے جیسا ہمیشہ سے تھا۔ وہ آج بھی دین کا درد رکھنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو قائم کرنے کی خواہش رکھنے والوں کی دعاؤں کو سنتے ہوئے ایسے شخص کو بھیج سکتا ہے اور بھیجا ہے جو معبودِ حقیقی اور واحد و یگانہ خدا کی پہچان دنیا کو کروائے۔ پس اگر ہم منہ سے تو کہیں کہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ اور اس کی عبادت کرنے سے ہماری وہ دعا بھی قبول نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے ہم کر رہے ہیں۔ وہ دعا بھی قبول نہ ہو جو ایک خدا کی حکومت دنیا میں قائم کرنے کے لئے ہم کر رہے ہیں۔ ہم پکار پکار کر کہیں کہ اے خدا! تیرے آخری کامل دین کے ماننے والوں کی حالت بھی بگڑ گئی ہے کوئی مسیحا بھیج جو پھر سے انہیں معبودِ حقیقی کے قدموں میں ڈالتے ہوئے عباد الرحمٰن بنا دے۔ لیکن خدا کہے کہ بے شک میں معبودِ حقیقی ہوں لیکن نعوذ باللہ تمہاری اس دعا کو میں نہیں سن سکتا۔ آج بھی یہ غیر احمدی مسلمان چلّا چلّا کر کہہ رہے ہیں کہ اسلام کی کشتی کو سنبھالنے کے لئے خلافت کا نظام ہونا ضروری ہے۔ لیکن جس خاتم الخلفاء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں سرشار کر کے خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے، اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ نہیں اب ایسا شخص خدا تعالیٰ نہیں بھیج سکتا۔

پس ہم تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا یہ ادراک رکھتے ہیں کہ جب ہم نے کہا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی عبادت کی، اس کے سامنے جھکے تو اس نے کہا کہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ قائم کرنے کے لئے اس زمانے میں مَیں نے تمہاری تضرعات کو سنتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کو بھیج دیا ہے۔ جاؤ اور اس کے مددگار بن کر لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کو دنیا میں پھیلا دو اور ہر قسم کے شرک کو دنیا سے مٹانے کے لئے اس کی مدد کرو۔ لیکن ہمارے مخالفین کو یہ برداشت نہیں ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ تم ہماری طرح منہ سے تو بیشک لَا اِلٰہَ اِلَّا الـلّٰـہ کہو، منہ سے تو بے شک کہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے لیکن یہ نہ کہو کہ وہ آج بھی ہماری دعاؤں کو سنتے ہوئے کوئی مصلح، کوئی مسیحا، کوئی نبی دنیا میں بھیج سکتا ہے۔ اے مخالفینِ احمدیت! غور سے سن لو کہ ایسی محدود طاقتوں والا خدا تمہارا معبود تو ہو سکتا ہے، ہمارا نہیں۔ ہمارا واحد و یگانہ معبودِ حقیقی تو وہ ہے جو تمام صفات کا حامل ہے، تمام طاقتوں کا مالک ہے اور ایسے خدا کو ہم کبھی نہیں چھوڑ سکتے، کبھی نہیں چھوڑ سکتے اور کبھی نہیں چھوڑ سکتے خواہ ہماری گردنیں کٹ جائیں۔

پھر تم کہتے ہو کہ ہم اس بات سے انکار کر دیں کہ محمدؐ، اللہ کے خاص رسول ہیں۔ وہ رسول ہیں جن کی رسالت کا اقرار کرنا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور معبودِ حقیقی ہونے کے اقرار کے ساتھ ضروری ہے۔ اس کے بغیر اب تا قیامت خدا تعالیٰ کا قرب پانا ممکن نہیں۔ اس اقرار کے بغیر اب تا قیامت دعاؤں کی قبولیت کی معراج حاصل کرنا ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ انہی کی زیادہ سنتا ہے جو اس کے پیارے ہیں۔ اور اس قبولیت کے لئے جو نسخہ قرآنِ کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کروا کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران: 32) کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو وہ تم سے محبت کرے گا۔ پس ہم تو جب اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو یہ ہو نہیں سکتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو نہ سمجھیں اور آپ کی کامل پیروی کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار نہ پائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو جب یہ مسیحیت اور امامتِ زمانہ کا مقام ملا تو یہ مقام آپ علیہ السلام کو اپنے آقا کی کامل پیروی اور محبت کے نتیجہ میں ملا۔ چنانچہ اس مقام کے عطا ہونے سے پہلے آپ کو جو نظارہ دکھایا گیا اس میں فرشتوں نے یہی کہہ کر تو آپ کی طرف اشارہ کیا تھا کہ ھٰذَا رَجُلٌ یُحِبُّ رَسُوْلَ الـلّٰـہ۔ (تذکرہ صفحہ 34 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ) یعنی یہ وہ شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔ آپ نے اس کی وضاحت فرمائی کہ اس مقام کی سب سے بڑی شرط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ اور فرشتوں نے اعلان کیا کہ یہ محبت کا جذبہ سب سے زیادہ اس شخص میں پایا جاتا ہے۔

پس یہ وہ مقام ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح اور حقیقی ادراک کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا ہوا اور آپ کی وساطت سے ہمیں عطا ہوا۔ آپ خود ایک جگہ فرماتے ہیں:

”سو میں نے خدا کے فضل سے، نہ اپنے کسی ہنر سے، اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا“۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64)

آپ فرماتے ہیں” سو میں نے جو کچھ پایا، اُس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اُس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفتِ کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے“۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 65-64)

پس ہم نے اس زمانے کے امام، جسے خدا تعالیٰ نے مسیح و مہدی بنا کر بھیجا ہے، اس مسیح و مہدی سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عرفان حاصل کیا ہے کہ آپؐ کی کامل پیروی سے، آپؐ سے عشق و محبت کے حقیقی اظہار اور عمل سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو منعم علیہ گروہ میں شامل کرتا ہے۔ جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اَنْعَمَ اللّٰـہُ عَلَیْھِمْ (النساء:70) جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس انعام کی وجہ سے مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ (النساء: 70) یعنی وہ لوگ نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین کے مقام سے حصہ پانے والے بن گئے۔

پس ہمارا تو یہ ایمان ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح ادراک رکھنے والوں اور آپ سے محبت رکھنے والوں کو ان درجات اور مرتبوں تک خدا تعالیٰ لے جا سکتا ہے اور لے جاتا ہے جو اس کے مقرب ترین بندے ہیں۔

مخالفین ہمیں کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی اس تعلیم کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی تعریف کرو ورنہ ہم تمہاری گردنیں کاٹیں گے۔ ہماری تعریف کے مطابق لَا اِلٰـہَ اِلَّا الـلّٰـہ پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو تو ٹھیک، ورنہ مرنے کے لئے تیار ہو۔ ہماری تعریف کے مطابق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کو سمجھنے کے لئے تیار ہو تو ٹھیک، ورنہ اپنی جان سے ہاتھ دھونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

ہم اپنے مخالفین سے کہتے ہیں کہ ہمیں اس کلمہ کی قسم جو قیامت کے دن ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر کے بتائے گا کہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا الـلّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے حقیقی وفا کرنے والے ہم ہیں کہ تم؟ اس دنیا میں اپنی عارضی طاقت اور حکومتوں کی پشت پناہی کے زعم میں تم جو ظلم اور سفا کی ہم سے روا رکھ سکتے ہو، رکھ لو۔ لیکن ہم خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ اس کلمہ کا یہی حقیقی فہم و ادراک آئندہ ہمیشہ کی زندگی میں جنت کی خوشخبریاں دیتا ہے۔ اس کلمہ سے ہی ختم نبوت کا حقیقی فہم خدا تعالیٰ سے ہدایت پا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔ پس لَا اِلٰـہَ اِلَّا الـلّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس دنیا میں بھی ہمارے دل کی آواز ہے اور اگلے جہان میں بھی ہمارا گواہ بن کر دشمن کے گریبانوں کو پکڑے گا۔ انشاء اللہ۔ ہم ببانگ دہل اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ مسیح محمدی کی بعثت سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ خاتمیتِ نبوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ آپؐ کے امتی کو یہ بلند مقام ملنا آپ کی اعلیٰ شان کا اظہار ہے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 286 حاشیہ)

پس ہم تو اس تعلیم کو سینے سے چمٹائے ہوئے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ ترین شان کے قائم کرنے والے ہیں۔ ہم کسی مولوی، کسی عالم اور کسی حکومت کے خوف سے خوفزدہ ہو کر، مال و جان کے ضائع کر دیئے جانے کی دھمکیوں سے ڈر کر، قتل کے فتووں سے پریشان ہو کر، ظالمانہ طور پر گرنیڈوں کے حملوں اور گولیوں کی بوچھاڑ سے اپنے پیاروں کو شہادت کا رتبہ پاتے دیکھ کر اس شانِ محمدی کے قائم کرنے سے کبھی پیچھے ہٹنے والے نہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ دشمن اپنی کئی ظالمانہ، سفا کانہ حرکات سے کبھی باز نہیں آئے گا کہ شیطان کے چیلوں کا یہی کام ہے۔ افسوس ہے تو صرف یہ کہ ظالم میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، امن و سلامتی کے پیامبر، محسنِ انسانیت کے نام کو استعمال کر کے اس ظلم کو روا رکھتے ہیں۔ جو رسولؐ کمزوروں، بیواؤں، یتیموں کا سہارا بن کر آیا تھا یہ ظالم اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کمزوروں کے سہارے چھین رہے ہیں۔ بچوں اور سہاگنوں کو یتیم اور بیوہ کرنے کی ظالمانہ کوششیں کر رہے ہیں اور پھر اپنے اس فعل پر خوشی سے مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں۔ جو رسولؐ انسانیت کی قدریں بحال کرنے آیا تھا، جس نے جاہلوں اور اجڈوں کو انسان اور با خدا انسان بنایا تھا، یہ ظالم اس رسولؐ کے نام پر انسانیت کی معمولی قدروں کو بھی پامال کرتے چلے جا رہے ہیں۔

اے ظالمو! خدا کے لئے، خدا کے لئے میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بدنام نہ کرو۔ اگر تم اپنی ظالمانہ حرکات سے اپنی بدفطرتی کی وجہ سے باز نہیں آ سکتے تو نہ آؤ۔ اگر تم اپنے ظلم و بربریت کی مثالیں قائم کرنے سے نہیں رک سکتے تو نہ رکو۔ اگر تم احمدیوں پر ظلم و تعدی کا بازار گرم کرنا چاہتے ہو تو بے شک کرو اور کرتے چلے جاؤ۔ اس بارے میں اگر تم کسی حکومت کی اشیر باد لینا چاہتے ہو اور اس وجہ سے یہ کام کر رہے ہو تو بے شک کرو۔ لیکن میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر یہ مذموم حرکات نہ کرو۔

غور سے سن لو کہ تم لَا اِلٰـہَ اِلَّا الـلّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ الـلّٰـہِ کے پیارے کلمے کو بدنام کرنے والے ہو نہ کہ احمدی۔ اگر تم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو تو خدا کے حضور روؤ اور فریاد کرو کہ اللہ تمہارے لئے نشان ظاہر کرے۔ لیکن یاد رکھو کہ اس زمانے میں خدا تعالیٰ کے اس فرستادے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کے خلاف دعائیں اور نالے بھی ہوا میں اُڑ جائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے تمام مخالفین کو یہ کھلا چیلنج دیا ہے کہ میرے پر بددعائیں خدا تعالیٰ کبھی نہیں سنے گا۔ آپ فرماتے ہیں:

”میں محض نصیحتاً للہ مخالف علماء اور ان کے ہم خیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بد زبانیاں کرنا طریقِ شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی، لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بددعائیں کریں اور رو رو کر میرا استیصال چاہیں۔ پھر اگر میں کاذب ہوں گا تو ضرور وہ دعائیں قبول ہو جائیں گی اور آپ لوگ ہمیشہ وہ دعائیں کرتے بھی ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اگر آپ اس قدر دعائیں کریں کہ زبانوں میں زخم پڑ جائیں اور اس قدر رو رو کر سجدوں میں گریں کہ ناک گھِس جائیں اور آنسوؤں سے آنکھوں کے حلقے گل جائیں اور پلکیں جھڑ جائیں اور کثرت گریہ وزاری سے بینائی کم ہو جائے اور آخر دماغ خالی ہو کر مرگی پڑنے لگے یا مالیخولیا ہو جائے، تب بھی وہ دعائیں سنی نہیں جائیں گی کیونکہ میں خدا سے آیا ہوں۔ جو شخص میرے پر بددعا کرے گا وہ بددعا اسی پر پڑے گی۔ جو شخص میری نسبت یہ کہتا ہے کہ اس پر لعنت ہو وہ لعنت اس کے دل پر پڑتی ہے مگر اسے خبر نہیں“۔

(اربعین نمبر 4، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 472-471)

آپ فرماتے ہیں:” میری روح میں وہی سچائی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ مجھے خدا سے ابراہیمی نسبت ہے۔ کوئی میرے بھید کو نہیں جانتا مگر میرا خدا۔ مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔ اگر ان کے پہلے اور ان کے پچھلے اور ان کے زندے اور ان کے مُردے تمام جمع ہو جائیں اور میرے مارنے کے لئے دعائیں کریں، تو میرا خدا ان تمام دعاؤں کو لعنت کی شکل پر بنا کر ان کے منہ پر مارے گا۔ دیکھو صدہا

دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت میں سے نکل کر ہماری جماعت میں ملتے جاتے ہیں۔ آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں۔ اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے؟ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔ وہ تمام مکرو فریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو اور کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو۔ ناخنوں تک زور لگاؤ۔ اتنی بد دعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو؟ خدا کے آسمانی نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں مگر بدقسمت انسان دور سے اعتراض کرتے ہیں۔ جن دلوں پر مہریں ہیں ان کا ہم کیا علاج کریں۔ اے خدا تو اس اُمّت پر رحم کر''۔

(اربعین نمبر4، روحانی خزائن جلد17 صفحہ 473)

مخالفینِ احمدیت اور دشمنانِ احمدیت کے ظالمانہ فعل اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ دعاؤں سے اور دلائل سے تو جماعت احمدیہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ انبیاء کے مخالفین کا رویہ اپناتے ہوئے طاقت اور حکومت سے مقابلہ کریں۔ پس جس حکومت و طاقت کا تمہیں زعم ہے اس کا استعمال بھی کرلو بلکہ گزشتہ ایک سو اکیس سال سے کر رہے ہو۔ کیا اس مخالفت سے احمدیت کے قدم رکے ہیں؟ احمدیت تو ہر جہت اور ہر سُو پھیلتی چلی جارہی ہے۔ ہر مخالفت کے بعد سعید فطرت احمدیت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس تازہ ظلم کے بعد بھی کئی سعید فطرت اس حوالے سے ہی احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی آغوش میں آئے ہیں۔ لاہور کے واقعہ کے بعد اس واقعہ کو دیکھ سن کر کافی بیعتیں بھی آ رہی ہیں۔ اس واقعہ کے بعد یہ فتنہ وفساد پیدا کرنے والا ٹولہ جو ہے مخالفت اور گھٹیا زبان کے استعمال میں مزید بڑھا بھی ہے۔ اس کے باوجود لوگوں کی توجہ پیدا ہو رہی ہے۔ ٹی وی پروگراموں میں بغیر کسی روک ٹوک کے ان کی دریدہ دہنی کے پروگرام دکھائے جاتے ہیں۔ اور اگر کسی ٹی وی چینل نے احمدیوں کو وقوعہ کی روشنی میں حقائق پیش کرنے اور پاکستان کی تعمیر میں جماعت احمدیہ کے کردار کے بارے میں روشنی ڈالنے کے لئے بلانے کا اظہار کیا تو یا مُلّاں کے خوف سے یا حکومتی ادارے کے خوف سے اس پروگرام کے کرنے کی اجازت نہیں ملی یا خود ہی بعد میں کہہ دیا کہ ہمیں اجازت نہیں۔ اس لئے کہ ان کو پتہ ہے کہ قوم کی آنکھوں پر نام نہاد علماء کے غلط پروپیگنڈے نے جو پردہ ڈالا ہوا ہے احمدیوں کا مؤقف سامنے آنے پر یہ پردہ چاک ہو جائے گا۔ جن کی احمدیوں کو گالیاں دینے اور مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف گھٹیا زبان استعمال کرنے کی وجہ سے روزی لگی ہوئی ہے ان کی وہ روٹی بند ہو جائے گی۔ پس یہ نفس پرست مُلّاں ہیں جنہوں نے بدقسمتی سے پاکستانی حکومتوں کو یرغمال بنایا ہوا ہے اور حکومتیں بھی اپنا الٰہ، اپنا معبود ان مُلّاؤں کو سمجھتے ہوئے آنکھیں اور کان بند کر دیتی ہیں۔

اے وہ لوگو! جو اپنی طاقت اور کثرت کے بل بوتے پر ظلم میں بڑھتے چلے جارہے ہو اُس خدا سے ڈرو جو کہتا ہے سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (الاعراف:183) (اور ہم انہیں آہستہ آہستہ ایسے راستوں سے جن کو وہ جانتے نہیں ہلاکت کی طرف کھینچ لائیں گے) پس اپنی ہلاکت کو آواز نہ دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور زمانے کے منادی کی آواز پر کان دھرو کہ وہ بھی آیت اللہ ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ تمہاری مخالفت تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل کو اپنی فتح پر محمول نہ کرو۔ یہ ڈھیل تو تمہیں خدا تعالیٰ کے قول اُمْلِيْ لَهُمْ (کہ میں انہیں ڈھیل دیتا ہوں) کی وجہ سے مل رہی ہے۔ لیکن اس کے بعد کے انذاری الفاظ پر بھی ذرا غور کرو جن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ۔ (الاعراف:184) (کہ میری تدبیر بڑی مضبوط ہے)۔ پس جب اللہ تعالیٰ حد سے بڑھے ہوؤں کے خلاف تدبیر کرتا ہے تو وہ انسانی سوچ کے دائرے سے باہر ہے۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا تدبیر ہوگی۔ لیکن یہ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو ضرور پورا کرتا ہے اور پورا کرے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ''جو شخص خدا تعالیٰ کے مأمور کی مخالفت کرتا ہے وہ اس کی نہیں بلکہ حقیقت میں وہ خدا کی مخالفت کرتا ہے۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ اگرچہ سزا دینے میں دھیما ہے مگر جو لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے اور بجائے اس کے کہ اپنے گناہوں کا اقرار کر کے خدا تعالیٰ کے حضور جھک جائیں، الٹے خدا تعالیٰ کے رسول کو ستاتے اور دکھ دیتے ہیں، وہ آخر کار پکڑے جاتے ہیں اور ضرور پکڑے جاتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد5 صفحہ 413-412 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پس اے احمدیو! تم اس ظلم پر پریشان نہ ہو کہ الٰہی جماعتوں سے یہی ہمیشہ روا رکھا گیا ہے۔ ان ظالموں کا معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑو۔ جماعتِ احمدیہ کی ترقی، جیسا کہ میں نے کہا ہے، نہ پہلے کبھی ان واقعات سے رکی ہے نہ آئندہ انشاء اللہ رکے گی۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ پکڑے گا اور ضرور پکڑے گا۔ ہمارا کام خدا تعالیٰ کے حضور جھکنا ہے اور اس کی رحمت کو جذب کرنا ہے۔ جب ہم نے یہ اعلان کیا ہے کہ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ (آل عمران:194) کہ اے ہمارے رب! ہم نے یقیناً ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا اور کہتا تھا اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ زمین و آسمان کا پالنے والا وہ خدا ہے جو تمام طاقتوں کا مالک ہے۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اور اس میں موجود ہر چیز کی پیدائش اور پرورش کرنے والا وہی رب ہے۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہیں اور آپؐ پر شریعت کامل ہوئی ہے۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ قرآن کریم آخری شرعی کتاب ہے جو رب العالمین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ فرشتے برحق ہیں اور جس طرح پہلے اپنے مفوضہ فرائض کو سرانجام دیتے تھے آج بھی سرانجام دیتے ہیں۔ وحی و الہام کرنے والے فرشتے جس طرح پہلے فعّال تھے آج بھی فعّال ہیں۔ روح القدس کی تائیدات جس طرح پہلے اللہ تعالیٰ کے فرستادوں کے ساتھ تھیں آج بھی ساتھ ہیں۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ پہلے انبیاء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتابیں نازل ہوئیں۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ تمام رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں کچھ شریعت اور کتاب لے کر اور کچھ اپنے سے پہلے انبیاء کی تعلیم کو آگے پھیلانے کے لئے۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ تمام رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اس لحاظ سے سب برابر ہیں۔ اس بات پر ایمان لاؤ کہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آخرین میں جو نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں مبعوث ہونا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق مبعوث فرما دیا ہے۔ یہ سب سننے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ فَاٰمَنَّا۔ پس ہم ایمان لائے۔

اے عاشقِ رسول اور مسیح و مہدی! ہم تجھے ہی وہ منادی سمجھتے ہیں جس کے آنے کا خدا تعالیٰ نے اس زمانے میں وعدہ فرمایا۔ ہم کامل طور پر تیری اطاعت کرنے اور اس کامل شریعت کی پیروی کرنے کا عہد کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری۔ اور جسے اس زمانے میں دنیا میں پھیلانے کا کام خدا تعالیٰ نے اے مسیح موعود تیرے سپرد کیا۔ اے اللہ! مجیب الدعوات اور غفور الرحیم ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے تجھ سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ تا دمِ آخر ہمیں اس ایمان پر قائم رکھ جس کا عہد ہم نے تیرے فرستادے سے عہدِ بیعت کی صورت میں کیا ہے۔ رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْعَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (آل عمران:194) اے ہمارے رب! تو ہمارے قصور معاف کر اور ہماری بدیاں ہم سے مٹا دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ وفات دے۔

پس ہم عہدِ بیعت اسی صورت میں نبھا سکتے ہیں جب ہم خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں، جب ہم برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں۔ ہماری موت تبھی ان نیک لوگوں کے ساتھ ہوسکتی ہے جب ہم اپنے اعمال پر نظر رکھیں، جب ہم اپنے عہدِ بیعت کو نبھانے کی ہر دم کوشش کرتے رہیں۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے عہدِ بیعت کو نبھایا، جنہوں نے خدا تعالیٰ کی خوشنودی کی سند حاصل کی۔

ہم شہداء کے واقعات سنتے ہیں، بعض لکھنے والے مجھے لکھتے ہیں کہ آج کل خطبات میں جو شہداء کا ذکر ہو رہا ہے اور بعض کو ان میں سے ہم ذاتی طور پر جانتے ہیں اور ان کا ذاتی تجربہ ہے یقیناً ان میں سے ہر ایک اپنا عہد پورا کرنے والا اور ایک روشن چمکدار ستارہ تھا۔ قطب ستارے یا بعض ستارے تو ارضی راستوں کی نشاندہی کرتے ہوئے رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ عشق و وفا کے لہلہاتے کھیتوں کی طرف ہمیں لے جانے والے ہیں۔ پس یہ لوگ ہیں جنہوں نے عہدِ بیعت نبھایا ہے۔

حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحبؓ شہید کے ذکر کے بعد ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ''مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے کیونکہ جس خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے، اس خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی روح رکھتے ہوں''۔ (تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد20 صفحہ 75)

پھر اپنے ایک کشف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''ہمارے باغ میں سے ایک بلند شاخ سَرو کی کاٹی گئی اور میں نے کہا کہ اس شاخ کو زمین میں دوبارہ نصب کر دو تا وہ بڑھے اور پھولے''۔ اس کشف کو حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف شہید کے واقعہ پر محمول کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ''سو میں نے اس کی یہی تعبیر کی کہ خدا تعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کر دے گا۔ سو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ کسی وقت میرے اس کشف کی تعبیر ظاہر ہو جائے گی''۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد20 صفحہ 76-75)

پس جو مالی اور جانی قربانیاں کرتے ہوئے اپنے عہدِ بیعت کو نبھا گئے وہ بے شک اسی کشف کے مصداق اور اس شاخ کے بغل بچے ہیں جو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کی صورت میں زمین میں گاڑی گئی تھی۔ یہ تو خدا تعالیٰ کے علم میں ہے کہ کس کو اس نے شہادت کا درجہ دینا ہے اور کس سے کسی اور رنگ میں کام لینا ہے۔ لیکن آج ہم میں سے ہر ایک کا کام ہے کہ اپنے عہدِ بیعت کو نبھاتے ہوئے اپنے اندر وہ انقلابِ عظیم پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے مقرب بنیں جو انقلاب زمانے کے منادی ہم میں روحانی طور پر پیدا کرنا چاہتے تھے۔ جو روحانی انقلاب اور مسیح محمدی سے تعلق حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحبؓ شہید نے دکھایا تھا وہ ہمیں پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے کلمے کی عملی تصویر بننے کے لئے اپنی تمام تر کوششیں بروئے کار لانی چاہئیں۔ ورنہ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ (آل عمران:194) کا نعرہ بے فائدہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ ہمارا ایمان کامل کرنے کے لئے آپ نے کیا طریق بتائے ہیں؟ یہاں کچھ ذکر کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ سب سے بنیادی چیز ایک مومن کے ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے۔ اور یہ ایمان اس وقت تک اعلیٰ درجے تک نہیں پہنچتا جب تک خدا تعالیٰ سے بے غرض محبت نہ ہو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد سوم صفحہ 508 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

فرمایا: ''مسلمان وہ ہے جو اپنے تمام وجود کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے وقف کر دے اور سپرد کر دے اور اعتقادی اور عملی طور پر اس کا مقصود اور غرض اللہ تعالیٰ ہی کی رضا اور خوشنودی ہو''۔

(ملفوظات جلد2 صفحہ 133 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

فرمایا: ایک ''حقیقی مسلمان اللہ تعالیٰ سے پیار کرتا ہے یہ کہہ کر اور مان کر کہ وہ میرا محبوب و مولا پیدا کرنے والا اور محسن ہے، اس لئے اس کے آستانہ پر سر رکھ دیتا ہے۔ سچے مسلمان کو اگر کہا جاوے کہ ان اعمال کی پاداش میں کچھ بھی نہیں ملے گا اور نہ بہشت ہے اور نہ دوزخ ہے اور نہ آرام ہیں نہ لذات ہیں تو وہ اپنے اعمالِ صالحہ اور محبتِ الٰہی کو ہرگز ہرگز چھوڑ نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کی عبادات اور خدا تعالیٰ سے تعلق اور اس کی فرمانبرداری اور اطاعت میں فنا کسی پاداش یا اجر کی بناء اور امید پر نہیں ہے۔''

(ملفوظات جلد2 صفحہ 133 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ فرماتے ہیں: ''تمہارا فرض ہے کہ سچی توبہ کرو اور اپنی سچائی اور وفاداری سے خدا کو راضی کرو تا کہ تمہارا آفتاب غروب نہ ہو''۔

(ملفوظات جلد2 صفحہ 140 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پس مسیح محمدی کی بیعت میں آ کر جس آفتابِ صداقت اور نورِ محمدی سے ہم احمدی فیض پا رہے ہیں جس سے دوسرے مسلمانوں نے باوجود اس سورج کے پاس ہونے کے فائدہ نہیں اٹھایا اس سورج کو ہمیشہ چمکتا اور روشن رکھنے اور فیض حاصل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ سے تعلق کی ضرورت ہے۔

مجھے ان دہشتگردی کے واقعات کے بعد جس کثرت سے اس مضمون کے خط آ رہے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کے قریب ہوئے ہیں اور ہمارے ایمان میں ترقی ہوئی ہے اس تعلق میں خدا تعالیٰ کی قربت کے مزید مدارج طے کرنے کی طرف ہر احمدی کو اب مستقل مزاجی سے توجہ کی ضرورت ہے۔ پھر دیکھیں وہ خدا جو ہمارا خدا اور سب طاقتوں والا خدا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کئے گئے اپنے تائیدات کے وعدوں کو پورا کرتے ہوئے کس تیزی سے اپنی تائیدات کے نظارے دکھاتے ہوئے دشمن کے ہر مکر کو اُس پر الٹاتا چلا جائے گا۔ آج تک ہم نے خدا تعالیٰ کی فعلی شہادتیں مسیح محمدی کے قائم کردہ اس سلسلے کے ساتھ ہی دیکھی ہیں اور اس کو دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں اور جو خدا آج تک جماعت احمدیہ کی حفاظت کرتا آیا ہے اور ترقی کی نئی راہیں دکھاتا رہا ہے اور دکھاتا چلا جا رہا ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی دکھائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں: ''اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے دو فریق ہو گئے ہیں۔ جس طرح ہماری جماعت شرح صدر سے اپنے آپ کو حق پر جانتی ہے اسی طرح مخالف اپنے غلو میں ہر قسم کی بے حیائی اور جھوٹ کو جائز سمجھتے ہیں۔ شیطان نے ان کے دلوں میں جما دیا ہے کہ ہماری نسبت ہر قسم کا افترا اور بہتان ان کے لئے جائز ہے اور نہ صرف جائز بلکہ ثواب کا کام ہے''۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 176 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

اور یہ بات آج بھی سچ ہے۔ مجھے کسی نے بتایا کہ لاہور میں مسجد پر حملے کے بعد ان کا کوئی عزیز ٹیکسی پر بیٹھا تو باتوں باتوں میں ڈرائیور سے اس نے کہا کہ کیا خیال ہے یہ ظلم نہیں ہوا جو احمدیوں کی مسجد میں فائرنگ ہوئی ہے اور ظلم ہوا ہے؟ تو ڈرائیور نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ بالکل ٹھیک ہوا کیونکہ اس مسجد (وہ مسجد تو نہیں کہتے عبادت گاہ کہتے ہیں) کے اندر یہ لوگ ایک بڑا خطرناک کام کر رہے تھے جس سے تمام امتِ مسلمہ تباہ ہو سکتی تھی۔ نعوذ باللہ۔ تو یہ باتیں علم نہ رکھنے والے عوام کے دماغوں اور دلوں میں جھوٹی کہانیاں سنا سنا کر ان نام نہاد علماء نے ہی بھری ہوئی ہیں۔ اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ، تا کہ اس کا جواز بنا کر پھر احمدیوں پر ظلم کئے جائیں۔

بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ان کی ان باتوں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جھوٹ سچ کی تمیز تو اب ان کو رہی نہیں۔ ''اس لئے اب ضروری ہے کہ ہم اپنی کوششوں کو ان کے مقابلے میں بالکل چھوڑ دیں'' یعنی ان کے الزامات پر صفائیاں پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ''اور خدا تعالیٰ کے فیصلے پر نگاہ کریں''۔ اب مقابلے کو چھوڑ دیں اور خدا تعالیٰ کے فیصلے پر نگاہ کریں۔ ''جس قدر وقت ان کی بیہودگیوں اور گالیوں کی طرف توجہ کرنے میں ضائع کریں بہتر ہے کہ وہی وقت استغفار اور دعاؤں کے لئے دیں''۔

آپ فرماتے ہیں کہ ''جس قدر وقت اُن کی بیہودگیوں اور گالیوں کی طرف توجہ کرنے میں ضائع کریں بہتر ہے کہ وہی وقت استغفار اور دعاؤں کے لئے دیں''۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 177-176 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

ہاں تبلیغ کرنا ہمارا کام ہے اس لئے کہ بہت سے سعید فطرت حقیقت جاننا چاہتے ہیں۔ ان کی رہنمائی بہرحال ہم نے کرنی ہے۔ اور یہ دیکھ کر خود اس لئے ہمارے پاس آتے بھی ہیں۔ اس لئے وہ کام تو جاری رہے گا۔ لیکن ان مولویوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کی ہر بات ہر گالی کا جواب دینے کے لئے جو بعض لوگوں کو خیال آتا ہے کہ دیا جائے، وہ غلط ہے۔ آپ اپنی طاقتیں ضائع کرنے کی بجائے اتنا عرصہ دعاؤں اور استغفار میں اپنا وقت گزاریں۔ کیونکہ یہ دریدہ دہن علمائے سوء جو ہیں، ان کے ساتھ بحث کرنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں، کیونکہ انہوں نے تو ماننا نہیں، چکنے گھڑے ہیں۔ ان کی روزی مرتی ہے۔

پس اگر ہم دعاؤں اور استغفار میں اس کا حق ادا کرتے ہوئے جُت گئے۔ اگر ہم نے مسیح محمدی کے ارشادات پر صحیح رنگ میں عمل کیا، وہ تبدیلیاں پیدا کر لیں جو اس زمانے کے امام ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی راتوں کو دعاؤں سے سجاتے رہے۔ استغفار کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور جھکتے رہے، تو یہ مخالفتیں اور ظلم جو درحقیقت جماعت کی بنیادوں کو کمزور کرنے کے لئے کی جا رہی ہیں یہ جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتیں۔ ان مخالفتوں کے پھل یقیناً جماعت کی کامیابی کی صورت میں لگنے ہیں اور ضرور لگنے ہیں اور لگ رہے ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت ہزار کوششوں کے باوجود بھی جماعت کو پھلنے پھولنے اور بڑھنے سے نہیں روک سکتی۔ اگر ہمارا اپنے معبودِ حقیقی سے تعلق مضبوطی کی طرف بڑھتا چلا جائے تو جماعت کی عظیم کامیابیوں کو ہم اپنی زندگی میں دیکھ سکتے ہیں۔ بڑا احمق ہے دشمن جو یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے مالی نقصان ہمیں اپنے دین سے پیچھے ہٹا دیں گے۔ بڑا کم عقل اور خوش فہم ہے ہمارا دشمن جو یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے جانی نقصان ہمارے ایمان میں کمزوری پیدا کر دیں گے۔

ہم نے تو یہ نظارے دیکھے ہیں کہ باپ کے شہید ہونے پر اس کے نو دس سالہ بیٹے کو ماں نے اگلے جمعہ مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے بھیج دیا اور کہا کہ وہیں کھڑے ہو کر جمعہ پڑھنا ہے جہاں تمہارا باپ شہید ہوا تھا تا کہ تمہارے ذہن میں یہ رہے کہ میرا باپ ایک عظیم مقصد کے لئے شہید ہوا تھا، تا کہ تمہیں یہ احساس رہے کہ موت ہمیں اپنے عظیم مقصد کے حصول سے کبھی خوفزدہ نہیں کر سکتی۔ جہاں ایسے بچے پیدا ہوں گے، جہاں ایسی مائیں اپنے بچوں کی تربیت کر رہی ہوں گی وہ قومیں کبھی موت سے ڈرا نہیں کرتیں۔ اور کوئی دشمن، کوئی دنیاوی طاقت ان کی ترقی کو روک نہیں سکتا۔

یہ مالی اور جانی نقصان ہونے کی اطلاع تو آج سے چودہ سو سال پہلے ہمارے خدا نے ہمیں دے دی تھی اور ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے عمل سے اس کی مثالیں بھی قائم فرما دی تھیں اور جب آخرین کو پہلوں سے جوڑا تو یہ واضح کر دیا کہ یہ مثالیں آخرین بھی قائم کریں گے۔ اور پھر بَشِّرِ الصَّابِرِیْن (البقرہ: 156) کہہ کر آخرین کو بھی ان قربانیوں کے بدلے جنتوں اور فتوحات کی خوشخبری سنا دی۔

پس ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ان واقعات نے جو جماعتی قربانی کی صورت میں ہوئے جس طرح پہلے سے بڑھ کر ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف راغب کیا ہے، اس جذبے کو، اس ایمانی حرارت کو اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی آہ و بکا کے عمل کو، اپنے اندر پاک تبدیلیوں کی کوششوں کو کبھی کمزور نہ ہونے دیں، کبھی کمزور نہ ہونے دیں، کبھی اپنے بھائیوں کی قربانی کو مرنے نہ دیں جو اپنی جان کی قربانیاں دے کر ہمیں زندگی کے نئے راستے دکھا گئے۔ اگر ہم نے اپنی سوچوں اور اپنے عملوں کو اس نہج پر چلایا تو خدا تعالیٰ کی غیر معمولی نصرت کے نظارے بھی ہم دیکھیں گے، انشاء اللہ۔ اور اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْب (البقرۃ: 215) (یاد رکھو کہ اللہ کی مدد یقیناً قریب ہے) کی جاں فزا اور پُر شوکت آواز بھی ہم سنیں گے۔ اور اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُبِیْنًا (الفتح: 2) کی خوشخبری اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ پس خدا کے حضور جھک جائیں اور اپنے خدا کے حضور جو سب طاقتوں کا مالک ہے جو مجیب الدعوات ہے اس طرح چِلّائیں کہ عرش کے کنگرے بھی ہلنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی ایسی دعاؤں کی توفیق عطا فرمائے۔

اے اللہ! تو ہم کمزوروں کو باوجود ہماری تمام تر کمزوریوں کے ہر آن اپنے مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق سے کئے گئے وعدوں کے پورا ہونے کے نظارے دکھاتا چلا جا۔ ہماری کمزوریوں سے صرفِ نظر فرما۔ ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ ہمیں اپنی رحمت کی آغوش میں لے لے۔ کبھی کوئی ابتلاء، کوئی امتحان ہمارے ایمانوں میں کمزوری پیدا کرنے کا باعث نہ بنے۔ ہمارے ایمانوں میں پہلے سے بڑھ کر مضبوطی عطا فرما۔ ہماری پردہ پوشی فرما۔ مخالفین اور منافقین کے ہر شر سے ہمیں بچا۔ مخالفین پر ہمیں فتح و کامیابی عطا فرما۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ (البقرۃ 251)

اب ہم دعا کریں گے۔ دعا میں اپنے سب شہداء اور ان کے خاندانوں کو بھی یاد رکھیں، اسیران کو بھی یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اپنی حفاظت میں رکھے اور خیریت سے اپنے گھروں کو لے کر جائے۔ اب دعا کر لیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

جو آج تُو نے نہ کی رفاقت کسی کو کیا منہ دکھائیں گے ہم

(انتخاب از منظوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

تری محبت میں میرے پیارے ہر اک مصیبت اٹھائیں گے ہم
مگر نہ چھوڑیں گے تجھ کو ہرگز نہ تیرے در پر سے جائیں گے ہم

تری محبت کے جرم میں ہاں جو پیس بھی ڈالے جائیں گے ہم
تو اس کو جانیں گے عین راحت نہ دل میں کچھ خیال لائیں گے ہم

سنیں گے ہرگز نہ غیر کی ہم نہ اس کے دھوکے میں آئیں گے ہم
بس ایک تیرے حضور میں ہی سرِ اطاعت جھکائیں گے ہم

جو کوئی ٹھوکر بھی مارے گا تو اس کو سہہ لیں گے ہم خوشی سے
کہیں گے اپنی سزا یہی تھی زباں پہ شکوہ نہ لائیں گے ہم

ہمارے حالِ خراب پر گو ہنسی اُنہیں آج آ رہی ہے
مگر کسی دن تمام دُنیا کو ساتھ اپنے رُلائیں گے ہم

ہوا ہے سارا زمانہ دُشمن ہیں اپنے بیگانے خوں کے پیاسے
جو تُو نے بھی ہم سے بے رُخی کی تو پھر تو بس مر ہی جائیں گے ہم

یقیں دلاتے رہے ہیں دُنیا کو تیری اُلفت کا مدّتوں سے
جو آج تُو نے نہ کی رفاقت کسی کو کیا منہ دکھائیں گے ہم

دستور پاکستان سے متصادم

دہشتگردی کی حوصلہ افزائی کرنے والا ایک کالا قانون

(خالد سیف اللہ خان ۔ آسٹریلیا)

قائداعظم کے نظریات کی بنیاد عدل اور بین الاقوامی طور پر تسلیم کئے گئے بنیادی انسانی حقوق پر تھی اور اسلام میں اس کی بہترین مثال وہ معاہدہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے یہود اور دیگر غیر مسلم آبادی کے ساتھ کیا تھا اور میثاق مدینہ کہلاتا ہے۔ قرآن کریم بھی حکام کو مطلق عدل کا حکم دیتا ہے۔ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو۔ (النساء:59) یہاں النَّاس (لوگوں) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ انصاف کرنا صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ بلا لحاظ رنگ و نسل اور مذہب سب انسانوں کے ساتھ کرنا ضروری ہے۔ خدا نے تو دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا۔ اِعْدِلُوْا۔ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ (المائدہ:9) اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم انصاف نہ کرو۔ تم انصاف کرو وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

پس ہر عدالت، اسمبلی اور حاکم کا فرض ہے کہ وہ تمام شہریوں سے عدل وانصاف کرے۔ اسی لئے **کوئی ایسا قانون مسلمان حکومت نہیں بنا سکتی جو عدل کے برخلاف امتیازی ہو۔ عدل کا تقاضا ہے کہ قانون سب کے لئے ایک ہو اور قانون کی نظر میں سب برابر ہوں۔** دنیاوی حکومتیں بھی ایسے قانون کو بُرا قانون (Bad Law) سمجھتی ہیں جو کسی ایک گروہ، جماعت یا گروپ کے ساتھ مخصوص (Specific) ہو۔ پاکستان میں ایسے کالے قانون کی واضح مثال جنرل ضیاء کا ''امتناع قادیانیت آرڈیننس نمبر 20'' ہے جس میں دوسرے شہریوں کو چھوڑ کر صرف احمدیوں کو اپنے مذہب اسلام کے اظہار، تبلیغ اور عمل کو قابل دست اندازی پولیس جرم قرار دیا ہے۔ وہ اشارۃً کنایۃً بھی ایسا کلمہ منہ سے نہیں نکال سکتے جس سے یہ مطلب نکالا جا سکتا ہو کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔ (Pose to be a Muslim) یعنی احمدی وہ مذہب (اسلام) جسے وہ ہمیشہ اپنا کہتے رہے اور اس پر عمل کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں اس کو چھوڑ کر کوئی نیا مذہب اپنے لئے گھڑ لیں کیونکہ ان کے اسلام پر عمل کرنے سے ان کی سخت دلآزاری ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ احمدی ہونے کے لئے **مسلمان ہونا اور اسی اسلام پر جو حضرت محمد عربی ﷺ لائے بغیر کسی کمی، اضافہ یا ترمیم کے عمل کرنا ضروری ہے** اور اس کے بغیر وہ رہ ہی نہیں سکتے اس لئے اس کالے قانون نے ہر احمدی کی زندگی کو ایک ایسے جرم میں تبدیل کر دیا ہے جو ہر آن مسلسل کیا جا رہا ہو۔ اس لئے کسی بھی احمدی کو کسی بھی وقت خدا اور رسول کا نام لینے کے جرم میں پکڑا جا سکتا ہے۔

قابل غور بات ہے کہ یہ قانون دستور پاکستان کے آرٹیکل 20 کے اور قرارداد مقاصد جو اب آئین کا حصہ ہے دونوں کے کھلم کھلا خلاف ہے۔ اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ حکومت کوئی قانون، آرڈیننس دستور کے برخلاف نہیں بنا سکتی اور نہ ایسا قانون قائم رہ سکتا ہے۔

تمام شہری برابر کا درجہ رکھتے ہیں۔

قائداعظم نے پاکستان بنتے وقت پاکستانی قوم سے جو وعدہ کیا تھا اس کی حیثیت ایک معاہدہ کی تھی کیونکہ اسی بنیاد پر ہندوستان کی تقسیم عمل میں لائی گئی تھی کہ تمام شہری ہندو پاکستان کے برابر کا درجہ رکھیں گے اور اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہوں گے اور حکومت مذہب میں دخل نہیں دے گی۔ لیکن افسوس کہ ملاؤں کی ریشہ دوانیوں سے پاکستان جس کا آغاز ایک سیکولر (لادینی نہیں بلکہ غیر مذہبی غیر متعصب) ریاست کے طور پر ہوا تھا۔ قائداعظم کی وفات کے چھ ماہ بعد ہی اس کا جھکاؤ مذہبی ریاست (تھیوکریسی) کے تصور کی طرف پھیر دیا گیا اور اب متعدد قانونی اور انتظامی اقدامات کے نتیجہ میں وہ شدت پسندی کے ایسے جال میں پھنس چکا ہے جس سے باہر نکلنے کا کوئی رستہ نظر نہیں آتا۔ اس جھکاؤ کا ذکر کرتے ہوئے پاکستان کے ایک قابل جج جسٹس محمد منیر سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان لکھتے ہیں:۔

"In his speech delivered on 11th August 1947, as President of the Constituent Assembly, the Quaid-i-Azam had presented a picture of future Pakistan as that of a purely secular state; but within 6 months of his death Prime Miniser Liaqat Ali proposed and had carried out what is called the Objectives Resolution. Its outstanding feature was that in form and substance the constitution to be promulgated in pursuance of the Resolution would be some sort of a state with a distinct Islamic bias. This Objectives Resolution was adopted and passed by the new Constituent Assembly as the preamble of the Constitution. The Assembly also provided in the Constitution a Council of Islamic Ideology whose functions were defined in such a manner as to make the Constitution look like that of an Islamic State. The State was named as the Islamic Republic of Pakistan."

ترجمہ: ''قائداعظم نے دستور ساز اسمبلی کے پریذیڈنٹ کی حیثیت سے 11راگست 1947ء کو جو تقریر کی تھی اس میں مستقبل کے پاکستان کی تصویر ایک خالص سیکولر سٹیٹ کے طور پر پیش کی گئی تھی لیکن آپ کی وفات کے چھ ماہ کے اندر ہی وزیراعظم لیاقت علی خان نے قرارداد مقاصد تجویز کر کے منظور کر لی۔ اس کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ جو دستور قرارداد مقاصد کی روشنی میں بنایا جائے گا اس کا جھکاؤ اپنے ظاہر و باطن میں اسلام کی طرف ہوگا۔ نئی دستور ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد کو دستور کے دیباچہ (Preamble) کے طور پر قبول و منظور کیا۔ اسمبلی نے دستور میں ایک اسلامی نظریاتی کونسل کو بھی شامل کر لیا جس کے فرائض منصبی کی ایسے طریق پر تعیین کی گئی کہ دستور ایک اسلامی ریاست کا دکھائی دے۔ نیز ملک کا نام اسلامی جمہوریۂ پاکستان رکھا گیا''۔

("Islam in History" By Muhammad Munir P247 Published By Kitab Bhavan 1784 Kalan Mahal Darya Ganj New Delhi 110002)

یہ عمل جاری رہا اور اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل کے بعد اسلامی شریعت کورٹ بھی قائم کر دی گئی۔ یہ عدالت اپنے فیصلے قرون وسطیٰ کے علماء کے نظریات کے مطابق کرنے لگی۔ حالانکہ اس زمانہ میں کئی فتوے حکام کو خوش کرنے کے لئے بھی دیئے جاتے تھے۔ Blasphemy Law پر شرعی عدالت کے فیصلہ کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔

پاکستان میں کوئی ذِمّی نہیں

پاکستان کے تنگ نظر مُلّاں اکثر پاکستان کی اقلیتوں کو ذِمّی کہہ کر یاد دلاتے رہتے ہیں کہ تم درجہ دوم کے شہری ہو اور ہم تمہاری نگرانی اور حفاظت کے ذمہ وار ہیں۔ ان کی اس بات پر اسمبلی میں کئی بار عیسائی ممبران نے پرزور احتجاج بھی کیا ہے۔ چوہدری محمد علی صاحب سابق وزیراعظم پاکستان نے اپنی کتاب The Emergence of Pakistan میں لکھا ہے کہ پاکستان میں بسنے والے غیر مسلم کوئی مفتوح تو نہیں بلکہ وہ مساوی درجہ کے ''معاہد'' ہیں۔ کیونکہ ایک معاہدہ کی رو سے وہ شروع ہی سے برابر کے شہری تسلیم کئے جا چکے ہیں۔ جسٹس محمد منیر اپنی کتاب ''اِسلام اِن ہسٹری'' میں چوہدری محمد علی صاحب کی کتاب سے اقتباس نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"Ch. Muhammad Ali, an ex-Prime Minister of Pakistan, in his book, *The Emergence of Pakistan* (P. 240), while commenting on the Quaid-i-Azam's first address to the Constituent Assembley of Pakistan, delivered on 11th August, 1947, has made the following pertinent observations:

"What is overlooked is that Pakistan came into existence not by conquest but as the result of a negotiated agreement between the representatives of the Hindu and Muslim communities to partition the subcontinent. An explicit and integral part of the agreement was that the minorities in both states would have equal rights and equal protection of law. In that context, the Quaid-i-Azam was wholly right in asserting the fundamental principle that we are all citizens of one State. It follows that the state must give full protection to the life, property and religious beliefs of its subjects (and) should wholly and solely concentrate on the well-being of people and especially of the masses and the poor. These practical tasks of statesmanship can be fulfilled only by giving equal rights and equal responsibilities to all citizens.

("Islam in History" By Muhammad Munir P.78)

ترجمہ: ''پاکستان کے ایک سابق وزیراعظم چوہدری محمد علی اپنی کتاب ''دی ایمرجینس آف پاکستان'' (صفحہ 240) میں قائداعظم کے دستور ساز اسمبلی کے پہلے خطاب پر جو آپ نے 11راگست 1947ء کو فرمایا مندرجہ ذیل برمحل تبصرہ کیا ہے:۔

''جو بات اکثر نظر انداز کر دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان کسی فتح کے نتیجہ میں وجود میں نہیں آیا تھا۔ بلکہ وہ گفت وشنید کے ذریعہ طے پانے والے ایک معاہدہ کے نتیجہ میں بنا تھا جو ہندو اور مسلم نمائندوں کا برصغیر کی تقسیم پر ہوا تھا۔ اس معاہدہ کا ایک واضح اور لازمی حصہ یہ تھا کہ دونوں ریاستوں میں اقلیتوں کو قانون کے تحت مساوی حقوق اور مساوی حفاظت حاصل ہوگی۔ اس سیاق وسباق میں قائداعظم اس بنیادی اصول پر زور دینے میں کامل طور پر حق بجانب تھے کہ ہم سبھی ایک ریاست کے شہری ہیں۔ اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ریاست کے لئے ضروری ہے کہ وہ ساری رعایا کی جان، مال اور مذہبی عقائد کو مکمل تحفظ دے اور پورے طور پر اپنے لوگوں کی فلاح پر توجہ مرکوز کرے بالخصوص عوام اور غریبوں پر۔ ان مدبرانہ فیصلوں کے عملی کام اسی وقت سرانجام دیئے جا سکتے ہیں جب تمام شہریوں کو برابر کے حقوق و فرائض دیئے جائیں''۔ (ایمرجینس آف اسلام)

جسٹس محمد منیر آگے لکھتے ہیں کہ اس معاہدہ کے مطابق مرتد کے لئے کوئی سزا تجویز نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ یہ سزا صرف اسلام سے پھرنے کی ہوگی نہ کسی دوسرے مذہب کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونے کے لئے۔

یہی صورت بلاسفیمی لاء کی ہوگی۔ کیونکہ اس کا تعلق صرف ان ہستیوں، مقامات یا کتابوں وغیرہ کی توہین سے ہے جو مسلمانوں کے نزدیک مقدس ہیں۔ اگر کسی کلمہ گو جماعت کو بھی حکومت غیر مسلم گردانتی ہے تو ان کے جان سے عزیز پیشوا کے خلاف اگر کوئی گندی زبان استعمال کرتا ہے جس سے لاکھوں محبّ وطن پاکستانیوں کے دل دکھتے ہوں تو ایسے شخص کو کبھی بھی بلاسفیمی لاء کے تحت سزا نہیں دی گئی۔ اس طرح کے اور بھی کئی قوانین ہیں جو امتیازی ہیں اور عدل کے اس معاہدہ کے صریحاً خلاف ہیں۔

برصغیر کی تقسیم کے وقت جو معاہدہ ہوا تھا اور جس کا قائداعظم نے اپنی 11راگست 1947ء کی تقریر میں ذکر کیا تھا اس پر جس طرح ہندوستان عمل کر رہا ہے ایسا ہی پاکستان میں بھی اس پر عمل کرنا لازمی تھا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (المائدہ:2) اے ایماندارو! اپنے اقراروں، عہدوں کو پورا کیا کرو۔ اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی سزا عام غریب پاکستانیوں کو دہشتگردی کا نشانہ بننے کی صورت میں مل رہی ہے۔

دستور میں خیانت

اپریل 1984ء میں پاکستان کے فوجی آمر جنرل ضیاء الحق نے احمدیوں کو مذہبی آزادی سے محروم کرنے کے لئے جب آرڈیننس نمبر 20 جاری کیا تو دنیا بھر کی مہذب حکومتوں اور بنیادی انسانی حقوق کی علمبردار تنظیموں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا اور اس کی متعدد بار مختلف فورموں سے مذمت کی۔ اس وقت قرارداد مقاصد میں درج تھا کہ اقلیتوں کو آزادی سے اپنے مذہب کے اظہار (یعنی تبلیغ) اور اس پر عمل کرنے کا اختیار ہوگا۔ جب دنیا نے مذمت کی تو اُلٹا 1985ء میں قرارداد مقاصد میں سے آزادی (Freely) کا لفظ ہی آٹھویں ترمیم کرتے وقت نکال دیا۔ اب حال ہی میں جو 18ویں ترمیم دستور میں ہوئی ہے اس میں Freely کا لفظ دوبارہ داخل کر دیا گیا ہے۔ اب فقرہ دوبارہ اس طرح ہو گیا ہے۔

"Where in Adequater Provision shall be made for the Minorities to Freely profess and practise their Religions and Develop their Culture".

ترجمہ: ''اس بات کا پورا اہتمام کیا جائے گا کہ اقلیتیں

آزادی سے اپنے مذہب کا اظہار اور اس پر عمل کرسکیں اور اپنی تہذیب کو ترقی دے سکیں‘‘۔

’’آزادی‘‘ (Freely) کا لفظ میڈیا کے علم میں چند روز ہی پہلے آیا۔ 8 جون 2010ء کو سپریم کورٹ کا 17 رکنی فل بینچ 18 ویں ترمیم کی بعض شقوں کے خلاف جب ایک درخواست کی سماعت کر رہا تھا تو چیف جسٹس صاحب نے موجودہ پارلیمنٹ کی تعریف کی کہ اس نے 1985ء کی اسمبلی کی ایک غلطی کی اصلاح کر دی ہے اور قرارداد مقاصد جو اقلیتوں کو آزادی سے اپنے عقیدہ و مذہب کے اظہار اور اس پر عمل کرنے کا حق دیتی ہے اسے بحال کر دیا ہے۔ آپ نے کہا: ’کسی کو یہ حق نہیں کہ اس بنیادی دستاویز کو بگاڑے۔ عجیب بات ہے کہ 1985ء کی اسمبلی کے کسی ایک رکن نے بھی آٹھویں ترمیم کی منظوری کے وقت اس غلطی کو نوٹ نہیں کیا اور اسی طرح اسے پاس ہونے دیا۔ لفظ Freely (آزادی سے) کو بحال کرنے کا سہرا موجودہ پارلیمنٹ کے سر ہے‘‘۔ ’’1985ء کی منتخب شدہ اسمبلی کی یہ مجرمانہ غفلت (Criminal Negligence) تھی کہ دستور نے اقلیتوں کو عبادت کی رسومات بجا لانے کی جو آزادی دی تھی اس کو بدل دیا‘‘۔

چیف جسٹس صاحب کے مندرجہ بالا ریمارکس سپریم کورٹ کے سینئر قانونی مشیر (Senior Counsel) حامد خان کے دلائل کے جواب میں تھے جن میں انہوں نے کہا تھا کہ قرار داد مقاصد (Objectives Resolution) کو آرٹیکل 2A کے تحت دستور کا بنیادی جزو بنا دیا گیا ہوا ہے۔ اس موقعہ پر بینچ کے ایک اور جج جناب جسٹس ایس خواجہ نے اپنی حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:۔

’’کیا یہ اس وقت کی اسمبلی کی انتہائی لاپرواہی نہ تھی کہ اس نے ایک بنیادی حیثیت کی پختہ دستاویز میں تبدیلی کر دی؟ آج جب کہ عدم برداشت مسلسل بڑھ رہی ہے ہم اپنی آنکھیں ’’کوئی نہیں‘‘ کہہ کر بند نہیں کر سکتے‘‘۔

جناب جسٹس خواجہ صاحب نے درست فرمایا کہ آئین پاکستان میں اس طرح کی ترمیموں اور امتیازی قوانین کی وجہ سے عدم برداشت اور تشدد پرستی روز افزوں ہے۔

مذہب کے اعلان کا حق

قرار داد مقاصد اب دوبارہ 25 سال کے بعد تمام پاکستانیوں کو آزادی سے اپنے مذہب کا پرچار کرنے اور اس پر عمل کرنے کی آزادی دیتی ہے اور دستور کا آرٹیکل نمبر 20 بھی یہی کہتا ہے مگر بے انصافی کی حد یہ ہے کہ احمدیوں کے خلاف آرڈی نینس 20 بدستور قائم ہے اور اس کے تحت ہزاروں مقدمات ابھی عدالتوں کے سامنے ہیں۔

دیکھیں آرٹیکل 20 ہر پاکستانی کو کیا حق دیتا ہے:۔

Article 20 of the Constitution of Pakistan guarantees freedom of religion and provides:

"Freedom to profess religion and to manage religious institution- subject to law, public order and morality.

*every citizen shall have the right to profess, practise and propagate his religioun; and

*every religious denomination and every sect thereof shall have the right to establish, maintain and manage its religious institutions.

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے رسالہ ’’میرا دین‘‘ (اخبار احمدیہ لنڈن مارچ 1975ء بحوالہ ’’میرا دین‘‘ شائع کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان) میں مذکورہ بالا آرٹیکل 20 کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا تھا:۔

’’میں اتنا ضرور واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ آئین پاکستان کے فقرہ نمبر 20 کی رو سے مجھے اپنے دین کے اعلان، اس دین پر عامل ہونے، عامل رہنے اور اس کی اشاعت و تبلیغ کا حق حاصل ہے اور جیسے مَیں بیان کر چکا ہوں میرے دین کا خلاصہ یہ ہے: لَااِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ‘‘۔ احمدیوں کا یہ حق آرڈی نینس 20 نے چھینا ہوا ہے۔

ہمارا جناب چیف جسٹس پاکستان افتخار محمد چوہدری صاحب سے سوال ہے کہ کیا کوئی قانون دستور کے برخلاف بنایا جا سکتا ہے؟ یا قائم رہ سکتا ہے اور کیا ہم ان سے توقع رکھیں کہ عدل کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے وہ ازخود نوٹس لے کر اس کالے قانون کو کالعدم قرار دیں گے؟

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں

اور یہی ہر احمدی کا اعلان ہے جس کا دستور اسے حق دیتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

ملی ہے تم کو شہادت بھی سجدہ گاہوں میں

کھلے ہیں گلشن احمدؑ میں تازہ سرخ گلاب
رقم ہوئے ہیں نئی شان سے وفا کے باب
کئی کو تمغہ ملا وقتِ عنفوان شباب
کئی بزرگ بھی ثابت قدم تھے پابہ رکاب
وہ شیر روکتے تھے گولیوں کو سینوں سے
رواں ہے قافلۂ زندگی شہیدوں سے

جو خوں اُحد میں، حُنین اور کربلا میں بہے
یہ سلسلہ ہے وُہی، پھر زبانِ حال کہے
ستم خدا کے لئے اس قدر سکوں سے سہے
درود پڑھتے رہے اور جان دیتے رہے
یوں آخرین ملے اوّلیں کی راہوں سے
رواں ہے قافلۂ زندگی شہیدوں سے

کہیں سہاگ کہیں باپ حق کی راہوں میں
کوئی ہے گود سے ماں کی خدا کی بانہوں میں
ہے ایسی شان کہ کیا ہو گی بادشاہوں میں
ملی ہے تم کو شہادت بھی سجدہ گاہوں میں
مقامِ خاص مِلا ہے تمہیں نصیبوں سے
رواں ہے قافلۂ زندگی شہیدوں سے

نویدِ صبحِ درخشاں ہیں حوصلے جن کے
پیامِ وصل بہاراں ہیں ولولے جن کے
وہ جن کے خون سے خوشبو بہشت کی آئے
وہ جن کی موت میں پنہاں حیات کے مژدے
زمین ہوتی ہے زرخیز خوں کے قطروں سے
رواں ہے قافلۂ زندگی شہیدوں سے

وہ جن کے نام سے زندہ رہے گا نام وفا
لکھا ہے جن کی جبینوں پہ صاف ’’وصلِ خدا‘‘
وہ جن کے خون سے سینچا گیا ہے باغِ وفا
وفا کرے گا چمن اس لہو سے بہرِ خدا
خدا نے اُن کو گِنا بھی الگ ہے مُردوں سے
رواں ہے قافلۂ زندگی شہیدوں سے

خُوشا کہ ہیں وُرَثاء بھی تمہارے کوہِ وقار
ملا ہے جن کو وراثت میں جذبۂ ایثار
بنے ہیں پیکرِ صبر و رضا یہ فخرِ دیار
حُسینؓ و ظلمِ یزید اب بھی برسرِ پیکار
ڈھلا ہے درد دعا میں کروڑوں سجدوں سے
رواں ہے قافلۂ زندگی شہیدوں سے

ہر ایک قوم کا ۔ لاہور کے شہیدو سلام!
اور عشق سے ہوئے سرشار غازیوں کو سلام!
رضائے حق میں ہو راضی، اے خوش نصیبو سلام!
فلک پہ دینِ محمدؐ کے اے ستارو سلام!
یہ آسمان مُزیّن ہے کہکشاؤں سے
رواں ہے قافلۂ زندگی شہیدوں سے

چلو! دکھاؤ قدم میں وہی ثبات ۔ چلو!
چلو! یہ درد ہے سرمایۂ حیات ۔ چلو!
چلو! یہی ہے مری جاں رہِ نجات ۔ چلو!
چلو! ہے ساتھ ہمارے خدا کی ذات ۔ چلو!
ہیں پھر مساجدِ لاہور پُر دعاؤں سے
رواں ہے قافلۂ زندگی شہیدوں سے

(فاروق محمود۔ لندن)

خریداران الفضل انٹرنیشنل سے گزارش

کیا آپ نے الفضل انٹرنیشنل کا سالانہ چندہ خریداری ادا کر دیا ہے؟ اگر نہیں تو براہ کرم اپنی مقامی جماعت میں ادائیگی فرما کر رسید حاصل کر لیں اور اپنے ملک کے مرکزی شعبہ اشاعت کو مطلع فرمائیں۔ رسید کٹواتے وقت اپنے AFC نمبر کا حوالہ ضرور درج کروائیں۔ شکریہ۔

(مینجر)

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز ۔ ربوہ
☆ ریلوے روڈ: 0092 47 6214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 47 6212515
SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

ھوالشافی
ھوالشافی ایک پرائیویٹ رجسٹرڈ چیریٹی ادارہ ہے جس کا مقصد عوام الناس تک صحت کے بارہ میں اور بیماریوں کے صحیح علاج یعنی ہومیوپیتھک طریقہ علاج کے بارہ میں صحیح آگاہی دینا ہے۔ اس مقصد کے لئے ادارہ ایک سہ ماہی شمارہ بھی شائع کرتا ہے جس میں ہومیوپیتھک طریقہ علاج اور عمومی صحت کے بارہ میں تازہ مضامین اور معلومات ہوتی ہیں اس شمارہ کی سالانہ فیس صرف £10 ہے۔ مندرجہ ذیل E-Mail کے ذریعہ مزید معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔
howashafi@hotmail.co.uk

فُزتُ وَربِّ الکعبہ

(ربِ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا)

(فضل الرحمٰن ناصر۔ربوہ)

حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کی فُزتُ وَرَبِّ الکَعْبَہ کی صدائے بازگشت آج بھی عشاق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں رس گھولتی، ایمانوں کو جلا بخشتی ،دلوں میں خدائے واحد ویگانہ کی محبت کے ولولے پیدا کرتی ،سینہ بسینہ پھیلتی چلی جارہی ہے۔دیکھو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ غلام خبیب رضی اللہ عنہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کس شان اور یقین سے یہ شعر گنگنارہا ہے۔

لَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِماً
عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَع
وَذٰلِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَّشَاء
یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّع

جبکہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں مارا جارہا ہوں مجھے پرواہ نہیں کہ کس کروٹ اللہ کی خاطر گروں گا اور میرا یہ گرنا اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہے اور اگر وہ چاہے۔تو ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جسم کے جوڑوں کو برکت دے سکتا ہے۔

اور ہاں بلال حبشیؓ کی اَحَد اَحَد کی وہ آواز جو تپتے ہوئے صحراؤں سے آرہی ہے،مومنوں کے دلوں میں توحید کا نور بھرتی چلی جارہی ہے۔

حرام بن ملحانؓ آج بھی زندہ ہے اور خبیبؓ بھی زندہ ہے اور بلالؓ بھی زندہ ہے۔حقیقت یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں توحید کا جام پینے والے وہ تمام وجود زندہ ہیں جنہوں نے اپنے تن من دھن کی بازی لگا کر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے نعرہ کو ہی ہمیشہ سر بلند رکھا۔ان قدوسیوں کی زندگی بخش اور دلکش قربانیوں سے مومنوں کے حوصلے بلند سے بلندتر ہورہے ہیں۔ربِّ کعبہ بھی ان قربانیوں پر نازاں ہے۔کیونکہ اس نے بڑے ناز سے اپنے ابدی کلام میں اس کا یوں ذکر فرمایا۔

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر مضبوطی سے قائم ہوگئے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اس پیغام کے ساتھ کہ تم کوئی خوف نہ کرو اور ہرگز غمگین نہ ہو۔اور ان جنتوں کی خوشخبری پر خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دئے گئے ہو۔(فرشتے یہ بھی پیغام دیتے ہیں) کہ ہم تمہارے دوست ہیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ان (جنتوں) میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو تمہارے پاک نفس چاہیں گے۔وہ سب کچھ بھی ہوگا جس کا تم وعدہ دئے گئے ہو اور یہ بہت بخشنے والے اور بار بار رحم کرنے والے خدا کی طرف سے مہمانی کے طور پر ہے۔(سورۃ حٰمٓ السجدہ : 31تا 33)

خدا کے بندوں نے اپنے ربّ کے ان وعدوں کو ہمیشہ پورا ہوتے دیکھا اور سنا اور ان قربانیوں کے نتیجہ میں ان کے دلوں سے تسکین کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔جبھی تو اس راہ میں پے در پے جان کی بازی لگانے والوں کے بعد جو زندہ بچ رہے ان کے دلوں پر جب ان کے رب کی نظر پڑی تو اس نے ان کا بڑے پیار سے یوں ذکر کیا:

مِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا (الاحزاب:24)

پس ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنی منّت کو پورا کردیا اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں ۔

قربانیوں کی یہ تاریخ جو مسلمانوں کے خون سے رنگین ہے اس میں وہ دردناک واقعہ بھی ہے جس میں ایک ہی دن، ایک ہی وقت میں، 70 پرستاران توحید، جو تبلیغ اسلام کا مقدس فریضہ سرانجام دینے کے لئے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نکلے اور دھوکہ اور فریب سے شہید کردئے گئے۔مگر یہ سب کے سب جس عظیم مشن کو سر کرتے ہوئے قربان ہورہے تھے اس کی عظمت ان کے دل محسوس کررہے تھے اور اس قربانی کی لذت سے ان کی روحیں مسرور و مخمور تھیں اور ان کی زبانیں یوں رضا کے ترانے گارہی تھیں۔

بَلِّغُوا قَوْمَنَا اَنْ قَدْ لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَأَرْضَانَا

(بخاری کتاب الجہاد باب من ینکب فی سبیل اللہ)

یعنی (کوئی سننے والا ہے تو سنے ! اور) ہماری قوم کو ہمارا یہ پیغام پہنچادے کہ ہم اپنے رب سے جا ملے ہیں وہ ہم سے خوش ہوگیا اور اس نے ہم کو خوش کردیا۔

70 مظلوم جانثاروں کی یہ نغمگی آواز سن کر ان کی قوم تک پہنچانے والا کوئی موجود نہ تھا۔مگر خدائے واحد کی خاطر کی جانے والی اس قربانی کو دیکھ کر فرشتے بھی محو حیرت تھے اور جبرائیلؑ اسی لمحہ یہ جانفزا اور ولولہ انگیز نغمہ سن کر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوئے اور اس انداز سے یہ خبر پہنچائی

اَنَّھُم قَدْلَقَوْا رَبَّھُمْ فَرَضِیَ عَنْھُمْ وَاَرْضَاھُمْ

(بخاری کتاب الجہاد باب من ینکب فی سبیل اللّٰہ)

کہ وہ اپنے رب سے جا ملے اور وہ ان سے خوش ہے اور اس نے ان کو بھی خوش کردیا۔

بے شک ان کا راضی برضا ہوکر جنت الفردوس میں داخل ہونا ایک خوشی کی خبر تھی مگر گہرے غم میں لپٹی ہوئی ۔ ایک ہی وقت میں اپنے 70 جانثاروں کی شہادت کی خبر نے ان کے محبوبؐ کو بھی غمگین کردیا۔اور یہ غم ایسا تھا کہ صحابہ کہتے ہیں ہم نے کبھی کسی موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا غمزدہ نہ دیکھا۔اس غم کی کیفیت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس یوم تک نمازوں میں خدا کے حضور کھڑے ہوکر ان ظالم اور سفّاک لوگوں کے خلاف دعائیں کیں۔یہ دعائیں قبول ہوئیں اور وہ قبائل جنہوں نے یہ گھناؤنے ظلم ڈھائے قحط سالی اور شدید مصائب میں گرفتار ہوئے۔

(بخاری باب دعاء الامام علیٰ من نکث عھداً)

کاش خدا کے نام پر ظلم وستم ڈھانے والی ظالم وسفاک قومیں ان واقعات سے عبرت پکڑسکیں۔

✡✡✡✡✡✡

الفضل انٹرنیشنل میں
اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو فروغ دیں۔
(مینیجر)

جو نام پہ اس یار کے قربان ہوئے ہیں

جو نام پہ اس یار کے قربان ہوئے ہیں
وہ مر کے امر صاحبِ عرفان ہوئے ہیں

سر زانوئے دلدار سے اُس وقت اٹھا جب
دل نے کہا پورے مرے ارمان ہوئے ہیں

پھر منزلِ مقصود سے آئی ہیں صدائیں
دشوار تھے جو راستے آسان ہوئے ہیں

دل میں تو تلاطم تھا بپا شوقِ لِقا کا
صد مرحبا! کیا وصل کے سامان ہوئے ہیں

پہنچے جو درِ خُلد پہ وہ طائرِ قدسی
لینے کو قدم آگے وہ دربان ہوئے ہیں

بدخواہ الجھتے ہی رہے سود و زیاں سے
راضی بہ رضا صاحبِ ایمان ہوئے ہیں

باندھے تھے دل و جان سے جو اہلِ وفا نے
کیا جانے عدُو پورے وہ پیمان ہوئے ہیں

وہ صبر و رضا اور تحمل کے نمونے
انگشت بدنداں سبھی انسان ہوئے ہیں

پھر نافۂ الفت سے مہک اٹھی فضائیں
پھر زخم کہیں کِھل کے گلستان ہوئے ہیں

رہتے تھے جو ذرات کی مانند جہاں میں
وہ سارے ستارے مہِ تابان ہوئے ہیں

اُس پار اٹھے ہاتھ بہ ہنگامِ دعا جب
دکھیاروں کے دکھ درد کے درمان ہوئے ہیں

(شگفتہ عزیز شاہ۔پاکستان)

آخری سانسوں تلک بھی باوضو اور باوفا

قابلِ فخر و عقیدت قابلِ صد احترام
آپ کے اعزاز کو ہم پیش کرتے ہیں سلام

آپ وہ جو کر گئے ہیں زندگی کا حق ادا
اے شہیدان وفا ...... مرحبا صد مرحبا

اس سے بڑھ کے خوش نصیبی اور کیا ہوگی بھلا
ایک بندہ ہو خدا کے گھر میں محوِ التجاء

آخری سانسوں تلک بھی باوضو اور باوفا
اے شہیدانِ وفا...... مرحبا صد مرحبا

اپنی جو فریاد ہے وہ بس خدا کے پاس ہے
ہم فقیروں نے اُسی در سے لگائی آس ہے

سنگدل دنیا سے پیارو، ہم نہیں کرتے گِلہ
اے شہیدانِ وفا ...... مرحبا صد مرحبا

جاں کا نذرانہ دیا ہے، آپ ٹھہرے سرخرو
اس چمن کو دے گئے ہیں آپ سینے کا لہو

آنے والی فصلِ گُل یہ یاد رکھے گی سدا
اے شہیدانِ وفا ...... مرحبا صد مرحبا

جن کی قربانی سے قوموں کو ملے ہے زندگی
زندگی میں جو امر ہو جائیں بن کے روشنی

آپ وہ روشن دیئے ہیں آپ ہیں وہ کیمیا
اے شہیدانِ وفا ...... مرحبا صد مرحبا

آپ کے عشق و وفا کی آسماں دیتا ہے داد
آپ کا جب نام آیا ہم کہیں گے زندہ باد

راہ حق میں جاں سے جانا عشق کی ہے انتہاء
اے شہیدانِ وفا ...... مرحبا صد مرحبا

پونچھ کے آنسو ہم اپنے غم چھپائے بے حساب
آپ کے قدموں میں رکھتے ہیں عقیدت کے گلاب

اور کرتے ہیں دعا اے مالکِ ارض و سما
رحمتوں اور برکتوں کی بارشیں ان پر سدا

اے شہیدانِ وفا .... مرحبا صد مرحبا
اے شہیدانِ وفا .... مرحبا صد مرحبا

(مبارک صدیقی۔لندن)

بقیہ: رپورٹ دورہ حضور انور از صفحہ 36

نشوونما کے لئے کام آتا ہے۔ اسی طرح یہ گندی مخالفتیں بھی الٰہی جماعتوں کے لئے کھاد کا کام دیتی ہیں۔ یہ مخالفت بھی بہت سوں کی ہدایت کا باعث بن جاتی ہے''۔

❁...... حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پردہ کے بارہ میں واقفات نو بچیوں کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:۔

''جو بڑی لڑکیاں ہوگئی ہیں ان کے سر پہ اسکارف یا حجاب یا دوپٹہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ تمہارا نمونہ جو ہے وہ باقیوں کے کام آئے گا۔ تم لوگ ایک کریم ہو جماعت کی بچیوں کی، اور کریم جو ہو تو اس لئے اپنا وہ مقام بھی یاد رکھو۔ تمہارا اپنا ایک Status ہے اس کو یاد رکھو اور ہمیشہ اس کی حفاظت کرو۔ ہر احمدی بچی کا اپنا ایک تقدس ہے ایک Sanctity ہے اس کا خیال رکھنا چاہئے۔ لیکن واقف نو بچی جو ہے اس کو اپنا سب سے زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔ بچیاں جو جوانی کی عمر کو پہنچ گئیں ہیں وہ کوٹ پہنتی ہیں پردے کے لئے، کوٹ ایسا ہو جو جسم کے ساتھ چپکا نہ ہو بلکہ تھوڑا سا ڈھیلا ہونا چاہئے۔ بازو اس کے یہاں ہاتھ تک ہوں تب پتہ لگے گا کہ تم مختلف ہو دوسروں سے۔ ان سب باتوں کا ہمیشہ خیال رکھو''۔

(برموقع واقفات نو کلاس بمقام فرینکفرٹ 20/ اگست 2008ء)

❁...... حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے واقفات نو کو جن مضامین کے پڑھنے کی ہدایت فرمائی ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

زبانوں میں سے عربی، اردو، جرمن یا دوسری یورپین زبانیں

میڈیسن (Medicine)

جرنلزم (Journalism)

ٹیچنگ لائن، Psychology

سائنس کے مضامین جیسے Physcics, Maths, Chemistry وغیرہ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

''آج آپ طلباء اگر یہ ارادہ کر لیں کہ سائنس کے میدان میں اتنا آگے بڑھنا ہے کہ آئندہ اس ملک کو سائنسدانوں کی جو ضرورت ہے وہ آپ نے پوری کرنی ہے تو یہ اسلام کے نام کو روشن کرنے والا ایسا کام ہوگا جس سے یہ قومیں مجبور ہوں گی پھر یہ اسلام کے خلاف کوئی بات نہ کر سکیں گے''۔

❁...... حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

''یہ زمانہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے۔ اس میں ایک جہاد مالی قربانیوں کا جہاد بھی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر نہ اسلام کے دفاع میں لٹریچر شائع ہو سکتا ہے، نہ قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہو سکتے ہیں، نہ ترجمے دنیا کے کونے کونے میں پہنچ سکتے ہیں، نہ مشن کھولے جاسکتے ہیں، نہ مربیان اور مبلغین تیار ہو سکتے ہیں اور نہ مربیان اور مبلغین جماعتوں میں بھجوائے جاسکتے ہیں، نہ مساجد تعمیر ہو سکتی ہیں۔ نہ ہی سکولوں، کالجوں کے ذریعہ سے غریب لوگوں تک تعلیم کی سہولتیں پہنچائی جا سکتی ہیں، نہ ہی ہسپتالوں کے ذریعہ سے دکھی انسانیت کی خدمت کی جاسکتی ہے۔ پس جب تک دنیا کے تمام کناروں تک اور ہر کنارے کے ہر شخص تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچ جاتا اور جب تک غریب کی ضرورتوں کو مکمل طور پر پورا نہیں کیا جاتا اس وقت تک یہ مالی جہاد جاری رہنا ہے اور اپنی اپنی گنجائش اور کشائش کے لحاظ سے ہر احمدی کا اس میں شامل ہونا فرض ہے''۔ (مشعل راہ جلد پنجم حصہ سوم صفحہ 209)

بعد ازاں عزیزہ مدیحہ احمد اور عزیزہ رملہ خالد نے اور عزیزہ امتہ المتین طارق، عزیزہ وردہ ساہی اور عزیزہ عمیرہ حمید نے مل کر کورس کی صورت میں ترانہ پیش کیا جس کا پہلا بند درج ذیل ہے۔

جو آپ کہیں وہ جان مری، کہ اطاعت ہے پہچان مری
اسباب ہیں میرے عزم و دعا، ہے علم و عمل سے شان مری
میں چھوٹا ہوں لیکن پھر بھی ہر عہد کو پورا کرنا ہے
جی سیدنا ارشاد کریں کیا کرنا ہے کیا کرنا ہے

اس کے بعد اسی گروپ نے واقفین نو کا درج ذیل ترانہ پیش کیا۔

ہم واقفین نو ہیں، ہماری ہے چھب نئی
اٹھتی ہے دھڑکنوں سے ہماری صدا یہی
لبیک یا امامنا ، لبیک سیدی
لبّیک یا امامنا ، لبّیک سیدّی
یہی جان و مال و آبرو اسلام کے لئے
ہم وقف ہو چکے ہیں اسی کام کے لئے
جہدو عمل سے اپنی عبارت ہے زندگی
لبّیک یا امامنا ، لبّیک سیدّی

بعد ازاں ان بچیوں نے ''خلافت کے اَمیں ہم ہیں'' کے عنوان سے درج ذیل نظم پیش کی۔

خلافت کے امیں ہم ہیں۔ امانت ہم سنبھالیں گے
جو نعمت چھن چکی پہلے وہ نعمت ہم سنبھالیں گے
خلیفہ کے لبوں سے جو گل وجوہر بکھرتے ہیں
بڑے انمول موتی ہیں یہ دولت ہم سنبھالیں گے
جو بازو کٹ گرے تو دانتوں سے اٹھائیں گے
بہر قیمت لوائے احمدیت ہم سنبھالیں گے
میرے رہبر مرے مرشد ترے خدامؑ کہتے ہیں
تمہیں چھاؤں میں رکھیں گے تمازت ہم سنبھالیں گے

واقفات نو بچیوں کی طرف سے اس پروگرام کے پیش کئے جانے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

''ہدایات تم لوگوں نے بہت سی سن لی ہیں۔ اب اگر ادھر ہی بیٹھ کر سنیں اور باہر نکلتے نکلتے بھول گئے تو پھر نہ پہلی ہدایت کا فائدہ ہے اور نہ اب ہدایات دینے کا فائدہ ہے۔ ہدایت یہ ہے کہ خدا سے تعلق کی باتیں کرتے ہو تم لوگ، تو خلافت ان لوگوں کو ملے گی جن کا خدا سے تعلق ہے۔ خلافت کا ان لوگوں سے وعدہ ہے جو مستقل نیک عمل کرنے والے ہوں گے۔ یہ نہیں کہ عید پہ، جلسے پہ اجتماع پہ اور وقف نو کی کلاس میں یہاں آئے تو اس وقت یاد آئے کہ ہم واقفات نو ہیں۔ ہر روز، ہر دن جو تم لوگوں پہ چڑھے وہ تم لوگوں کو یاد دلائے کہ واقفات نو ہو''۔

حضور انور نے فرمایا:۔ ہم وہ ہیں جنہوں نے دین کی خاطر اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے اور اپنے اس عہد کو دہرایا ہے اور دوبارہ اس عہد پر پابندی کرنے کا وعدہ کیا ہے جو ہمارے ماں باپ نے کیا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ پندرہ سال کے بعد سارے یہ دہرائیں پھر اس کے بعد آپ کو روزانہ اپنی حالتوں کا جائزہ لینا چاہئے۔ صبح اٹھتے ہیں، لڑکوں کو میں نے کہا تھا کہ آپ کی ہر صبح باقاعدہ فجر کی نماز کے ساتھ ہو، وقت پر نماز پڑھی جائے، قرآن کریم پڑھا جائے اور اس کا ترجمہ پڑھا جائے۔

ابھی میں نے پچھلے دنوں خطبہ میں بتایا تھا شہداء کے واقعات سنا رہا تھا کہ ایک شہید صبح اپنے بچوں کو نماز پڑھانے کے بعد کہا کرتے تھے کہ قرآن کریم پڑھو، چاہے ایک آیت پڑھو اور پھر ترجمہ پڑھو تا کہ تم اس پر عمل کر سکو، اس طرح قرآن کریم کی سمجھ آئے گی۔ تو ایسے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں موجود ہیں، نوجوانوں میں بھی ہیں اور بڑوں میں بھی ہیں۔ انہوں نے اپنے گھروں میں رواج جاری کیا ہوا ہے۔ اس لئے جب آپ لوگ واقفات نو ہیں کچھ ایسی بھی ہوں گی جن کی شادیاں ہو گئی ہیں یا ہونے والی ہیں بلکہ بعض مجھے ملی ہیں جن کی شادیاں ہوگئی ہیں۔ جنہوں نے اپنے بچوں کی تربیت کرنی ہے۔ اس لئے اب اپنے عملی نمونے قائم کریں اور صرف یہ ترانے اور یہ ارشادات اور یہ پرجوش تقریریں اور اجتماعات پر حاضریاں، جلسوں پر حاضریاں یہ کوئی چیز نہیں ہیں جب تک کہ دل کے اندر جوش سے انقلاب نہیں پیدا ہوتا''۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

''اب ایسے ایسے واقعات ہو رہے ہیں پاکستان میں اور بڑے سخت حالات ہیں وہاں پہ، ان دنوں میں خاص طور پر دعاؤں اور صدقات پر بہت زور دیں۔ اگر آپ لوگوں کی دعائیں اور چیخیں آسمان پر پہنچیں گی۔ یونہی اللہ تعالیٰ حالات بدلے گا۔ بہت سارے لوگ ایسے ہماری واقفات نو میں ہیں جن کے عزیز وہاں پاکستان میں ہیں اور بڑے سخت تنگ حالات میں وہاں ہیں۔ ویسے بھی انسانی ہمدردی کا تقاضا ہے پھر جماعت تو ایک بنیان مرصوص ہے ایک سیسہ پلائی دیوار کی طرح ہے، ایک جسم کی طرح ہے۔ اس کے لئے تو ہمیں بہت زیادہ کوشش کر کے مضبوط رکھنا ہے اور اگر کسی کو تکلیف ہے تو اس کی تکلیف کو محسوس کرنا ہے۔ نبیان مرصوص اس وقت بنتی ہے جب ہر ایک اپنا اپنا فرض پورا کرنے والا ہو۔ صرف زبانی سیسہ پلائی ہوئی دیوار نہیں بن جاتی۔ اس لئے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ بہت بڑی ذمہ داریاں آپ پر اس وقت بھی عائد ہیں۔ یہاں ساری سمجھ بوجھ رکھنے والی ہیں اور مزید ذمہ داریاں آپ پر پڑیں گی۔ جب آپ لوگوں کو اپنی نسلوں کی تربیت کا موقع ملے گا''۔

بچیوں کے سوالات کے جواب

ایک واقفہ نو بچی کے سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا۔ ٹیچنگ کے بارہ میں اجازت مل گئی تھی تو پھر کرو۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے۔

❁...... سائیکالوجی کے لئے اپلائی کرنے کی اجازت کے بارہ میں ایک سوال پر حضور انور نے فرمایا:۔ کریں۔

❁...... ایک واقفہ نو طالبہ نے حضور انور کی خدمت میں عرض کی کہ گزشتہ ہفتہ ایک پارٹی میں گئی تھی۔ ان کو تبلیغ کرنے پر، انہوں نے مجھے مجبور کرتے ہوئے پیسے پکڑا دیئے تو میں کیا کروں۔

❁...... حضور انور نے فرمایا کیا تم اسلام کے بارہ میں بتا رہی تھی؟ ان بیچاروں کو عادت ہے کیونکہ ان کے مولوی پیسے لئے بغیر دین کی بات نہیں کرتے۔ انہوں نے سمجھا کہ تم بھی مولویانی ہو۔ تمہیں وہاں کہنا چاہئے تھا کہ اگر تمہاری کوئی چیریٹی ہے تو اس میں دے دو اگر نہیں ہے تو پھر ہیومنٹی فرسٹ میں دے کر ان کو بتانا کہ ہمارے Humanity First میں کیا کیا کام ہوتے ہیں یہ رقم میں نے اس میں دے دی ہے۔ جہاں افریقہ میں یتیموں کی پرورش ہوتی ہے، پانی مہیا کیا جاتا ہے۔ خوراک مہیا کی جاتی ہے جو Disaster Affected لوگ ہیں، طوفان زدہ علاقوں میں ان کی مدد کی جاتی ہے۔ میں نے تمہاری رقم وہاں دے دی ہے اور تم بھی اس ثواب میں میرے ساتھ شامل ہوگئی ہو اور تمہیں اس ثواب میں شامل کرنے کے لئے رسید بھی بھیج رہی ہوں۔

❁...... ایک طالبہ کے اس سوال پر کہ Architecter کے لئے اجازت ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بالکل کرو۔

❁...... ایک واقفہ نو طالبہ نے میڈیسن کرنے کے لئے اجازت چاہی تو حضور انور نے فرمایا میڈیسن نہ صرف کر سکتی ہو بلکہ ضرور کرو۔ دو ہی تو علم ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے علم ہیں۔ دین کا علم اور یہ جسم کا علم اور عورتوں کے لئے تو میڈیسن سے اچھی چیز کوئی نہیں ہے۔ یہی تو میں کہتا ہوں لڑکیوں کو، جتنی زیادہ لڑکیاں میڈیسن میں جائیں گی اتنا ہی اچھا ہے۔ پھر ٹیچنگ میں جائیں۔ پھر زبانوں میں جائیں۔ اگر میڈیسن کرنی ہے تو اللہ کرے داخلہ بھی مل جائے۔

❁...... ایک واقفہ نو طالبہ کے سوال پر کہ میں سائیکالوجی اور ہسٹری پڑھ رہی ہوں۔ Bacholer کس میں کروں۔ حضور انور نے فرمایا ہسٹری میں کرو۔

❁...... ایک بچی نے اپنے ابا جان کے لئے اور ایک نے اپنے امتحان میں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی۔ حضور انور نے فرمایا اللہ تعالیٰ فضل کرے۔

❁...... اس سوال کے جواب میں کہ مقالہ لکھنے کے لئے کوئی عنوان چاہئے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا عناوین تو بنانے پڑیں گے جماعت احمدیہ کی تعلیم اور دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کا کردار، جماعت احمدیہ کی تعلیمی میدان میں کوشش، جماعت احمدیہ کی خدمت انسانیت یا احمدی مسلمان اور غیر احمدی مسلمان میں فرق، یہ بھی ایک بہت بڑا عنوان بن سکتا ہے۔ جماعت احمدیہ کے حقیقی عقائد وہ عقائد ہیں جن کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس زمانہ میں جو مسیح و مہدی آئے گا وہ صحیح اسلامی تعلیم لے کر آئے گا۔ اس طرح کا سپروائز عنوان وہ قبول کر لیں گے اور بھی عناوین لکھے جاسکتے ہیں۔ خود بھی سوچ کر دیکھو۔

❁...... ایک بچی نے سوال کیا کہ اگر یونیورسٹی میں کوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کے خلاف کوئی بات کرے تو کیا جواب ہونا چاہئے۔

❁...... حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا پروفیسر لوکل ہیں، عرب ہیں یا ترک ہیں کون ہیں؟ بچی نے بتایا کہ ایک مصر کے ہیں اور ایک جرمن ہیں۔ حضور انور نے فرمایا وہ اعتراض کیا کرتے ہیں؟ اول تو پہلی بات یہ ہے کہ اگر تو کوئی ایسا اعتراض کرتے ہیں جس میں جماعت کے عقائد پر حرف آتا ہو تو ان سے کہو کہ مجھے موقع دیں تو میں آپ کو صحیح بات بتاؤں۔ جو ہمارے عقائد ہیں ان کے بارہ میں ضرور بتانا چاہئے۔ ماحول کا احترام رکھتے ہوئے ٹیچر سے یہ کہو کہ آپ نے اعتراض تو کیا ہے لیکن جس کلاس میں اعتراض کیا ہے مجھے یہاں ہی موقع دیں کہ میں اس پر روشنی ڈالوں، اگر وہ اجازت نہیں بھی دے گا تو کم از کم جو طلباء ہیں ان کو تو یہ احساس ہوگا کہ اس نے اعتراض کیا ہے اور یہ اعتراض کا جواب دینا چاہتی ہے تو اس کا جواب نہیں سنا جا رہا۔ تو پھر وہ آپ سے خود آکر پوچھیں گے۔

❁...... ایک بچی کے سوال پر کہ Educational Science میں ماسٹر کرنے کی اجازت چاہئے۔ حضور انور نے فرمایا کرو اللہ فضل کرے گا۔

❁...... اس سوال کے جواب پر کہ Speech Threpy اور نرس ٹیچر میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہے۔ حضور انور نے فرمایا: Speech Threpy۔

❁...... ایک واقفہ نو نے بچوں کے لئے دعا کی درخواست کی تو حضور انور نے فرمایا آپ پر تین ذمہ داریاں ہیں اپنی اور دو بچوں کی اور خاوند کی۔

۞......ایک طالبہ نے اپنی والدہ کے لئے اور پڑھائی کے لئے دعا کی درخواست کی تو حضور انور نے فرمایا۔ اللہ فضل کرے۔

۞......ایک واقفۂ نو بچی نے ہومیو پیتھی کا کورس کرنے کے لئے اجازت چاہی تو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: بڑی اچھی بات ہے کریں۔ جرمنی میں ہمارے لئے یہی مشکل ہے کہ یہاں ہومیو پیتھی کرنے نہیں دیتے۔ پریکٹس کرنے نہیں دیتے۔ جب تک ڈگری ہاتھ میں نہ ہو اور ہمارے احمدیوں میں میرا خیال ہے بہت کم ہیں، شائد ہی ایک ہو، تو پرائیویٹ ہوتا ہے تو پیسے زیادہ لگتے ہیں۔

۞......حضور انور کی خدمت میں یہ بات پیش کی گئی کہ امتحان دینے کے لئے ضروری ہے کہ پچیس سال عمر ہو۔ اس پر حضور انور نے فرمایا پھر تین سال ضائع کرنے کی بجائے Biology میں کوئی ڈگری کرنے کی کوشش کریں۔

۞......ایک اور بچی نے امتحان میں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی، حضور انور نے فرمایا اللہ تعالیٰ فضل کرے۔

آخر پر ایک بچی نے میڈیسن میں داخلہ کی اجازت چاہی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لے لیں۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان واقفات نو بچیوں کو جنہوں نے وکالت وقف نو کے مقرر کردہ نصاب میں 80 فیصد سے زائد نمبر حاصل کئے تھے انعامات تقسیم فرمائے۔

درج ذیل خوش نصیب بچیوں نے انعامات کے حصول کی سعادت حاصل کی۔ عزیزہ طوبیٰ احمد، عمیرہ صدف احمد، صالحہ سطوت بھٹی، عمرانہ صباحت احمد، عائشہ خان، نوشابہ باجوہ، صائمہ انجم باجوہ، آمنہ بتول بھٹی، نبیلہ احمد، ثمرہ منور گھمن، ملیحہ ناصر، مہین خان، انیلہ احمد، قرۃ العین پیرزادہ، شاہدہ محمود۔

واقفات نو بچیوں کی کلاس سوا سات بجے تک جاری رہی۔

فیملی ملاقاتیں

بعد ازاں سوا سات بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے دفتر تشریف لائے اور پروگرام کے مطابق فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ آج فرینکفرٹ اور اس کے گردونواح کی جماعتوں کے علاوہ Stuttgart, Neuburg, Uem Donau اور Weingarten کی جماعتوں سے آنے والی چالیس فیملیز کے 134 افراد نے اپنے پیارے آقا سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ ملاقات کرنے والوں میں پاکستان، دوبئی اور کینیڈا سے آنے والی بعض فیملیز بھی شامل تھیں۔

ملاقاتوں کا یہ پروگرام شام نو بجے تک جاری رہا۔ بعد ازاں حضور انور اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

نو بج کر پچاس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نماز مغرب وعشاء کی ادائیگی کے لئے تشریف لائے۔

نماز جنازہ

نماز کی ادائیگی سے قبل حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکرم مرزا محمود احمد صاحب مرحوم ابن مکرم مرزا عبدالسمیع صاحب (ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر، سابق نائب صدر عمومی ربوہ) فرینکفرٹ جرمنی کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

مرحوم اڑھائی سال تک برین کینسر کے مرض میں مبتلا رہنے کے بعد 18 جون 2010ء کو جرمنی میں وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ 1974ء کے آخر میں آپ ہجرت کر کے جرمنی آ گئے۔ یہاں آنے کے بعد بطور صدر حلقہ سیکرٹری امور عامہ، اور کچھ عرصہ بطور نیشنل جنرل سیکرٹری خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ خلفاء احمدیت وخاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عقیدت اور محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ نیک، ملنسار اور باوفا انسان تھے۔ آپ نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

مرحوم کے حاضر جنازہ کے ساتھ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے درج ذیل احباب کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی۔

1۔ مکرم محبوب احمد صاحب (سابق باڈی گارڈ) ربوہ

آپ 30 مئی 2010ء کو حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم دین سے محبت کرنے والے نیک وجود تھے۔ آپ خلافت کے عاشق اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے احترام اور محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ ایک لمبا عرصہ حفاظت خاص میں خدمت کی توفیق پائی۔ فرقان فورس میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ بچوں سے نہایت شفقت اور محبت سے پیش آتے اور ان کی نیک تربیت کی جس کی وجہ سے انہیں بھی خدا کے فضل سے خدمت دین کی توفیق مل رہی ہے۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ چھ بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

2۔ مکرمہ خدیجہ الحلبی صاحبہ (آف حوش عرب دمشق سیریا)

آپ 8 مئی 2010ء کو 70 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

29 سال قبل بیعت کی توفیق پائی۔ آپ حوش عرب میں بیعت کرنے والی پہلی خاتون تھیں۔ بیعت کے بعد خاوند نے پہلے مخالفت کی لیکن بعد میں انہیں بھی قبول احمدیت کی توفیق مل گئی۔ اس کے بعد دونوں میاں بیوی کو مختلف عزیزوں اور دیگر لوگوں کی طرف سے شدید مخالفت اور مقاطعہ کا سامنا کرنا پڑا۔ دباؤ ڈالا گیا لیکن ہمیشہ خدا کے فضل سے استقامت کا مظاہرہ کیا۔ آپ کو جماعت میں شمولیت پر بڑا فخر تھا۔ بہت دفعہ جب کسی نے کہا آپ تو ان پڑھ ہیں۔ پھر آپ کو جماعت کی صداقت کیسے معلوم ہوئی؟ تو کہنے لگیں کہ میں نے جماعت کے متعلق سنا اور سچائی مجھ پر واضح ہو گئی تو میں ایمان لے آئی کیونکہ ایمان کے لئے زیادہ علم کی نہیں بلکہ دل کے تقویٰ اور سچائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ مکرم محمد منیر ادلبی صاحب آف سیریا کی ساس تھیں۔

3۔ مکرمہ Aziza Binti Mkelemi صاحبہ آف تنزانیہ۔

آپ 27 مارچ 2010ء کو 86 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

پرانی احمدی تھیں۔ ہر دلعزیز اور نیک خاتون تھیں۔ مبلغین سلسلہ کی خوب خدمت کرتیں۔ پڑھی لکھی نہ تھیں لیکن ایمان مضبوط تھا۔ آپ نے اپنے پسماندگان میں پانچ بیٹے بیٹیاں اور متعدد پوتے نواسے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ مکرم یوسف عثمان کامبالایا صاحب مبلغ سلسلہ تنزانیہ کی والدہ تھیں۔

4۔ مکرم پیر عبدالرحمان صاحب (گلستان کالونی فیصل آباد)

21 فروری 2010ء کو 86 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نہایت مخلص اور خلافت کے فدائی وجود تھے۔ خدمت دین کے کاموں میں ہمیشہ بڑے شوق سے حصہ لیتے تھے۔

5۔ مکرم شریف احمد جٹ صاحب (محمود آباد سٹیٹ ضلع عمر کوٹ)

17 فروری 2010ء کو 85 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ 1947ء میں ہجرت کر کے لاہور آئے۔ بعد ازاں لمبا عرصہ آپ نے محمود آباد اسٹیٹ میں گزارا۔ مرحوم نماز باجماعت کے پابند، چندوں میں باقاعدہ، دعوت الی اللہ کا بھرپور جذبہ رکھنے والے مخلص اور فدائی احمدی تھے۔

6۔ مکرم فضل احمد صاحب (گولیکی ضلع گجرات)

یکم جنوری 2010ء کو 74 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کے تحت مختلف عہدوں پر کام کرنے کے علاوہ گولیکی میں صدر جماعت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ آپ مکرم صفدر نذیر گولیکی صاحب مربی سلسلہ اور مکرم وسیم احمد شمس صاحب مربی سلسلہ کے چچا تھے۔

7۔ مکرم خدا یار صاحب (35 شمالی سرگودھا)

22 فروری 2010ء کو 94 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ مخلص، دیندار، نماز باجماعت کے پابند، روزانہ تلاوت اور نماز تہجد کی سختی سے پابندی کرنے والے اور مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے مخلص انسان تھے۔

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ نیز ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نماز مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھائی۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

22 جون 2010ء بروز منگل

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سوا چار بجے ''مسجد بیت السبوح'' میں تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

صبح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دفتری ڈاک ملاحظہ فرمائی اور مختلف دفتری امور کی انجام دہی میں مصروف رہے۔

انفرادی وفیملی ملاقاتیں

پروگرام کے مطابق گیارہ بج کر چالیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے دفتر تشریف لائے اور فیملی ملاقاتوں کا پروگرام شروع ہوا۔

آج ملاقات کرنے والوں میں فرینکفرٹ اور اس کے گردونواح کی جماعتوں کے علاوہ Bielefeld اور Vievsen کی جماعتوں سے آنے والی فیملیز بھی شامل تھیں اور بیرونی ممالک سے پاکستان، کینیڈا اور آسٹریا سے آنے والے احباب نے بھی شرف ملاقات حاصل کیا۔

مجموعی طور پر 19 خاندانوں کے 64 افراد نے اور چار احباب نے انفرادی طور پر ملاقات کی سعادت پائی۔ ہر ایک نے اپنے پیارے آقا کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت پائی۔ حضور انور نے ازراہ شفقت بڑی عمر کے بچوں اور بچیوں کو قلم عطا فرمائے اور چھوٹی عمر کے بچوں کو چاکلیٹ عطا فرمائیں۔ ملاقاتوں کا یہ پروگرام بارہ بج کر پچاس منٹ تک جاری رہا۔

جامعہ احمدیہ کے طلباء کی حضور انور کے ساتھ ایک نشست

آج دوپہر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ جامعہ احمدیہ جرمنی کے طلباء کا ایک پروگرام رکھا گیا تھا۔ اس پروگرام کا انعقاد ''بیت القیوم'' میں ہوا۔

جامعہ جرمنی کے مرکزی سینٹر ''بیت السبوح'' سے ''بیت القیوم'' کا فاصلہ قریباً پانچ کلومیٹر سے زائد ہے اور یہ جماعتی سنٹر 1993ء میں خریدا گیا تھا۔ اس کا رقبہ 9.988 مربع میٹر ہے۔ اس قطعہ زمین پر ایک دومنزلہ عمارت اور ایک بڑا ہال اور بعض چھوٹے ہال پہلے سے ہی تعمیر شدہ موجود تھے۔ ایک بڑا ہال جلسہ سالانہ (جرمنی) کے سامان کے لئے بطور اسٹور استعمال ہوتا ہے۔ ایک ہال کو بطور مسجد استعمال کیا جا رہا ہے۔ رہائشی عمارت میں اس وقت اساتذہ جامعہ کی رہائش ہے۔ جماعت احمدیہ جرمنی کا پہلا ''MTA مبشر سٹوڈیو'' اسی جگہ بیت القیوم میں ہی بنا تھا۔

بارہ بج کر پچپن منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیت السبوح سے بیت القیوم کے لئے روانہ ہوئے اور ایک بج کر پانچ منٹ پر ''بیت القیوم'' تشریف آوری ہوئی جہاں مکرم شمشاد احمد قمر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ جرمنی نے اپنے اساتذہ کرام کے ساتھ حضور انور کو خوش آمدید کہا اور شرف مصافحہ حاصل کیا۔

طلباء جامعہ احمدیہ نے باربی کیو (BBQ) کا پروگرام بنایا تھا۔ اس تقریب کا انتظام کھلے لان میں Cherry کے درختوں کے نیچے کیا گیا تھا جو پھل سے لدے ہوئے تھے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے طلباء سے دریافت فرمایا کہ سارے طلباء کیسے ہیں؟ پڑھائی ٹھیک چل رہی ہے؟ اولیٰ کے کون سے ہیں؟ اور ممہدہ کے کون سے ہیں؟ اور اس وقت دو کلاسیں ہیں؟ دونوں کلاسوں کے طلباء نے باری باری اپنے ہاتھ بلند کئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دریافت فرمانے پر پرنسپل صاحب نے بتایا کہ طلباء کے امتحان ہو گئے ہیں لیکن رزلٹ جلسہ جرمنی کے بعد آئے گا۔ انشاء اللہ۔

حضور انور نے فرمایا: جلسہ کے بعد دیں گے تا کہ یہ جلسہ کی ڈیوٹیاں صحیح دے سکیں۔

حضور انور ایدہ اللہ کے دریافت فرمانے پر پرنسپل صاحب نے بتایا کہ طالب علم کو پچاس یورو ماہوار جیب خرچ دیا جاتا ہے۔ حضور انور نے طلباء سے مخاطب ہوتے ہوئے دریافت فرمایا کہ کتنے طلباء ہیں جو Pocket Money کے علاوہ گھر سے پیسے لیتے ہیں۔ اس پر بعض طلباء نے ہاتھ کھڑے کئے۔

ایک طالب علم نے حضور انور کے دریافت فرمانے پر بتایا کہ وہ بیس یورو ماہانہ گھر سے لیتا ہے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کیوں جماعت جو رقم دیتی ہے اس پر گزارہ نہیں ہوتا؟ کم خرچ کرنے کی عادت ڈالو۔

ایک دوسرے طالب علم نے جو گھر سے رقم لیتا ہے بتایا کہ Weekend پر گھر جانا ہوتا ہے اور کرائے وغیرہ کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا گھر نہ جایا کرو۔ اگر پیسے ختم ہو گئے ہیں تو آرام سے بیٹھو۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: مجھے یاد ہے ہمارا بھی جیب خرچ تھا۔ جب مہینے کے آخری دن آتے تھے تو ختم ہو جایا کرتا تھا۔ پہلے مہینے کے شروع میں ہوسٹل میں بڑی اچھی قسم کا بڑا اعلیٰ ناشتہ کیا کرتا تھا اور آہستہ آہستہ جب پیسے ختم ہو جاتے تھے تو پھر ایک سوکھا ٹوسٹ اور چائے کی پیالی پر گزارا کرتا تھا تو اس طرح کرنا چاہئے۔ میں تو اس وقت جامعہ میں نہیں پڑھا، نہ جامعہ میں تھا یونیورسٹی میں پڑھ رہا تھا۔ تب بھی میں نے یہ فکس کیا ہوا تھا کہ جتنا جیب خرچ ملتا ہے اسی میں گزارا کرنا ہے اور پھر دیکھتا رہتا تھا۔ مثلاً اگر ناشتہ پراٹھا کھانا ہے۔ آپ لوگوں کو تو بنا بنایا مل جاتا ہے۔ ہم خود ناشتہ تیار بھی کر لیتے تھے۔ ہوسٹل میں

بعض دفعہ اجازت ہوتی ہے تو شروع میں انڈا مکھن میں تل لیا کرتے تھے۔ مہینے کے آخری دنوں میں پانی میں تل لیا کرتے تھے۔

حضور انور نے فرمایا: اس لئے کوشش کرو کہ جو گزارہ ہے وہ کم از کم اسی میں ہو جو وظیفہ ملتا ہے۔ جب میدان عمل میں جاؤ گے تو پھر کیا گھر سے پیسے منگوایا کرو گے؟ یہاں تو اچھے حالات ہیں گزارہ ہو جاتا ہے۔ افریقہ میں بعض دفعہ صرف مشکل سے گھر کا خرچ چلتا ہے۔ بلکہ شروع کے جو ہمارے مبلغین افریقہ میں گئے ہیں ان کے تو اتنے تھوڑے الاؤنس ہوتے تھے کہ بعض دفعہ ہمارے ایسے پرانے مبلغ مولوی شریف احمد صاحب اور مولوی نذیر احمد مبشر صاحب وغیرہ، کھانے وغیرہ کے لئے تو کچھ نہیں ہوتا تھا دو تین چار ٹوسٹ پانی کے ساتھ کھا لیا کرتے تھے اور تم تو ماشاء اللہ باربی کیو (BBQ) کھا رہے ہو۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے طلباء جامعہ کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم کی تلاوت جب کرتے ہو تو اس کے معنی بھی سمجھتے ہو؟ اس کو غور کر کے اپنے اوپر لاگو کرنے کی کوشش بھی کیا کرو۔ کتنے ہیں جو اس طرز پر سوچتے ہیں اور تلاوت کرتے یا پڑھتے ہیں؟ اس پر طلباء نے ہاتھ کھڑے کئے۔

حضور انور نے فرمایا: ماشاء اللہ اچھے، کافی سکالر آپ پیدا کر رہے ہیں۔

حضور انور نے اُولیٰ کلاس سے دریافت فرمایا کہ کونسا مضمون آپ کو مشکل لگتا ہے؟ ایک طالب علم نے بتایا "ترجمۃ القرآن"۔ اس پر حضور انور نے فرمایا: اسی لئے تو مَیں کہتا ہوں کہ خود پڑھنا شروع کرو گے تو آسان ہو جائے گا۔ ممہدہ ہی میں پڑھنا شروع کر دینا چاہئے۔ قرآن کریم کا جو ترجمہ ہے اس کو بس اچھا وقت دے کر پڑھو۔

حضور انور نے طلباء سے دریافت فرمایا کہ کتنے لڑکے ہیں جو یہاں جرمنی کا روزانہ اخبار باقاعدگی سے پڑھتے ہیں۔ آج کل یہاں پارٹی لیڈرشپ کا مسئلہ بنا ہوا ہے، وہ کیا ہے؟ ایک طالب علم نے بتایا کہ یہاں کی رولنگ پارٹی کے صدر نے افغانستان میں Troops کے حوالہ سے ایک غلط بات کہہ دی تھی جس کی وجہ سے اس کو بعد میں Resign دینا پڑا۔

حضور نے طالب علم سے دریافت فرمایا کہ جو موجودہ رولنگ پارٹی ہے یہ بھی تو اکثریت میں نہیں ہے بلکہ کسی دوسری پارٹی کی Coalition سے حکومت بنائی ہے۔

حضور انور نے طلباء سے دریافت فرمایا: جرمن پارلیمنٹ میں کل کتنی سیٹیں ہیں؟ جس پارٹی کی پرائم منسٹر ہے، اس پارٹی کی پارلیمنٹ میں کتنی سیٹیں ہیں؟

ایک طالب علم سے حضور انور نے دریافت فرمایا کہ سٹراسبرگ جو فرانس کا شہر ہے اس کی کیا اہمیت ہے؟ جواب میں طالب علم نے بتایا کہ یہاں یورپین پارلیمنٹ ہے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا: یورپین پارلیمنٹ تو ہے اس میں آج کل، اس کے علاوہ بھی جرمنی سے کوئی تعلق رکھتا ہے۔ اس کی اہمیت کوئی ہے؟ حضور انور نے فرمایا: سٹراس برگ جرمنی کا حصہ ہوتا تھا اور اس کو کئی دفعہ تقسیم کیا گیا۔ آخر جنگ عظیم دوم کے بعد تقسیم کر کے فرانس کو دے دیا۔ اس لئے وہاں کچھ علاقے میں جرمن بولی جاتی ہے۔ وہاں بھی کئی مشہور ایسی جگہیں ہیں اور ایسے Chamber ہیں جہاں یہودیوں کو جلایا گیا تھا۔

جرمنی میں پہلی مسجد کے تعلق میں حضور انور کے دریافت فرمانے پر ایک طالب علم نے بتایا کہ پہلی مسجد برلن میں ہے جو لاہوریوں کے پاس ہے اور جو ہماری جماعت کی پہلی مسجد ہے وہ جنگ عظیم دوم کے بعد ہمبرگ میں 1957ء میں بنی تھی۔

حضور انور نے فرمایا جو اخباروں میں Letter to Editors ہوتا ہے وہ پڑھا کرو کہ اسلام کے بارہ میں کوئی خط آتے ہیں؟ آرٹیکل آتے ہیں؟۔ ان کے پھر جواب تیار کرنے کی کوشش کیا کرو۔

حضور انور نے دریافت فرمایا کہ جو Abitur کر کے یہاں جامعہ میں آئے ہیں۔ تم لوگوں میں اتنا پوٹینشنل ہونا چاہئے کہ جواب لکھ سکو۔

حضور انور نے طلباء سے دریافت فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ ایشیا میں، انڈیا میں سورج چاند گرہن کس سن میں لگا تھا، کب کس سال میں؟

ایک طالب علم نے بتایا کہ سال 1894ء اور 1895ء میں لگا تھا۔ رمضان کے مہینہ میں۔ حضور انور نے فرمایا دو سال کیوں؟ حضور انور نے فرمایا: 1894ء میں انڈیا میں، ایشیا میں لگا تھا اور اگلے سال 1895ء میں امریکہ وغیرہ اور بعض مغربی علاقوں میں لگا تھا۔

حضور انور نے طلباء سے دریافت فرمایا کہ آج کل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو کپڑا ہے، کفن مسیح۔ اس کے بارہ میں Controversies چلنی شروع ہو گئی ہیں۔ پتہ ہے وہ کیا ہیں؟

ایک طالب علم نے بتایا کہ کہتے ہیں کہ خون کے جو دھبے ہیں وہ زندہ آدمی کے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا یہ بھی کہتے ہیں کہ 700 سال پہلے کا ہے۔ دو ہزار سال پہلے کا نہیں ہے۔ اس بارہ میں کوئی آرٹیکل پڑھا ہے؟ یہاں بھی آتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا وہ بھی یہ مانتے ہیں تو جب میں وہاں گیا ہوں تو وہاں کا جو ڈائریکٹر تھا، جو چیئرمین ہے اس کمیٹی کا وہ بھی یہ کہتا تھا کہ خون کے دھبے زندہ آدمی کے ہیں۔

حضور انور کے دریافت فرمانے پر طالب علم نے جواب دیتے ہوئے بتایا کہ 700 سال قبل یہ کفن ان جگہوں سے مرمت کیا گیا تھا۔ جہاں سے پھٹا اور خراب ہوا تھا اور بالکل اسی کپڑے سے مرمت کیا گیا تھا جو پرانا کپڑا ہے۔

اس پر حضور انور نے فرمایا جو کپڑا ساتھ لگا ہوا ہے اور جو اس کا اوریجنل کپڑا ہے اس کی دوبارہ ریسرچ کی کوشش کر رہے ہیں تو وہ اتنا ہی پرانا ہے۔ دو ہزار سال سے تین ہزار سال تک کہتے ہیں۔ بہرحال دو ہزار تک تو ہو گا ہی۔ تو دھاگے بھی اس زمانے کے ہیں اور اسی زمانے کی بنتی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوتی تھی۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے طلباء سے دریافت فرمایا کہ پوپ کے جواب میں جو کتاب لکھی گئی ہے جرمن میں بھی اور اردو میں بھی آپ لوگوں میں سے کتنوں نے پڑھ لی ہے۔ اس میں سے کوئی خاص دلیل جو آپ لوگوں میں سے کسی کو اپیل کی ہو۔ پوپ کے سوالات کا ردّ کیا ہے اور بہت سارے دلائل دیئے گئے ہیں۔ کافی دلیلیں ہیں۔

ایک طالب علم نے بتایا کہ ایک حدیث ہے، روایت ہے غالباً کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا پیغام لے کر صحابہ ایک بادشاہ کے پاس گئے۔ ادھر ایک کفار کا نمائندہ تھا۔ بادشاہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے بارہ میں پوچھا کہ نبوّت سے پہلے کیسے تھے، کتنی تعداد تھی اور سارا کچھ معلوم کرنے کے بعد بادشاہ نے کہا جو علامتیں تم نے بتائی ہیں یہ ایک نبی کی علامتیں ہیں۔

حضور انور نے فرمایا یہ تو ایک واقعہ ہے اور حبشہ کا ہے۔

آخر پر حضور انور نے فرمایا تم لوگ اپنے جنرل نالج کو بڑھاؤ اور اخبار روز پڑھا کرو۔ جس ملک میں رہتے ہو اس کے بارہ میں وہاں کی حکومت کے بارہ میں، نظام کے بارہ میں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے، اسلام کے متعلق کیا اعتراض ہو رہے ہیں یہ بھی ابھی سے پڑھنا شروع کرو۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت طلباء اور سٹاف کو شرف مصافحہ بخشا اور پرنسپل صاحب سے اساتذہ کے بارہ میں دریافت فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ مبلغ انچارج جرمنی حیدر علی ظفر صاحب بھی جامعہ میں پڑھایا کریں اور پیریڈز لیا کریں۔ جامعہ یوکے میں وہاں کے مبلغ انچارج عطاء المجیب راشد صاحب بھی پڑھاتے ہیں۔

"بیت السلام" میں ایک جرمن احمدی دوست مکرم سعید گیسلر صاحب "انچارج منصوبہ تعمیر سو مساجد جرمنی" مقیم ہیں۔ انہوں نے اس سینٹر کے ایک کھلے علاقہ میں ایک Poni اور چند بھیڑ بکریاں رکھی ہوئی ہیں۔ حضور انور کچھ دیر کے لئے اس حصہ کی طرف تشریف لے گئے۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس بڑے ہال کا معائنہ فرمایا جو جلسہ سالانہ کے سامان کے لئے بطور سٹور استعمال ہوتا ہے۔

سوا دو بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز "بیت السلام" سے واپس "بیت السبوح" کے لئے روانہ ہوئے۔ دو بج کر پچیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز "بیت السبوح" تشریف لائے۔ اور نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

فیملی ملاقاتیں

سہ پہر ساڑھے چھ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے دفتر تشریف لائے اور پروگرام کے مطابق فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ امریکہ اور پاکستان سے آنے والے احباب کے علاوہ جرمنی سے فرینکفرٹ اور اردگرد کی جماعتوں اور Kaiserlautern, Waldshut کی جماعتوں سے آنے والی مجموعی طور پر 40 فیملیز کے 131 افراد نے حضور انور ایدہ تعالیٰ سے ملاقات کی سعادت پائی اور ہر فیملی نے اپنے پیارے آقا کے ساتھ تصویر بنوانے کا شرف پایا۔ ملاقاتوں کا یہ پروگرام شام نو بجے تک جاری رہا۔

بعد ازاں حضور انور اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

نو بج کر پچاس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد بیت السبوح میں تشریف لا کر نماز مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

23 جون 2010ء بروز بدھ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صبح سوا چار بجے "مسجد بیت السبوح" میں تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے رہائشی حصہ میں تشریف لے گئے۔

صبح حضور انور نے دفتری ڈاک ملاحظہ فرمائی اور مختلف دفتری امور کی انجام دہی میں مصروف رہے۔

پروگرام کے مطابق ساڑھے گیارہ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے دفتر تشریف لائے۔

CDU کے ممبر آف پارلیمنٹ اور ڈپٹی پارلیمانی عہدیدار کی حضور انور سے ملاقات

جرمنی کی کرسچین ڈیموکریٹک پارٹی (CDU) کے ممبر آف پارلیمنٹ ڈاکٹر مشائیل مائسٹر (Dr. Michael Meister) نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ موصوف ڈاکٹر مائسٹر 1994ء سے پارلیمنٹ کے ممبر ہیں ملک کی نیشنل اسمبلی میں یہ حکومتی پارٹی کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر ہیں۔ یہ پارٹی کے اقتصادی امور کے ماہر بھی ہیں اور بعض بینکوں کے بورڈ کے ممبر بھی ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے Dr. Meister سے جرمنی اور یورپ کی موجودہ صورتحال کا ذکر کیا اور یورو کرنسی کے بحران کے حوالہ سے گفتگو فرمائی۔ Dr. Meister نے بتایا کہ مختلف ممالک گزشتہ سالوں کے

سو سروں کا نذرانہ

جو راہ حق میں دیا سو سروں کا نذرانہ
خدائے عزّ و جل تُو قبول فرمانا
ہراس و خوف کی کوئی رمق نہیں دل میں
کہ کارزارِ محبت میں کیسا گھبرانا
ہماری عرض سنے گا وہ قادر مطلق
ہماری کوئی کچہری نہ کوئی ہے تھانہ
جو کر رہے ہو خدا سے چھپاؤ گے کیسے
فقیہ مصلحت بیں کو یہ بات سمجھانا
بہت ہے حبس ، خداوندِ کوثر و تسنیم
تو اپنے فضل کی بارش اِدھر بھی برسانا
مجھے پہنچنا ہے صبر و رضا کی منزل پر
اے سیلِ اشک مرے راستے سے ہٹ جانا
جو عہدِ بیعت کیا اس کی پاسداری کو
لہو سے دستخط ہم کر رہے ہیں روزانہ

(عبدالکریم قدسیؔ۔لاہور)

دوران آمد سے بہت زیادہ اخراجات کرتے رہے ہیں اس لئے ان ممالک میں بجٹ کا توازن قائم رکھنا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ یورپی یونین نے Euro کو بحران سے نکالنے کے لئے ایک پیکج بنایا ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جرمنی، فرانس اور شمالی یورپ کے ممالک کے لوگ نسبتاً زیادہ محنتی اور دیانت دار ہیں اور جنوبی ممالک میں جہاں بحران سامنے آیا ہے زیادہ Hard Working کا رجحان کم ہے۔

حضورانور نے فرمایا: اس وقت عالمی سطح پر تین علاقے اپنی معیشت کے لحاظ سے اہم ہیں۔ ان میں ایک تو EU ہے، دوسرا شمالی امریکہ کا ہے اور ان کے علاوہ بالخصوص ترقی پذیر ممالک تیزی سے آگے آرہے ہیں جیسے چین اور انڈیا۔ ان سب کو مل کر عالمی مسائل کے حل تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر احتیاط نہ کی گئی تو سنگین صورتحال سامنے آسکتی ہے اور جنگ کا خطرہ بھی ہوسکتا ہے۔

Dr. Meister نے اس بات کا ذکر کیا کہ یورپ گزشتہ ساٹھ سال سے پُر امن ہے۔ حضورانور نے فرمایا کہ EU کو ان معاملات میں لیڈنگ رول ادا کرنا چاہئے اور باہمی افہام وتفہیم سے مسائل حل کرنے چاہئیں۔

چین کے حوالہ سے حضورانور نے فرمایا کہ یہ قوم بہت مستقل مزاج Determined اور محنتی قوم ہے اور جب وہ کسی بات کا ارادہ کر لیتے ہیں تو اس کو حاصل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ ان کی معیشت کی طاقت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہاں لوگ قدرے کم اُجرت پر کام کرتے ہیں۔

Dr.Meister نے سوال کیا کہ کیا چین کی مصنوعات مغربی مصنوعات کے معیار کی ہیں؟ تو اس پر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی مصنوعات کے مختلف معیار ہیں اور ہر طبقہ کی قوت خرید کے مطابق وہ چیزیں بناتے ہیں۔ یورپ کے ممالک میں چونکہ اجرت کا معیار بلند ہے اس لئے ان کی مصنوعات مہنگی ہوتی ہیں۔

یورپ کی معیشت کے حوالہ سے حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مثلاً انگلستان کی معیشت کا زیادہ تر انحصار خدمات (Services) پر ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ دیگر شعبہ ہائے زندگی کا بھی معیشت میں حصّہ ہونا چاہئے۔

حضورانور نے زراعت کے شعبہ کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ بعض چیزیں بعض مخصوص ممالک ہی پیدا کریں اور جرمنی ان کو درآمد کرے۔ بلکہ جرمنی کو زراعت میں بھی خود انحصاری کی پالیسی کو اپنانا چاہئے۔

حضورانور نے سوویت یونین کی مثال دی کہ وہاں بعض مصنوعات، بعض مخصوص ریاستوں میں پیدا کی جاتی تھیں۔ لیکن جب یہ ممالک الگ ہوئے تو ان سب کو مشکلات پیش آئیں۔

ماحولیاتی آلودگی کے بارہ میں Dr. Meister نے سوال کیا کہ اس کا حل کیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جب بھی قدرتی عمل میں دخل اندازی ہوگی تو توازن میں بگاڑ پیدا ہوگا۔ اس کی ذمہّ دار بہت سی گیسوں کا اخراج ہے۔ جیسے گاڑیوں سے، یا کارخانوں سے۔ نائجیریا میں یہ قانون بنایا گیا کہ ایک دن طاق نمبر والی اور ایک دن جفت نمبر والی گاڑی چلے گی۔ تو لوگوں نے دو دو گاڑیاں لے لیں۔ اور یہ چیز آب وہوا کے لئے پہلے سے بڑھ کر مضر ثابت ہوئی۔

حضورانور نے پاکستان کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ بچپن میں جب ہم اسلام آباد اور شمالی علاقوں کی طرف سفر کرتے تھے تو وہاں پہاڑ، درختوں سے بھرے ہوتے تھے۔ لیکن اب اگر وہاں جائیں تو یہ علاقے Barren نظر آتے ہیں۔

عالمی ماحولیاتی پالیسی کے بارے میں چین کا یہ ردّعمل ہے کہ یورپ اور امریکہ کا اقتصادی معیار حاصل کرنے کے لئے انہیں ابھی کم ازکم پندرہ سال کا عرصہ درکار ہے اور اس لئے وہ ماحولیات کے تحفظ سے زیادہ اپنی معیشت کی ترقی کو ترجیح دیتے ہیں۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سود کے حوالہ سے فرمایا کہ سود کو معاشی بدحالی کی وجہ سمجھتے ہیں تبھی ہر جگہ شرح سود کم کی ہے۔ لیکن اب قرض کے لئے بینکوں کے پاس سرمایہ نہیں ہے۔ اس پر آپ لوگ سوچیں۔

Dr.Meister نے ذکر کیا کہ اس وقت Liquidity بہت زیادہ ہے اور یورپین سنٹرل بینک کے ذمہّ یہ کام ہے کہ افراط زر سے بھی بچے اور سرمایہ کاری کا معیار بھی اونچا رہے۔

حضورانور نے فرمایا کہ اس معاملہ میں آپ کو انتہائی احتیاط سے سوچ سمجھ کر درست فیصلہ کرنے ہوں گے۔ یورپ میں بہت سے اخراجات غیر پیداواری Non-Productive چیزوں پر ہو رہے ہیں۔ ان کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے۔ یورو (Euro) کے بحران کے حوالہ سے Dr. Meister نے کہا کہ امریکہ کا بجٹ اکثر یورپ کے ممالک سے زیادہ غیر متوازن ہے۔ لیکن Analysts امریکہ کی معیشت پر اتنی توجہ نہیں دیتے جتنی وہ یورپ کے ممالک کے بجٹس کو دے رہے ہیں۔ اس ضمن میں چین کے ایک اعلیٰ وزیر نے کہا کہ ڈالر کے علاوہ بھی کوئی اور ریزروکرنسی ہونی چاہئے۔ اس کا یہ کہنا ہی امریکہ کے لئے خطرہ کا سگنل ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ غالباً یورو کو نقصان پہنچانے کی بھی کوششیں ہو رہی ہیں۔

Dr. Meister نے یہ بھی پوچھا کہ 9/11 کے واقعہ نے معیشت پر کیا منفی اثرات مرتب کئے۔ حضورانور نے فرمایا کہ 9/11 کے حملے نے اتنے منفی اثرات مرتب نہیں کئے۔ عالمی بحران کی اصل وجہ افغانستان اور عراق کی جنگیں تھیں۔ ان کے لئے بلینز آف ڈالر خرچ کئے جا رہے ہیں۔ پہلی اور دوسری عالمی جنگوں میں بھی یہ ہوا کہ ہتھیاروں کی صنعت نے بہت ترقی کی اور منافع کمایا۔ آج کل بھی یہی صورتحال ہے۔ یہ صنعتیں منافع کما رہی ہیں اور عمومی معیشت کو فائدہ کم ہو رہا ہے۔

Dr. Meister کے اس سوال پر کہ عالمی دہشتگردی کا سدّ باب کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ حضورانور نے فرمایا کہ جنگ اور طاقت کے ذریعہ یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ اس پر Dr. Meister نے کہا کہ عالمی دہشتگردی پر ہمارا کوئی اَور ردّعمل ہونا چاہئے۔ حضورانور نے فرمایا کہ یہ بات درست ہے۔ اسی طرح دیکھنا چاہئے ان لوگوں کے پاس ہتھیار کہاں سے آتے ہیں۔ یہ لوگ خود تو ہتھیار نہیں بناتے، نہ ہی خرید سکتے ہیں۔ اسی طرح ان کی مالی امداد کون کر رہا ہے اس بات کا جائزہ لیا جانا چاہئے۔ اگر ان کی مالی امداد کے ذرائع روک دیئے جائیں تو اپنی موت آپ مر جائیں گے۔

Dr. Meister کی حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے یہ ملاقات بارہ بج کر دس منٹ تک جاری رہی۔ اس ملاقات میں مکرم امیر صاحب جرمنی اور سیکرٹری شعبہ تبلیغ بھی شامل تھے۔

انفرادی وفیملی ملاقاتیں

بعد ازاں فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ آج صبح کے سیشن میں ملاقات کرنے والی فیملیز میں پاکستان، آسٹریلیا ،سویڈن اور ناروے سے آنے والی فیملیز بھی شامل تھیں۔ جرمنی سے فرنکفرٹ ریجن اور Regensburd, Freiburg کی جماعتوں سے آنے والی فیملیز نے بھی ملاقات کی سعادت حاصل کی۔

مجموعی طور پر 38 خاندانوں کے 118 افراد اور نو 9 احباب نے انفرادی طور پر ملاقات کی سعادت حاصل کی۔

ملاقاتوں کا یہ پروگرام دوپہر دو بجے تک جاری رہا۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ''مسجد بیت المہدی'' میں تشریف لاکر ظہر وعصر کی نماز جمع کر کے پڑھائی۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

پچھلے پہر حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ڈاک ملاحظہ فرمائی اور مختلف دفتری امور کی انجام دہی میں مصروفیت رہی۔

سات بجے حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے دفتر تشریف لائے اور پروگرام کے مطابق فیملیز ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ جرمنی سے فرنکفرٹ ریجن اور اردگرد کی جماعتوں کے علاوہ سٹٹگارٹ، بورکن، ہمبرگ اور رائنگن کی جماعتوں اور بیرونی ممالک سے پاکستان، امریکہ سے آنے والے بعض احباب اور فیملیز نے بھی حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ اس طرح مجموعی طور پر 44 فیملیز کے 151 افراد نے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔

ملاقاتوں کا یہ پروگرام شام نو بجے تک جاری رہا۔

تقریب رخصتانہ میں شرکت

مکرم نصیر احمد انجم صاحب سیکرٹری جائیداد لوکل امارت منہائم وناظم رہائش جلسہ سالانہ جرمنی کی بیٹی عزیزہ حمدہ نجم صاحبہ کے رخصتانہ کا پروگرام تھا۔ اس کا انتظام جماعتی سنٹر بیت السبوح کے ایک ہال میں کیا گیا تھا۔ ملاقاتوں کے بعد نو بجے حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز رخصتانہ کی اس تقریب میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور اس تقریب کو رونق بخشی اور بچی کو اپنی دعاؤں سے رخصت کیا۔

بعد ازاں سوا دس بجے حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ''مسجد بیت السبوح'' میں تشریف لا کر نماز مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

(باقی آئندہ)

یہ کہہ رہا ہے لہو

روا جو ظلم کو رکھے خدا کے گھر کے ساتھ
وہ کیسے خیر کرے گا کسی بشر کے ساتھ
یہ کہہ رہا ہے لہو آج سجدہ ریزوں کا
مٹا نہ پائے گا سچائی کوئی شر کے ساتھ
یہ لَو دیئے کی ہواؤں سے بجھ نہیں سکتی
یہ بڑھتی جائے گی اپنی اسی ڈگر کے ساتھ
جو پھول ہم نے نچھاور کئے ہیں دھرتی پر
وہ مسکراتے رہیں گے سحر سحر کے ساتھ
کسی کے بس میں نہیں ہیں خدا کی تقدیریں
وہ رُت کو پھیر بھی دیتا ہے اک نظر کے ساتھ
جہاں میں کفر تو فرعون کا بھی ٹوٹا ہے
وہ ایک عبرت زندہ ہے اپنے سر کے ساتھ
یہ صبر ہی تو علامت ہے فتح یابی کی
خدا کے شیر تو رہتے نہیں ہیں ڈر کے ساتھ

(ناصر احمد سید)

عنقریب دیکھو گے کہ کیا ہوتا ہے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام معاندین سلسلہ احمدیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اے بدفطرتو اپنی فطرتیں دکھلاؤ، لعنتیں بھیجو، ٹھٹھے کرو اور صادقوں کا نام کاذب اور دروغگو رکھو لیکن عنقریب دیکھو گے کہ کیا ہوتا ہے۔ تم ہم پر لعنت کرو تا فرشتے تم پر لعنت کریں۔ میں نے بہت چاہا کہ تمہارے اندر سچائی ڈالوں اور تاریکی سے تمہیں نکالوں اور نور کے فرزند بناؤں۔ لیکن تمہاری بدبختی تم پر غالب آگئی ہے سو اب جو چاہو لکھو۔ تم مجھے دیکھ نہیں سکتے جب تک وہ دن نہ آوے کہ جو قادر کریم نے میرے دکھانے کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 399)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TLU.K.

بذریعہ e-mail رابطہ قائم کرنے کے لئے پتہ یہ ہے:-

mahmud@tiscali.co.uk
mahmud.a.malik@gmail.com

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

درود شریف کی برکات اور روحانی تجلیات

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 16/جون 2008ء میں مکرم نذیر احمد سانول صاحب کا ایک مضمون درود شریف کی برکات سے متعلق شائع ہوا ہے۔

سورۃ الاحزاب آیت 57 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب سلام بھیجو''۔

حضرت مسیح موعودؑ اِس آیت کے حوالہ سے فرماتے ہیں: ''اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے یعنی آپؐ کے اعمال صالحہ کی تعریف، تحدید سے بیرون تھی۔ اس قسم کی آیت کسی اور نبیؐ کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپؐ کی روح میں وہ صدق و وفا تھا اور آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکرگزاری کے طور پر درود بھیجیں۔'' (ملفوظات جلد اول صفحہ 24)

آنحضورﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی دعا کرنے لگے تو پہلے اپنے ربّ کی حمد و ثنا کرے پھر مجھ پر درود بھیجے اس کے بعد دعا کرے۔

درود شریف روحانی اور جسمانی امراض کو سلب کرنے کے لئے مجرب نسخہ ہے۔

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے خواب میں بتایا گیا کہ جس شخص کے سر میں درد ہو اس کے لئے یوں عمل کیا جائے کہ اس کی پیشانی پر لا کا حرف لکھتے جائیں اور درود شریف پڑھتے جائیں تو انشاء اللہ درد دور ہو جائے گا۔ یہ کئی بار آزمایا جاچکا ہے۔

آپؓ مزید بیان فرماتے ہیں کہ درود شریف پڑھنے کے بہت سے دیگر فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ درود شریف کی دعا چونکہ قبول شدہ دعا ہے اس لئے اگر اپنی ذاتی دعا سے پہلے اور پیچھے اسے پڑھ لیا جائے تو یہ امر آنحضرتﷺ کی شفاعت کے معنوں میں قبولیت دعا کیلئے بہت بھاری ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ پھر آنحضرتﷺ چونکہ بنی نوع انسان کی شفقت کی وجہ سے ہر ایک انسان کی زندگی کے بہترین دینی و دنیوی مقاصد کے حصول کے خواہاں ہیں اس لئے آپؐ ہی کے مقاصد میں اگر اپنے مقاصد کو بھی شامل کر کے درود شریف پڑھا جائے تو یہ امر بھی قبولیت دعا اور حصول مقاصد کے معنوں میں نہایت مفید ہے۔ کوئی مشکل امر جو حاصل نہ ہوسکتا ہو درود شریف پڑھنے سے اس صورت میں حاصل اور حل ہوسکتا ہے کہ درود شریف پڑھنے سے جو دس گنا ثواب جزا کے طور پر ملتا ہے اس ثواب کو مشکل کے حل ہونے کی صورت میں جذب کیا جائے اس طرح ضرور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہوگیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آب زلال کی شکل پر نُور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور ایسا ہی عجیب ایک اور قصہ یاد آیا ہے کہ ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنے ارادۂ الٰہی احیاء دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محیی کے تعین ظاہر نہیں ہوئی اس لئے وہ اختلاف میں ہے۔ اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محیی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا کہ هٰذَا رَجُلٌ يُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرط اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں: ''میں نے تو اپنا یہ ہمیشہ سے لازمہ پکڑا ہوا ہے کہ کبھی بھی دعا بغیر درود کے نہیں کرتا۔ پہلے درود پڑھتا ہوں خدا کی تحمید کے بعد اور تسبیح کے بعد''۔

حضرت سیدہ چھوٹی آپاؒ

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 2 جولائی 2008ء میں محترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر کے قلم سے حضرت سیدہ چھوٹی آپاؒ کے بعض اخلاق حسنہ بیان کئے گئے ہیں۔

☆ حضرت چھوٹی آپا کو جن خدمات کی توفیق ملی ان میں سرفہرست وہ قلمی کام ہے جو حضرت مصلح موعودؓ کی نگرانی میں آپ نے کیا۔ بتاتی تھیں کہ شادی کے شاید پہلے دوسرے دن ہی حضرت مصلح موعود نے مجھے کوئی چھوٹی سی بات لکھوانے کے لئے قلم دیا اور پھر مجھے قلم تھما ہی دیا۔ حضورؓ کے الہامات، تقاریر کے نوٹس، نظمیں، خطوط کے جوابات، مضامین، طبی نسخے، عطر کے نسخے اور حساب کتاب بہت کثرت سے آپ نے لکھے۔ حضور کی بیماری میں تو عملاً پرائیویٹ سیکرٹری کے کام کا بہت سا حصہ آپ کے ہاتھوں ہوتا تھا۔ تفسیر صغیر کا عظیم الشان ترجمہ حضورؓ نے آپ کو ہی لکھوایا۔

☆ چھوٹی آپا کی ایک نمایاں خوبی احمدی خواتین اور بچیوں کیلئے مادرانہ شفقت کا انداز تھا۔ غریب امیر کا فرق نہ تھا۔ ہر ایک کی شادی میں شامل ہوتیں، مریض کی عیادت کرتیں، ولادت پر مبارکباد دیتیں، خوشی کے مواقع پر گھر والوں کو تحفہ دیتیں، کبھی اپنے ہاتھ سے نومولود بچوں کے لئے سویٹر بن کر پیش کرتیں، غمی کے مواقع پر گھروں میں جا کر دلجوئی کرتیں۔ کئی مواقع پر زچہ کی نگہداشت کیلئے کئی کئی دن ہسپتال جا کر رہتیں۔

☆ حضرت مصلح موعودؓ کو قرآن مجید سے عشق تھا۔ یہ عشق حضرت چھوٹی آپا کو بھی ملا۔ خود قرآن کے نوٹس لیتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ترجمہ کلاس اور درس القرآن M.T.A پر باقاعدہ اور بڑے اہتمام سے سنتیں اور قرآن شریف ہاتھ میں ہوتا۔ پہلے ہر رمضان میں گھر پر قرآن مجید کا درس دیتی رہیں جب حضورؒ کا درس M.T.A پر آنے لگا تو خود درس دینا بند کردیا۔ قرآن مجید کا جو نسخہ زیر استعمال رہا اس میں دو دو سو صفحات کے فاصلہ سے آیات پر Cross ریفرنس ہے۔ حضرت مصلح موعود نے ان کو پڑھانے کے لئے قرآن شریف کے درس کا سلسلہ شروع فرمایا تھا۔ بعض واقفین زندگی نے بھی اس میں شامل ہونے کی خواہش کی تو حضورؓ نے اوپر کمرہ میں یہ درس جاری کردیا اور واقفین مسجد مبارک کی چھت پر بیٹھ کر درس میں شامل ہوتے۔ ربوہ میں چھوٹی آپا صبح سویرے لڑکیوں کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھانا شروع کردیتی تھیں۔

☆ آپ میں غیر معمولی صبر و ضبط کی صفت تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ کی وفات دل ہلا دینے والا صدمہ تھی مگر انتہائی صبر و سکون کے ساتھ اس کو برداشت کیا۔ سفر میں گرمی دھوپ پیاس پر دوسرے لوگ تکلیف کا اظہار کرتے مگر آپ کی زبان پر کبھی شکایت کا حرف نہ آتا۔ گھٹنے کی تبدیلی، پتہ نکالنے اور پیٹ کے آپریشن ہوئے۔ ان کے صبر و ضبط نفس کا عینی شاہد ہوں۔

☆ چھوٹی آپا کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ رات گئے تک مطالعہ کرتی تھیں۔ مگر نمازوں میں ناغہ کا کوئی تصور نہ تھا۔ الحاح کے ساتھ اوّل وقت میں نماز ادا کرتی تھیں۔ گھٹنوں میں شدید درد کی تکلیف تھی مگر نماز میں تساہل کا کوئی سوال نہ تھا۔ اور روزہ کی پابندی تو اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ ایک سال ہم نے ڈاکٹری ہدایت دلوائی کہ روزہ رکھنا مناسب نہیں۔

☆ حضرت چھوٹی آپا کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے جب قادیان سے ہجرت کا سفر کیا تو آپ حضورؓ کے ساتھ شریک سفر تھیں۔

☆ ایک سعادت جو سالہا سال تک آپ کو حاصل رہی وہ حضرت اماں جانؓ کی خدمت اور معیت تھی۔ قادیان میں حضرت اماں جانؓ کے گھر کے جملہ انتظامات آپ کے پاس تھے اور یہ خدمت ربوہ میں بھی جاری رہی۔ حضرت مصلح موعود کی وفات کے بعد جب حضرت چھوٹی آپا پہلی دفعہ حضورؓ کے مزار پر دعا کے لئے گئیں تو بی بی متین اور خاکسار بھی ہمراہ تھے۔ چھوٹی آپا نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے مگر دو ایک منٹ کے بعد وہاں سے ہٹ کر حضرت اماں جانؓ کے مزار کے سامنے کھڑی ہوئیں اور لمبی دعا کرکے پھر حضورؓ کے مزار پر واپس جاکر دعا کی۔ بعد میں بتایا کہ جب میں نے حضورؓ کے مزار پر دعا شروع کی تو ایسا محسوس ہوا کہ حضورؓ نے سامنے آکر گھور کر مجھے دیکھا کہ ساری عمر تو میں یہ سبق دیتا رہا ہوں کہ پہلے اماں جانؓ کا خیال رکھنا ہے اور پھر اس کے بعد میرا۔ مگر تم ان کے مزار پر دعا سے پہلے میرے مزار پر دعا کر رہی ہو۔

☆ کئی بار چھوٹی آپا نے یہ ذکر کیا کہ حضورؓ فرماتے تھے کہ تمہاری یہ بات مجھے بہت پسند ہے تم میرے بچوں سے محبت کرتی ہو اور ان سے شفقت کرتی ہو۔

☆ حضرت چھوٹی آپا کو خلافت احمدیہ کی اطاعت اور ادب و احترام میں حد درجہ بلند مقام حاصل تھا۔ خود بھی دربار خلافت کے ہر حکم کو شرح صدر کے ساتھ ماننا اپنی سعادت سمجھتی تھیں بلکہ یہی ہمیں سکھاتیں اور ایسا ماحول قائم کرتی تھیں جس سے یہ روح زندہ رہے۔ میں نے ان کو ہمیشہ خلافت کا وفادار فدائی پایا۔

احمدیت کے پھل

ماہنامہ ''النور'' امریکہ۔ اکتوبر، نومبر 2008ء میں دو خواتین نے احمدیت کی آغوش میں آنے کی وجہ سے اپنی زندگیوں میں پیدا ہونے والی ایمان افروز تبدیلی کا ذکر کیا ہے۔

مکرمہ سائرہ احمد صاحبہ

میرے والد چرچ میں پادری تھے اور میں وہیں پلی بڑھی۔ وہ مجھے کہا کرتے تھے کہ ''تم اپنی زندگی کی بنیاد دعاؤں پر قائم کرو''۔ میں تیرہ سال کی تھی جب میرا عیسائیت سے لگاؤ پیدا کیا گیا اور میں نے ارادہ کیا کہ میں اپنی ساری زندگی خدا کے لئے بسر کروں گی۔ میں نے یہ عہد اس لئے کیا تھا کیونکہ میں اپنے والد کی عادات سے متاثر تھی جو ایک عاجز اور پیار کرنے والی شخصیت کے ساتھ ساتھ بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ جس کی بنا پر لوگ بھی آپ سے محبت کرتے تھے۔ جب میں نے اُن سے کہا میں آپ کی طرح بننا چاہتی ہوں تو انہوں نے کہا: ''نہیں، تمہیں وہ بننا چاہئے جس کا حکم تمہارا خدا دیتا ہے''۔

میں نے ساری جوانی چرچ میں گزاری۔ اٹھارہ سال کی عمر میں شادی کی اور اس بندھن میں ساڑھے سترہ سال تک رہی۔ لیکن خاوند سے علیحدگی کی بنیاد یہی تھی کہ میرے خیالات مذہبی تھے جبکہ وہ مختلف خیالات کا مالک تھا۔ اس کے بعد مجھے خواب میں ایک بزرگ شخصیت دکھائی گئی جس نے مجھے اپنی طرف بلایا اور مَیں سجدہ میں گر کر دعا مانگنے لگی (حالانکہ اسلام قبول کرنے سے پہلے میں سجدہ سے واقف نہ تھی)۔ یہ خواب میرے اندر خوشی کے جذبات پیدا کر گیا۔ یہ خواب میں نے ٹرینیڈاڈ میں دیکھا اور جلد ہی اپنی بہن کے پاس رہنے کے لئے امریکہ چلی گئی۔ اپنا وطن چھوڑتے ہوئے مَیں نے دعا کی کہ ''اے ابراہیم کے خدا! مجھے اِس وقت اکیلا نہ چھوڑنا''۔ جب میں نے دعا ختم کی تو مجھے یہ آواز آئی کہ ''آج سے تمہارا نام سائرہ ہے'' یہ آواز بہت نرم تھی۔ میں دہرانے لگی کہ ''میرا نام سائرہ ہے''۔ میں نے یہ نہیں سوچا کہ یہ آواز کہاں سے آئی ہے لیکن مجھے یقین ہوگیا کہ یہ میرا نیا نام ہے۔

امریکہ پہنچ کر جب ایک بار میں نیویارک کی بس میں بیٹھی بائبل پڑھ رہی تھی تو میرے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ وہ نئے مسیح کا پیروکار ہے۔ اُس نے پھر مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر دکھائی تو میں چونک اٹھی کہ یہ تو وہی شخص ہے جس کو میں نے خواب میں دو سال قبل دیکھا تھا۔

اُس آدمی نے مجھ سے کہا کہ ''آج سے تمہارا نام سائرہ ہے''۔ اس پر میں دوبارہ چونکی کیونکہ اِس اجنبی شخص نے وہی الفاظ دہرائے تھے جو میں نے دو سال قبل اپنے وطن سے ہجرت کے وقت سنے تھے۔

پھر میں نے اسلام کے بارہ میں پڑھنا اور دعائیں کرنا شروع کردیا۔ میں یہ سوچا کرتی کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ لیکن میں سمجھ گئی کہ یہ خدا کی مرضی ہے۔ جب میں نے اُسی شخص سے دوبارہ رابطہ کیا تو اُس نے مجھے "Where Did Jesus Die" کی کتاب پڑھنے کے لئے دی۔ اس کتاب نے مجھے عیسائیت میں

پائی جانے والی غلط فہمیوں سے آگاہ کیا۔ میں مطالعہ کرتی رہی اور ایک رات خواب دیکھا جس میں خود کو شلوار قمیص پہنے ہوئے دیکھا (حالانکہ مجھے علم نہیں تھا کہ یہ کیسا لباس ہے)۔ میں نے ایک دریا کے دونوں طرف لوگوں کو دیکھا اور یوں لگا جیسے دریا اچھے اور برے لوگوں میں تفریق کر رہا ہے۔ پھر ایک عورت آئی اور مجھے دلاسہ دیا کہ وہ مجھے دریا کے پار اچھے لوگوں میں لے جائے گی۔

اگلے دن میں نے اس آدمی سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تو رابطہ ہی نہ ہوسکا۔ مَیں نے کئی دن پریشانی میں گزارے اور ایک دن یوں دعا مانگی کہ ’’اے ابراہیم کے خدا! مجھے وہ شخص دوبارہ دکھا دے‘‘۔ اِس دعا کے بعد مَیں سٹیشن پر گئی تو اُسے وہاں دیکھا۔ مَیں نے حیرت سے پوچھا کہ ’’تم یہاں کیا کر رہے ہو؟‘‘۔ اُس نے کہا کہ ’’خدا نے میرے دل یہ بات ڈالی کہ میں یہاں آؤں‘‘۔ پھر میں نے اپنی خواب کا ذکر کیا تو اُس نے کہا کہ ’’میڈم! خدا نے آپ کو ربوہ کی پاک بستی دکھائی ہے‘‘۔ اُس نے مجھے کچھ اور کتب بھی پڑھنے کے لئے دیں۔ آخر میں نے احمدیت قبول کرلی اور پھر اُس شخص سے ہی شادی بھی کرلی۔

دعائیں میری زندگی کی بنیاد ہیں۔ میری مسلسل دعاؤں نے مجھے اسلام سے آشنا کیا اور اسلام کے ذریعہ سے میں دعاؤں کے نئے مقام پر پہنچ گئی۔ اسلام نے میرے تقویٰ کو روشن کیا اور مجھے مکمل کیا۔ اِس سے مَیں اپنے آپ کو زیادہ محفوظ اور خدا کے نزدیک محسوس کرتی ہوں۔ اب زندگی میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کی مجھے خواہش ہو۔ میری تمام خوشیاں اللہ تعالیٰ میں ہیں۔ روحانیت کا مطلب ہے کہ آپ وہ مخلوق بن جاتے ہیں جس کو صرف خدا کی رضا کی فکر ہوتی ہے۔ میری زندگی، میرا سب کچھ اور میری موت سب اللہ کے لئے ہے۔

....

مکرمہ لئیقہ ایس احمد صاحبہ

مَیں صرف 23 سال کی نئی نویلی دلہن تھی جب میرے شوہر کو قتل کر دیا گیا۔ پھر میں احمدیت میں شامل ہوئی اور احمدیت نے میری زندگی ہی بدل دی۔ یہ بہت آزمائش کا دَور تھا۔ میں بہت آسانی سے احمدیت چھوڑ کر اپنے آبائی شہر گیری، انڈیانا جاسکتی تھی لیکن وہاں مجھے اپنے والد کا سامنا کرنا پڑتا جو نہایت ہی کٹّر غیر احمدی مسلمان تھا۔ جبکہ احمدیت کے ذریعہ مَیں اسلام کا صحیح مفہوم سمجھ لینے کے قابل ہوئی تھی۔ چنانچہ مجھے احساس ہوتا کہ جیسے خدا تعالیٰ میرے اعصاب کو کنٹرول کر رہا ہے۔ اُس وقت میں مجھے یہ آیات دلاسہ دیتی تھیں کہ: ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعہ آزمائیں گے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیدے۔ اُن لوگوں کو جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

میرے اِن مشکل حالات میں احمدی بہنوں نے انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ یعنی میرے اندر تبدیلی پیدا کرنا، میری روز بروز کی ترقی کا جائزہ لینا اور میری راہنمائی کرتے رہنا۔ وہ محبت سے سرشار، دور اندیش اور ہمدرد بہنیں تھیں۔ میں نوجوان تھی اور اس بات سے ناواقف تھی کہ مجھے احمدیت سے کیا حاصل ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری راہنمائی فرما رہا تھا۔ جب میں Zion جماعت میں فعال ممبر بن گئی تو میں نے دعائیں عربی اور انگلش میں سیکھ لی تھیں اور ہر جمعہ، عیدین، اور جلسہ سالانہ پر جاتی تھی۔ میں نے یہ بھی سیکھا کہ ہم دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کر سکتے ہیں۔ چنانچہ جہاں ایک طرف غریبوں اور بوڑھوں کی مدد نے میرے ایمان کو مضبوط کیا وہاں قبولیت دعا کے نظارے بھی مَیں نے دیکھے۔

نیشنل سیکرٹری برائے نومبائعین ہونے کے ناطے مجھے اس ملک کی تمام نئی مبائعین سے رابطہ کرنا پڑتا ہے۔ مجھے احساس ہے کہ احمدیت قبول کرنے کے بعد کچھ عرصہ تک اُنہیں کچھ ماہ کے لئے ایک معلّمہ کی ضرورت رہتی ہے۔ پس میں آپ سے گزارش کروں گی کہ نومبائعین کی تربیت کی طرف توجہ دیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی خادمہ بنائیں۔ ہمارے ملک میں احمدیت کا انحصار اسی بات پر ہے کہ جو کام ہم آج کریں گے اُس کے نتائج کل سامنے آجائیں گے۔

....

حضرت حکیم مولوی نظام الدین صاحبؓ

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 6؍اگست 2008ء میں مکرم ضیاء الدین ضیاء صاحب نے اپنے مضمون میں کشمیر کے پہلے مربی سلسلہ حضرت حکیم مولوی نظام الدین صاحبؓ کا تفصیلی ذکرِ خیر کیا ہے۔

میرے والد حضرت حکیم مولوی نظام الدین صاحبؓ 1885ء میں ایک معزز زمیندار گھرانے میں محترم چوہدری عبدالکریم صاحب کے ہاں کھیراں والی نزد کپورتھلہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کپورتھلہ میں ہی حاصل کی۔ آپ 8 سال کے تھے تو والد محترم کا انتقال ہوگیا اور کچھ عرصہ بعد والدہ بھی وفات پاگئیں۔

ایک جمعہ کے روز آپ اپنے استاد کے ہمراہ کپورتھلہ تشریف لے گئے تو ایک مسجد میں خطبہ جمعہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف نازیبا زبان استعمال کرنے پر احمدی وہاں سے اٹھ کر ایک دوسری جگہ جمعہ کی نماز کے لئے چلے گئے۔ یہ دیکھ کر آپ بھی اپنے استاد کے ساتھ اٹھ کر بگھی خانہ تشریف لے گئے اور نماز جمعہ ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوکر جماعت کا لٹریچر لے کر گاؤں تشریف لائے۔ لٹریچر پڑھ کر قبول احمدیت کا ارادہ کیا اور تحریری بیعت بذریعہ خط 1902ء میں اور قادیان آکر دستی بیعت 1903ء میں کی۔ بیعت کے بعد آپ واپس گاؤں پہنچے تو طاعون کا اتنا زور تھا کہ روزانہ 25,20 لوگوں کو دفنانے جاتے۔ چند دنوں میں گاؤں خالی ہوگیا۔ آپ کے عزیز بھی لقمۂ اجل بن گئے۔ صرف ایک بڑی بہن زندہ رہیں جنہیں خلافت ثانیہ میں احمدی ہونے کی توفیق ملی۔ پھر آپؓ لاہور اپنے ایک چچا کے پاس آگئے جو میڈیکل پریکٹس کرتے تھے۔ آپؓ نے یہاں مولوی فاضل کر کے ایک طبیہ کالج سے ممتاز الاطباء کی سند بھی حاصل کی اور پھر محکمہ پولیس میں بھرتی ہوگئے۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کی وفات ہوئی تو انگریز افسر کے رخصت نہ دینے پر آپ نے اُسی وقت استعفیٰ دیدیا اور حضورؑ کے جنازہ میں شامل ہوئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دست مبارک پر بیعت کر کے قادیان میں ہی حضورؓ کے پاس رہ کر قرآن کریم اور دینی تعلیم کے علاوہ طب بھی پڑھی۔

1908ء میں آپ نے ایک کشفی نظارہ بھی دیکھا کہ بہت سے لوگ مسجد قادیان میں جمع ہیں۔ ایک جنازہ صحن میں پڑا ہوا ہے اور لوگوں نے خلیفۃ المسیح کا انتخاب کرنا ہے۔ مگر چند لوگ مجلس سے اٹھ کر باہر چلے گئے ان میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب بھی ہیں۔ ایک فرشتہ سفید لباس میں ان کے سروں پر منڈلا رہا ہے اور ان کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے: افسوس ان لوگوں پر کہ انہوں نے تکبر کیا ہے، تکبر کیا ہے، تکبر کیا ہے۔ چنانچہ اس واضح اور قبل از وقت خواب کی بنا پر آپؓ نے خلافت ثانیہ کی برضا و رغبت بیعت کی اور جلد ہی اپنی زندگی وقف کردی۔ آپ کی پہلی تعیناتی بطور مربی سلسلہ فیصل آباد میں ہوئی۔ پھر دھرم کوٹ بگہ اور زیرہ میں تعینات رہے اور کچھ عرصہ قادیان میں رہنے کے بعد 23؍اپریل 1917ء کو اکھنور کشمیر بھجوائے گئے۔

جون 1917ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کا نکاح محترمہ مریم بیگم صاحبہ کے ساتھ پڑھایا۔ جنہوں نے ریاست کشمیر کے محکمہ تعلیم میں سروس کرلی اور کشمیر کے مختلف شہروں میں گرلز پرائمری سکولوں کا آغاز کیا۔ قرآن مجید و دینی تعلیم بھی بچیوں میں جاری کی اور حضورؓ کی ہدایت پر کشمیری خواتین میں شلوار، قمیص اور دوپٹہ کے استعمال کو رائج کیا۔

حضرت حکیم مولوی نظام الدین صاحبؓ نے وادیٔ کشمیر میں چودہ سالہ قیام کے دوران علمی کام بھی سرانجام دیا اور دو کتب شائع کیں۔ پھر آپ جموں شہر میں تشریف لے آئے۔ تحریک آزادی کشمیر کے دوران آپؓ کے نام وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے تو آپ قادیان چلے آئے اور وہاں رہائش اختیار کرلی۔ کچھ عرصہ بعد حکومت نے آپ کی اہلیہ کو ملازمت سے معطل کردیا تو وہ بھی بچوں کے ہمراہ قادیان آگئیں۔

کشمیر میں حضرت مولوی صاحبؓ کے ہاتھ پر کئی معجزات ظاہر ہوئے۔ مکرم خواجہ عبدالحمید ٹاک صاحب صوبائی امیر کشمیر کہتے ہیں کہ جب میں پیدا ہوا تھا تو میری گردن اکڑی ہوئی تھی اور میں کچھ کھا پی نہیں سکتا تھا۔ میری والدہ حضرت مولوی صاحب کے پاس گئیں۔ انہوں نے تسلی دی اور دعا کا وعدہ فرمایا۔ پھر چشمہ سے پانی منگوا کر دعا کر کے دم کیا اور فرمایا کہ صرف یہ پانی پلانا اور کچھ نہ دینا۔ جب پانی ختم ہونے کو آئے تو اس میں چشمہ سے پانی منگوا کر اور ڈال دینا وہی دیتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکمل شفا ہوگئی۔

ایک بار ایک مخالف نے جلسہ میں احمدیوں کو مقابلہ کے لئے للکارا تو آپؓ نے کھڑے ہوکر اُس کا چیلنج قبول کرلیا۔ مخالف نے اگلے روز کا دن مقرر کیا لیکن اگلے روز وقت سے پہلے ہی وہ گاؤں چھوڑ گیا۔

اسی طرح ایک شخص جو حضرت مسیح موعودؑ کی شان میں بہت گستاخی کیا کرتا تھا بلکہ آپؓ کے سمجھانے پر گستاخی میں بڑھتا چلا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا کیا ہوا کہ جب وہ کھانا کھانے لگتا تو اس کے کھانے میں ریت آجاتی۔ اُس کے بیوی بچے کہتے کہ ہمارے کھانے میں تو کوئی ریت وغیرہ نہیں آتی۔ آخر جب وہ بھوکا مرنے لگا تو اس کی بیوی نے اُس سے کہا جاؤ جا کے مولوی صاحب سے معافی مانگو۔ اُس نے ایسا ہی کیا تو آپؓ نے اُسے معاف فرمادیا اور استغفار کرنے کی تلقین کی اور کہا کہ آئندہ اگر حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخی نہیں کروگے تو کھانے میں ریت نہیں آئے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کشمیر کے قیام کے دوران آپ کے ہاں تین بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ جن میں سے ایک بیٹا چھوٹی عمر میں ہی فوت ہوگیا۔

حضرت مولوی صاحبؓ کی اہلیہ محترمہ کی تنخواہ سے چونکہ گھر کے اخراجات پورے ہو جاتے تھے۔ اس لئے آپؓ کی یہ درخواست حضورؓ نے منظور فرمالی کہ آپؓ اعزازی مربی کے طور پر بلا معاوضہ خدمت کریں۔ جب آپ قادیان تشریف لائے تو وہاں آپؓ نے اپنا مطب کھول لیا۔ آپؓ کو قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کا عشق تھا چنانچہ بے شمار بچوں کو قرآن پڑھایا۔

جب حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحبؒ لندن سے واپس قادیان تشریف لائے تو اگلے روز آپؓ بچوں کو کہنے لگے کہ آئندہ خلیفہ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد ہوں گے اس لئے ان کی بہت عزت اور احترام کیا کرو۔ اور یہ بھی کہا کہ عبدالرحمٰن مصری میں مجھے تکبر اور منافقت کی بو آتی ہے، یہ شخص کینہ پرور ہے۔ یہ دونوں باتیں پوری ہوگئیں۔

آپؓ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ رات گئے تک لیمپ کی روشنی میں مطالعہ کرتے۔ ذاتی لائبریری بھی بنا رکھی تھی۔ تمام مالی تحریکات میں حسب توفیق حصہ لیتے۔ بہت ہی سادہ طبیعت اور صابر اور قناعت پسند تھے۔ گھر میں گائے اور بکری وغیرہ بھی پالتے۔ میری والدہ اکثر تازہ مکھن دے کر مجھے حضرت اماں جانؓ کے ہاں بھجوایا کرتی تھیں۔ ایک روز جب میں مکھن لے کر اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اسی دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی وہاں تشریف لے آئے۔ حضورؓ کے ہاتھ میں ایک پلیٹ میں سالن اور دوسرے ہاتھ میں روٹی تھی۔ حضرت اماں جانؓ کے کہنے پر حضورؓ نے تبرکاً لقمہ بنا کر کچھ خود کھا کر باقی مجھے کھلایا۔

پاکستان بنا تو حضرت مولوی صاحبؓ کو سیالکوٹ کے کسی گاؤں میں زمین اور ایک آٹا پیسنے کی چکی الاٹ ہوئی۔ لیکن آپ کو گاؤں پسند نہ آیا اور آپؓ لاہور تشریف لے آئے جہاں بیگم کوٹ میں زمین اور مکان الاٹ ہوگئے۔ آپؓ نے یہاں جماعت قائم کی اور دو مراکز نماز قائم کئے۔ اور ربوہ منتقل ہونے تک اِس جماعت کے صدر بھی رہے۔

1953ء کے فسادات کے دوران قریبی احمدی آپؓ کی بڑی حویلی میں اکٹھے ہوگئے۔ مردوں اور عورتوں کو علیحدہ حصوں میں ٹھہرایا گیا اور درمیان میں چھ کنال کے پلاٹ میں چارپائی ڈال کر آپؓ بیٹھ گئے اور قرآن کریم پڑھنے لگے۔ جب مخالفین اکٹھے ہوکر حملہ کرنے آئے اور تین افراد تو قریباً اندر داخل ہو بھی گئے تو آپؓ نے اُن کو للکارا کہ مَیں مسیح موعود کا شیر ہوں، اگر ہمت ہے تو آگے بڑھو۔

اسی وقت اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی آگئی۔ ایک فوجی جیپ میں ایک کیپٹن اور چند فوجی اتفاقاً وہاں پہنچے جنہیں دیکھ کر مخالفین بھاگ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے آپؓ سے پوچھا کہ یہ لوگ یہاں کیا کر رہے تھے۔ آپؓ بتایا کہ مجھ پر احمدی ہونے کی وجہ سے حملہ کرنا چاہ رہے تھے۔ اس پر انہوں نے آپؓ کے باغ میں اپنا کیمپ لگانے کی اجازت چاہی جو آپؓ نے خوشی سے دیدی۔ پھر اُن کے پوچھنے پر آپؓ نے قریبی علاقوں

ماہنامہ ’’خالد‘‘ ربوہ ستمبر 2008ء میں شامل اشاعت مکرم رشید احمد قیصرانی صاحب کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

یہ داستاں عجب ہے، یہ صد سالہ داستاں
یہ خواب رت میں جاگتی آنکھوں کی داستاں
راہ طلب میں جھومتے جذبوں کی داستاں
پلکوں کی پینگھ جھولتے اشکوں کی داستاں
ان بارشوں میں بھیگتے سجدوں کی داستاں
یہ داستاں عجب ہے، یہ صد سالہ داستاں
جو رہگزار قدرتِ اولیٰ نے کھول دی
اس لامکاں سے شہر طلب کے مکین تک
اس رہگزر پہ قدرتِ ثانی کے نامہ بر
پہنچے ہیں پا برہنہ کنارِ زمین تک

کے احمدیوں کے حالات جاننے کی خواہش کا اظہار کیا تو کیپٹن صاحب نے اگلے روز چند سپاہی آپؓ کے ساتھ کردیئے۔ چنانچہ آپؓ ہر دوسرے روز شیخوپورہ جا کر امیر ضلع محترم چوہدری انور حسین صاحب سے ملتے اور دوسرے احمدیوں کی خیریت معلوم کرتے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے غیروں کے ذریعے یہ انتظام بھی کردیا کہ شہر میں کرفیو کے باوجود آٹا، چینی، سبزی وغیرہ باقاعدہ پہنچتی رہی۔

ہنگاموں کے تین ماہ بعد ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ باباجی میں بھی اس جتھے میں شامل تھا جو آپ پر حملہ کرنے کے لئے آیا تھا، ہم فوجیوں کو دیکھ کر بھاگے لیکن مَیں پکڑا گیا اور تین ماہ جیل میں گزار کر اب آپ سے معافی مانگنے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے نہ صرف معاف کیا بلکہ اس کو کھانا بھی کھلایا اور سفر خرچ بھی دیا۔ یہ احسان دیکھ کر وہ شخص رو پڑا اور پاؤں چومنے لگا۔ آپ نے اسے اٹھایا اور محبت سے اس کو الوداع کیا اور بس سٹاپ پر چھوڑنے آئے۔

1965ء کی جنگ کے دوران بھی بہت سے غیراحمدی بھی آپؓ کے ہاں پناہ گزین ہوگئے جن کی خوراک کا انتظام بھی آپؓ نے کیا۔ غیراحمدی آپؓ کے پاس اپنی امانتیں بھی رکھواتے تھے۔

1966ء میں آپؓ ربوہ تشریف لے آئے۔ ایک روز آپؓ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ فرمانے لگے کہ رات سے فرشتہ آرہا ہے اب میرا وقت آخری ہے میں دس بجے تک آپ لوگوں میں ہوں۔ میں نے آپ کی اس بات پر کوئی توجہ نہ دی۔ قریباً گیارہ بجے آپؓ کے نواسے نے آکر آپؓ کی وفات کی اطلاع دی۔ یہ 7 جنوری 1968ء کا دن تھا۔ اگلے روز حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جنازہ پڑھایا۔ تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

معلم شریف جمعہ صاحب آف کینیا

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 28/جون 2008ء میں مکرم مظفر احمد درانی صاحب مربی سلسلہ کے قلم سے محترم معلّم شریف جمعہ صاحب کا ذکرخیر شائع ہوا ہے۔

کینیا (مشرقی افریقہ) میں جماعت کا قیام 1896ء میں ہوا تھا۔ میں فروری 1993ء میں بطور مبلغ وہاں پہنچا تو میرا پہلا تقرر ممباسہ میں ہوا جہاں پر مکرم عبداللہ حسین جمعہ علی صاحب پہلے سے تعینات تھے۔ صوبہ کوسٹ کے ضلع Kwale میں جماعت کو زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی۔ Mazumalume میں چیف امام اپنے علاقہ کے ائمہ، مساجد اور متبعین سمیت احمدی ہوئے۔ یہ کینیا کی واحد چیفڈم تھی جس کے تمام سرکاری افسران احمدی تھے۔ Mamba کے علاقہ Waduruma قبیلہ میں بھی نمایاں کامیابی ملی۔ اس قبیلہ کے بارہ میں یہ تأثر پایا جاتا ہے کہ یہ بے دین لوگ ہیں اور اگر ایمان لے بھی آئیں تو استقامت نہیں دکھاتے۔ Dzombo نامی گاؤں میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی مضبوط جماعت عطا کی جس نے مذکورہ تأثر کو سو فیصد غلط ثابت کردیا۔ یہاں احمدی ہونے والے پنجوقتہ نمازی بلکہ باقاعدگی سے تہجد گزار تھے۔ دعوت الی اللہ کے شیدائی۔ قرآن پڑھ نہ سکنے کے باوجود تمام حوالے اور ان کا سواحیلی ترجمہ زبانی یاد ہوتے۔ اسی قبیلہ کا ایک نوجوان جو عیسائیت کی آغوش میں جاچکا تھا وہ نہ صرف مسلمان ہوا بلکہ اُس نے زندگی وقف کرکے سینکڑوں نفوس کو سیدھی راہ بھی دکھائی۔ یہ نوجوان تھا معلّم شریف جمعہ۔

ان دنوں دعوت الی اللہ کا طریق یہ تھا کہ خاکسار ایک معلّم صاحب اور ایک دو داعیان الی اللہ کو ساتھ لے کر کئی کئی روز کا سائیکل سفر کیا کرتا اور راستہ میں ہر بستی اور ہر گھر کو پیغام حق پہنچایا جاتا۔ جہاں رات پڑ جاتی کسی ڈیرے پر سو جاتے۔ ہفتہ دس روز بعد واپسی ہوتی۔

عزیز شریف جمعہ نے وقف کیا تو انہیں میرے پاس ممباسہ بھجوا دیا گیا۔ آپ کو تعلیم کا بہت شوق تھا اس لئے جلد بنیادی مسائل سیکھ لئے۔ فارغ اوقات میں بازار میں سٹال لگا کر کتب بھی بیچتے۔ 1999ء میں خاکسار کو تنزانیہ بھجوا دیا گیا۔ وہاں معلمین تیار کرنے کیلئے باقاعدہ کلاس لگتی تھی۔ شریف جمعہ صاحب کو اس کا علم ہوا تو وہاں آکر تین ماہ تک معلمین کلاس میں تعلیم حاصل کی اور تحصیل علم کی باقاعدہ سند لے کر واپس کینیا گئے اور بطور معلم کام شروع کردیا۔ یہ سند سرکاری دفاتر اور پولیس سے اجازت کیلئے بہت مفید تھی۔

2003ء میں خاکسار دوبارہ کینیا گیا تو معلم شریف جمعہ صاحب وہاں فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ تبلیغ کا شوق۔ سچائی کا اظہار۔ صاف ستھرا اور استری کیا ہوا لباس زیب تن کرنا بھی آپ کی نمایاں صفات تھیں۔ جلسوں میں متعدد غیر از جماعت مہمانوں کو اکٹھا کرلینا آپ کے وسیع تعلقات کا نتیجہ تھا۔ تبلیغ کے شوق میں دیگر مذاہب اور فرقوں کے مراکز میں بھی چلے جاتے۔ کئی مناظرانہ نشستیں بھی کیں۔ مسلسل نمایاں خدمت کی سعادت پاتے ہوئے آپ نے فروری 2008ء میں ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے صرف 35 سال کی عمر میں وفات پائی۔

فتنہ تاتار اور سانحہ بغداد

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 6 جون 2008ء میں مکرم خالد احمد صاحب کے قلم سے اسلامی تاریخ کے ایک دردناک باب ''سانحہ بغداد'' کو اس کے پس منظر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

منگول یا تاتار، صحرائے گوبی (منگولیا، چین) کے بے آب وگیاہ علاقہ میں خانہ بدوشوں جیسی زندگی بسر کرتے تھے۔ کتے بلی اور ہر قسم کے جانور کا گوشت کھاجاتے۔ گوبی کے شمال میں چنگیز خان کے آباءواجداد کا بڑا اثر و رسوخ تھا۔ چنگیز خان 1154ء میں پیدا ہوا۔ اس کا اصلی نام تموچن تھا۔ ابھی بارہ سال کا تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور تاتاری سرداروں نے اِس کی قیادت قبول کرنے سے انکار کردیا مگر چنگیز خان نے حوصلہ اور صبر سے مردانہ وار مقابلہ کرکے تمام قبائلی سرداروں کو اپنی اطاعت پر مجبور کردیا۔ اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کے بعد اُس نے قریبی علاقوں پر حملے شروع کئے اور سارا چین اپنے زیرنگیں کرکے عظیم الشان تاتاری سلطنت کی بنیاد رکھی۔

ترکستان میں اُن دنوں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ حکمران تھا۔ چنگیز خان نے اسلامی سلطنت سے ایک معاہدہ کرکے تعلقات استوار کئے لیکن ایک افسوسناک حادثہ نے صورتحال کو بالکل بدل کر رکھ دیا۔ 1217ء میں ایک تاتاری قافلہ خوارزم شاہ کی حدود سے گزرا تو علاقہ کے حاکم نے اُن کو جاسوس سمجھ کر گرفتار کرلیا اور پھر خوارزم شاہ کی اجازت سے قتل کرکے مال واسباب ضبط کرلیا۔ اس واقعہ کی خبر چنگیز خان کو ہوئی تو اُس نے خوارزم شاہ سے ضبط شدہ مال کی واپسی اور مذکورہ حاکم کو اُس کے حوالے کئے جانے کا مطالبہ کیا تاکہ مقتولین کا بدلہ لیا جاسکے۔ خوارزم شاہ نے حماقت کا ثبوت دیتے ہوئے اُس کے قاصد کو بھی قتل کروادیا۔ اس پر چنگیز خان نے جوش انتقام سے لبریز ہوکر ترکستان کا رُخ کیا اور ہرات، بلخ، بخارا اور سمرقند کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ صرف ہرات کی ایک لاکھ آبادی میں سے 60 ہزار قتل ہوئے اور بقیہ غلام بنائے گئے۔ باقی شہروں کا بھی یہی حال کیا گیا۔

چنگیز خان کے بعد اُس کا لڑکا اکتائی قاآن کا، اور پھر پوتا کیوک خان تخت نشین ہوا۔ کیوک کے بعد اُس کا چچازاد بھائی منکو قاآن تخت نشین ہوا جس کا ایک بھائی برکہ مسلمان ہوچکا تھا۔ اُس نے عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کو اپنی عقیدت اور وفاداری کا یقین دلایا۔ چنانچہ اُس کی زندگی میں تاتاریوں نے بغداد کی طرف آنکھ بھی نہ اٹھائی۔ بلکہ اُس زمانہ میں عراق وعجم میں جب اسماعیلیوں (باطنیوں) نے ظلم وفساد مچایا تو یہاں کے باشندوں نے منکو قاآن سے فریاد کی تو اُس نے اپنے بھائی ہلاکو خان کو ایران کا حاکم بنا کر بھیجا جس نے اسماعیلیوں کا استیصال کرکے اُن کے قلعہ الموت پر قبضہ کرلیا۔ منکو قاآن کے بعد ہلاکو خان اس کا جانشین مقرر ہوا تو اُس نے محقق نصیرالدین طوسی کو اپنا وزیر مقرر کیا۔

دوسری طرف مسلسل ناکارہ اور نااہل حکمران تخت نشین ہونے کی بدولت عباسی خلافت اپنی عظمت اور قوت کھوچکی تھی اور خلفاء کا اقتدار بغداد تک محدود تھا۔ مستعصم باللہ کو امور مملکت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور اُس نے تمام اختیارات اپنے وزیر ابن علقمی کے سپرد کررکھے تھے۔ بغداد میں شیعہ اور سنی آپس میں ہمیشہ قتل و غارت پر تیار رہتے تھے۔ شیعہ وزیر ابنِ علقمی سنیوں کی دشمنی میں بدنام تھا اور صرف اپنے اقتدار کی خاطر خلیفہ کو حالات کی صحیح خبر نہ ہونے دیتا۔ دوسری طرف خلیفہ کا لڑکا ابوبکر سنیوں کا ہمنوا بن کر میدان میں اتر آیا تو باہمی خانہ جنگی میں شیعہ آبادی کا کافی نقصان ہوا۔ عباسی خلفاء کی عیش پرستی نے قومی خزانہ خالی کردیا ہوا تھا اور عام لوگوں میں دولت کی فراوانی نے حرب و ضرب کی خواہش کو مفقود کردیا تھا۔

جب ابن علقمی اپنی تمام حدیں عبور کرگیا تو خلیفہ مستعصم باللہ نے اپنے بیٹے ابوبکر اور امیر نورالدین کو بھیج کر وہ محلّہ جس میں شیعہ آباد تھے، لٹوادیا۔ اس پر ابن علقمی نے بغداد میں علوی حکومت قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اگرچہ عباسی خلافت بے حد کمزور تھی لیکن چونکہ دنیائے اسلام کا مرکز تھی اس لئے ہلاکو خان بغداد پر حملہ کرنے سے ہچکچاتا تھا تاکہ وہ عالم اسلام کی مخالفت اور قہرِ خداوندی کا موجب نہ بنے۔ ہلاکو خان کا وزیر نصیرالدین طوسی کٹر اسمٰعیلی تھا۔ ابن علقمی نے اُس کی وساطت سے ہلاکو خان کو بغداد پر حملہ کرنے کی دعوت دی اور طوسی نے یہ کہہ کر ہلاکو خان کی ہمت بڑھائی کہ اگر حضرت یحیٰی اور حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد بھی دنیا اسی طرح قائم ہے تو مستعصم کی موت سے کونسی قیامت برپا ہوجائے گی؟

ابن علقمی نے اندرونی سازشوں کا جال بھی بچھا رکھا تھا۔ عباسی خلیفہ مستنصر باللہ نے تاتاری حملہ کے سدّباب کیلئے زبردست فوج تیار کی تھی۔ لیکن خلیفہ مستعصم باللہ نے ابن علقمی کی تجویز پر اخراجات میں کمی کی خاطر فوج میں کمی کردی اور باقی فوجیوں کو نقد تنخواہ دینے کی بجائے شہریوں سے محاصل وصول کرنے کی اجازت دیدی۔ (ابن علقمی کی تجویز کا مقصد فوج اور شہریوں کے درمیان نفرت پیدا کرنا تھا)۔

ہلاکو خان کو خلیفہ سے اس وجہ سے بھی پرخاش تھی کہ اُس نے جب مصر پر حملہ کیا تو خلیفہ مستعصم باللہ سے مدد مانگی لیکن خلیفہ نے مدد دینے کی بجائے ہلاکو خان کو بڑا سخت خط لکھا۔ بالآخر اپنوں کی سازش سے 1258ء میں ہلاکو خان نے بغداد پر فوج کشی کردی۔ لیکن خلیفہ کی مختصر فوج نے تاتاریوں کو شکست دیدی۔ پھر تاتاریوں نے بغداد کا محاصرہ کرلیا جو چالیس دن تک جاری رہا۔ اس دوران ہلاکو خان بغداد پر آگ اور پتھروں کی بارش برساتا رہا۔ بغداد کے عوام بھی بڑی بے جگری سے لڑتے رہے اور خلیفہ کی فوج کے ایک اعلیٰ افسر دیودار نے بھی بڑی بہادری اور جانفشانی کا ثبوت دیا لیکن تاتاریوں کے زوردار حملہ سے عباسی فوج کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ شہر کی طرف واپسی کا سفر جاری تھا کہ بدقسمتی سے دریائے دجلہ کا بند ٹوٹ گیا جس سے عباسی فوج کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوگئی۔ اس پر تاتاریوں نے عقب سے اسلامی فوج پر حملہ آور ہوکر اسے تہس نہس کردیا۔ امیر دیودار قتل ہوا اور اس کے ساتھی گرفتار ہوگئے۔ اگرچہ محصورین نے بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا لیکن ہلاکو خان کی منجنیقیں شہر کی فصیل اور مکانات پر پتھر برساتی رہیں جس سے عمارات ملبے کا ڈھیر بن گئیں اور شہر میں آگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔

ہلاکو خان نے بغداد فتح کرلیا تو ابن علقمی نے ہلاکو خان سے اپنی جان بخشی کروائی اور مستعصم باللہ اور بغداد کے تمام علماء، فقہاء، مدرسین، اکابر داعیان کو یہ یقین دلا کر ہلاکو خان کے پاس لے گیا کہ ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ خلیفہ سے ابن علقمی نے کہا کہ ہلاکو خان تم کو منصب خلافت پر برقرار رکھے گا اور اپنی لڑکی کی شادی اس کے بیٹے ابوبکر کے ساتھ کردے گا۔ لیکن جب یہ لوگ ہلاکو خان کے پاس آئے تو اُس نے ان سب کو قتل کروادیا اور خلیفہ مستعصم کو ڈنڈوں کے ساتھ مار مار کر ختم کردیا اور اس کی لاش کو پیروں سے مسلا۔ ان میں سے کسی کو بھی کفن تک میسر نہ ہوا۔ یہ واقعہ محرم 1258ء میں پیش آیا۔ اس کے بعد وحشی تاتاری بغداد میں کئی دن تک قتل عام کرتے رہے۔ عورتوں اور بچوں کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ ہزاروں عورتوں کی عصمتیں لوٹی گئیں۔ تاتاری وحشیوں نے شہر کی عالیشان مسجدیں، خانقاہیں، محلات، مکانات، درسگاہیں اور لائبریریاں سب کو جلا کر راکھ کردیا۔ اس قتل عام میں 16 لاکھ مسلمان مارے گئے۔ اور کئی روز دریائے دجلہ کا پانی خون کی فراوانی سے سرخ ہوکر بہتا رہا۔

بغداد کی تباہی سے نہ صرف عباسی خلافت کا خاتمہ ہوا بلکہ دنیائے اسلام کی مرکزیت بھی قائم نہ رہی۔ اور بغداد کی علمی و ادبی مرکز کی حیثیت بھی ختم ہوگئی۔ تاہم ایک مثبت پہلو بھی سامنے آیا کہ مسلمانوں نے اسے اپنی بدکاریوں کی سزا سمجھتے ہوئے دین کی طرف توجہ دینی شروع کردی۔

ماہنامہ ''مصباح'' ربوہ اگست، ستمبر 2008ء میں شائع ہونے والی محترمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ کی نظم سے انتخاب پیش ہے:

عرشی مری طرح سے سبھی کو ہے اعتبار
موجیں ہوں سرپھری بھی تو بیڑہ لگے گا پار
اپنا جو ناخدا ہے خدا کا ہے انتخاب
ہم خوش نصیب نوح کی کشتی میں ہیں سوار
فضلِ خدا سے دورِ خلافت ہے پانچواں
جاری ہے سو برس سے یہ رحمت کی آبشار
تشبیہہ کس سے دوں میں خلافت کے فیض کو
سایہ ہے یہ خدا کا یہی حرفِ اختصار

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

13th August 2010 – 19th August 2010

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8875 4272 or +44 20 8875 4273 or fax +44 20 8874 8344

Friday 13th August 2010

01:00 MTA World News
01:20 Insight & Science and Medicine Review
02:20 Tilawat
03:20 Seerat Sahaba Rasool (saw)
03:40 Zinda Log: a programme on the martyrs of Ahmadiyyat.
04:00 Historic Facts: part 39.
04:35 Khabarnama
05:10 Qur'anic Archaeology
06:05 Tilawat
07:40 Dars-e-Hadith
08:05 Insight & Science and Medicine News Review
08:35 MTA Variety
09:00 Indonesian Service
10:00 Darsul Qur'an: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 14th April 1991.
11:00 Insight & Science and Medicine Review
11:30 Seerat-un-Nabi (saw): a programme on the life and character of the Holy Prophet Muhammad (saw).
12:00 Live Friday sermon
13:10 Tilawat, Dars-e-Hadith, Insight & Science and Medicine Review
14:00 Bengali Service
15:00 Seerat-un-Nabi (saw): a programme on the life and character of the Holy Prophet Muhammad (saw).
15:30 Khabarnama: daily international Urdu news.
16:05 Friday Sermon [R]
17:25 MTA Variety [R]
17:55 MTA World News
18:10 Tilawat: by Hani Tahir.
19:00 Arabic Service
21:15 Darsul Qur'an [R]
22:25 Friday Sermon [R]
23:30 Tilawat

Saturday 14th August 2010

01:00 MTA World News & Khabarnama
01:30 Darsul Qur'an: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 14th April 1991.
02:30 Tilawat: by Hani Tahir.
03:30 Friday Sermon: rec. on 13th August 2010.
04:35 Seerat-un-Nabi (saw): a programme on the life and character of the Holy Prophet Muhammad (saw).
06:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & International Jama'at News
08:35 Friday Sermon [R]
09:55 Indonesian Service
11:00 Darsul Qur'an: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 15th April 1991.
12:35 Tilawat & Dars-e-Hadith
13:05 Yassarnal Qur'an: a programme teaching children how to recite the Holy Qur'an, with Qari Muhammad Aashiq.
13:25 Bangla Shomprochar
14:30 Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) class with Huzoor recorded on 22nd March 2009.
15:40 Seerat-un-Nabi (saw): a programme on the life and character of the Holy Prophet Muhammad (saw).
16:00 Khabarnama
16:15 Rah-e-Huda: interactive talk show.
18:00 MTA World News
18:20 Yassarnal Qur'an [R]
18:40 Tilawat: by Hani Tahir.
19:35 Arabic Service
21:35 International Jama'at News
22:05 Darsul Qur'an [R]
23:40 Tilawat

Sunday 15th August 2010

01:20 MTA World News
01:55 Yassarnal Qur'an: a programme teaching children how to recite the Holy Qur'an, with Qari Muhammad Aashiq.
02:10 Tilawat: by Hani Tahir.
04:20 Darsul Qur'an: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 15th April 1991.
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
08:00 Huzoor's Jalsa Salana Address
09:40 Indonesian Service
10:55 Darsul Qur'an: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 7th March 1992.
12:30 Tilawat & Dars-e-Hadith
12:25 Yassarnal Qur'an: a programme teaching children how to recite the Holy Qur'an, with Qari Muhammad Aashiq.
12:45 Bengali Service
14:20 Seerat-un-Nabi (saw): a programme on the life and character of the Holy Prophet Muhammad (saw).
15:00 Huzoor's Jalsa Salana Address [R]
16:20 Ramadhan Programmes
18:00 MTA World News
18:20 Tilawat: by Hani Tahir.
19:15 Arabic Service
21:30 Darsul Qur'an [R]
23:20 Tilawat

Monday 16th August 2010

01:00 MTA World News & Khabarnama
00:40 Tilawat: by Hani Tahir.
01:05 Dars-e-Hadith
03:40 Huzoor's Jalsa Salana Address
05:05 Seerat-un-Nabi (saw): a programme on the life and character of the Holy Prophet Muhammad (saw).
06:00 Tilawat, Dars-e-Hadith & International Jama'at News
09:05 Jalsa Salana Speeches: a speech delivered by Muhammad Kareem Uddin Shahid about Islam and Peace, on the occasion of Jalsa Salana Qadian 2006.
10:00 Indonesian Service: Indonesian translation of the Friday sermon delivered on 4th June 2010.
11:05 Darsul Qur'an: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 8th March 1992.
12:30 Tilawat
12:40 Dars-e-Hadith
13:05 Zinda Log: a programme on the martyrs of Ahmadiyyat.
13:40 Bangla Shomprochar
14:45 Friday Sermon: rec. on 31st July 2009.
15:45 Khabarnama
16:00 Rah-e-Huda
17:45 MTA World News
18:00 Seerat Sahabiyat-e-Rasool (saw): a programme on the life and character of the companions of the Holy Prophet Muhammad (saw).
18:35 Tilawat: by Hani Tahir.
19:30 Arabic Service
21:30 Darsul Qur'an [R]
22:50 Tilawat

Tuesday 17th August 2010

00:00 MTA World News & Khabarnama
00:30 Dars-e-Hadith
00:45 Insight & Science and Medicine Review
01:15 Darsul Qur'an: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 8th March 1992.
02:30 Khabarnama
02:35 Tilawat: by Hani Tahir.
03:35 Seerat Sahabiyat-e-Rasool (saw): a programme on the life and character of the companions of the Holy Prophet Muhammad (saw).
04:10 Science and Medicine Review
04:35 Ramadhan Programmes
05:40 MTA World News
06:00 Tilawat, Dars-e-Malfoozat
08:00 Insight & Science and Medicine Review
08:35 Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor and members of the Waqfe Nau scheme.
09:45 Indonesian Service
10:50 Darsul Qur'an: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 14th March 1992.
12:55 Tilawat
13:10 Science and Medicine Review
13:40 Bangla Shomprochar
14:40 Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: concluding address delivered by Huzoor on 2nd October 2003.
15:10 Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor and members of the Waqfe Nau scheme. [R]
16:20 Dars-e-Malfoozat
16:50 Seerat-un-Nabi (saw): a programme on the life and character of the Holy Prophet Muhammad (saw).
18:00 MTA World News
18:20 Tilawat: by Hani Tahir.
19:10 Arabic Service
20:10 Arabic Service: Arabic translation of Friday sermon delivered on 13th August 2010.
21:30 Darsul Qur'an [R]
23:30 Tilawat

Wednesday 18th August 2010

01:30 MTA World News & Khabarnama
02:00 Darsul Qur'an: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 14th March 1992.
03:30 Tilawat: by Hani Tahir.
04:20 MTA World News
04:40 Seerat-un-Nabi (saw): a programme on the life and character of the Holy Prophet Muhammad (saw).
05:30 Khuddamul Ahmadiyya UK Ijtema: concluding address delivered by Huzoor on 2nd October 2003.
06:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
08:00 Insight & Science and Medicine Review
08:30 Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor and members of the Waqfe Nau scheme.
09:45 Indonesian Service
10:50 Darsul Qur'an: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 15th March 1992.
12:35 Tilawat
12:50 Dars-e-Hadith
13:10 Science and Medicine Review
13:40 Bangla Shomprochar
14:45 From the Archives: Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) on 12th December 1986 about the conspiracies against Ahmadiyyat.
16:00 Gulshan-e-Waqfe Nau class with Huzoor and members of the Waqfe Nau scheme. [R]
17:10 Seerat-un-Nabi (saw): a programme on the life and character of the Holy Prophet Muhammad (saw).
18:00 MTA World News
18:15 Tilawat: by Hani Tahir.
19:15 Arabic Service
21:10 Dars-e-Hadith
21:30 Darsul Qur'an [R]
23:10 Tilawat

Thursday 19th August 2010

00:00 MTA World News & Khabarnama
01:00 Darsul Qur'an: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 14th March 1992.
02:50 Tilawat: by Hani Tahir.
03:40 MTA World News
04:00 Seerat-un-Nabi (saw): a programme on the life and character of the Holy Prophet Muhammad (saw).
04:45 From the Archives: Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) on 12th December 1986 about the conspiracies against Ahmadiyyat.
06:00 Tilawat
07:50 Zinda Log: a programme on the martyrs of Ahmadiyyat.
08:05 Faith Matters
09:10 Masih Hindustan Main: a discussion the book of the Promissed Messiah (as).
09:50 Indonesian Service
10:45 Darsul Qur'an: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 21st March 1992.
12:30 Tilawat
12:55 Zinda Log [R]
13:15 Yassarnal Qur'an: a programme teaching children how to recite the Holy Qur'an, with Qari Muhammad Aashiq.
13:30 Bengali Service: Bengali translation of the Friday sermon, recorded on 13th August 2010.
14:45 English Mulaqat: a question and answer session with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking guests recorded on 16th April 1994.
16:00 Khabarnama
16:25 Masih Hindustan Main [R]
17:10 Yassarnal Qur'an [R]
17:25 Seerat Sahabiyat-e-Rasool (saw): a programme on the life and character of the companions of the Holy Prophet Muhammad (saw).
18:00 MTA World News
18:35 Tilawat: by Hani Tahir.
19:45 Arabic Service
21:45 Tilawat

Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 & 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 17 | Friday 30 July & 12 August , 2010 | Issue No. 31-32

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دورہ بیلجیم و جرمنی، جون 2010ء کی مختصر رپورٹ

فرنکفرٹ میں 18 سال سے زائد عمر کی واقفات نو بچیوں کی کلاس۔ ''دین کی خدمت اور ہماری ذمہ داریوں'' کے موضوع پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کرام کے ارشادات۔ واقفات نو بچیوں کے سوالات کے جوابات اور ان کی ذمہ داریوں سے متعلق اہم ہدایات

انفرادی و فیملی ملاقاتیں۔ سینکڑوں افراد نے اپنے پیارے امام ایدہ اللہ سے ذاتی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ مرحومین کی نماز جنازہ۔ جامعہ احمدیہ جرمنی کے طلباء کی حضور انور کے ساتھ ایک نشست۔ حضور ایدہ اللہ کی طلباء کو نہایت اہم نصائح

CDU کے ممبر آف پارلیمنٹ اور ڈپٹی پارلیمانی عہدیدار کی حضور انور سے ملاقات۔ جرمنی اور یورپ کی موجودہ صورتحال، عالمی معیشت، ماحولیاتی آلودگی، دہشتگردی کے سدّباب اور عالمی امن کے قیام کے موضوعات پر گفتگو۔ ایک تقریب رخصتانہ میں شرکت

(حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی جرمنی میں مصروفیات کی مختصر جھلکیاں)

(رپورٹ: عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن)

تیسری قسط

21 جون 2010ء بروز سوموار

18 سال سے زائد عمر کی واقفات نو بچیوں کی کلاس

واقفین نو، نوجوانوں کی کلاس سوا چھ بجے ختم ہوئی تو اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لجنہ ہال میں تشریف لے گئے جہاں 18 سال اور اس سے زائد عمر کی واقفات نو بچیوں کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ کلاس کا پروگرام شروع ہوا۔ بچیوں کی اس کلاس میں 218 واقفات نو بچیوں نے شمولیت کی سعادت حاصل کی۔ یہ وہ خوش نصیب بچیاں ہیں جو تجدید وقف کر چکی ہیں۔

پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو عزیزہ تہمینہ بلال صاحبہ نے پیش کی اور اس کا اردو زبان میں ترجمہ عزیزہ نائلہ عنبر صاحبہ نے پیش کیا۔

بعد ازاں عزیزہ ثمرہ منور صاحبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل حدیث مبارکہ پیش کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا تھا اور میں بھی تم کو ان پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔ جماعت کے ساتھ رہو، امام وقت کی باتیں سنو، اور اس کی اطاعت کرو، دین کی خاطر وطن چھوڑنا پڑے تو وطن چھوڑ دو اور اللہ کے رستہ میں جہاد کرو۔ پس جو شخص جماعت سے تھوڑا سا بھی الگ ہوا اس نے گویا اسلام سے گلوخلاصی کرالی سوائے اس کے کہ وہ دوبارہ نظام جماعت میں شامل ہو جائے۔

اس کے بعد ''دین کی خدمت اور ہماری ذمہ داریوں'' سے متعلق ملفوظات سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات عزیزہ انیلہ احمد صاحبہ نے پیش کئے۔

❁...... حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔ ''ہر ایک شخص کا صدق اس کی خدمت سے پہچانا جاتا ہے۔ عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا............ پس تم ایسے برگزیدہ نبیؐ کے تابع ہو کر کیوں ہمت ہارتے ہو۔ تم اپنے وہ نمونے دکھلاؤ جو فرشتے بھی آسمان پر تمہارے صدق وصفا سے حیران ہو جائیں اور تم پر درود بھیجیں''۔

نیز فرمایا: ''ہر شخص اپنے دل میں جھانک کر دیکھے کہ دین و دنیا میں سے کس کا زیادہ غم اس کے دل پر غالب ہے۔ اگر ہر وقت دل کا رخ دنیا کے امور کی طرف رہتا ہے تو اسے بہت فکر کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ کلمات الٰہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی''۔

پھر فرمایا: ''کاش لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آجاتی کہ جس شخص کا تمام ہمّ و غم دین کے لئے ہوتا ہے اس کے دنیا کے ہمّ و غم کا اللہ تعالیٰ متکفل و متولی ہو جاتا ہے''۔ فرمایا: ''میں نے کبھی نہیں سنا اور نہ کوئی کتاب گواہی دیتی ہے کہ کبھی کوئی نبی بھوکا مرا ہو یا اس کی اولاد دروازوں پر بھیک مانگتی پھرتی ہو۔ ہاں دنیا کے ملوک اور امراء اور اغنیاء کا یہ برا حال اکثر سنا گیا ہے کہ ان کی اولاد نے دربدر ٹکڑے مانگے ہیں''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 304)

پھر فرماتے ہیں: ''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کی قدر و منزلت ہے جو دین کا خادم اور نافع الناس ہے۔ ورنہ وہ کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ کتّوں اور بھیڑوں کی موت مر جائیں''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 215)

بعد ازاں عزیزہ قرۃ العین نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منظوم کلام ؎

خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو
رغبت دل سے ہو پابند نماز و روزہ
نظر انداز کوئی حصہ احکام نہ ہو

کے چند اشعار خوش الحانی کے ساتھ پیش کئے۔

اس کے بعد عزیزہ امۃ الاعلیٰ شیخ، عزیزہ قانتہ تبسم، عزیزہ نگہت شرافت اور عزیزہ صائمہ انعم باجوہ نے ''وقف اور ہماری ذمہ داریاں'' کے عنوان سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء احمدیت کے درج ذیل بعض ارشادات پیش کئے۔

❁...... حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

''پس یاد رکھو کہ جو شخص خدا کے لئے زندگی وقف کر دیتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ وہ بے دست پا ہو جاتا ہے۔ نہیں، ہرگز نہیں، بلکہ دین اور للّٰہی وقف انسان کو ہوشیار اور چابکدست بنا دیتا ہے۔ سستی اور کسل اُس کے پاس نہیں آتا''۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 365)

❁...... حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

''اعلیٰ تربیت کے ساتھ ان کو بچپن ہی سے اس بات پر آمادہ کرنا شروع کر دیں کہ تم ایک عظیم مقصد کے لئے ایک عظیم الشان وقت میں پیدا ہوئے ہو''۔

(خطبہ جمعہ 3/اپریل 1987ء)

تعلق باللہ کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 2008ء میں جرمنی میں واقفات نو کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

''شادیاں ہو جائیں تو اپنے بچے یا اپنا محلّہ جس جس علاقے میں رہتے ہیں اس میں اپنا نمونہ ایسا دکھائیں جو جماعت کی، اپنوں کی تربیت کی وجہ بن سکے اور دوسروں کے لئے جماعت کی تبلیغ کا باعث بنے۔ اس کے لئے تیاری کرنی ہوگی۔ پہلی تیاری کیا ہے کہ ہر واقفہ نو جو ہے اس کا اللہ تعالیٰ سے تعلق ہوا اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کس طرح ہوگا؟ جب نمازوں کی طرف توجہ ہوگی۔ جب دعاؤں کی طرف توجہ ہوگی۔ جب قرآن کریم پڑھنے کی طرف توجہ ہوگی، جب اللہ تعالیٰ نے جو احکامات دیئے ہیں قرآن کریم میں ان کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی طرف توجہ ہوگی تب تم کہلا سکتی ہو صحیح واقفہ نو اور صحیح مومنہ عورت یا لڑکی۔ تو اس طرف توجہ رکھو''۔

(برموقع واقفات نو کلاس بمقام فرینکفرٹ 20 اگست 2008ء)

❁...... حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے لجنہ اماء اللہ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:۔

''اسلام کے لئے دل میں درد پیدا کرو۔ کیا تم سکھ کی نیند سوؤ گی اگر تمہارا کوئی بچہ تڑپ رہا ہو۔ اسی طرح اسلام پیاسا بھوکا تڑپتا ہے اس کی خبر گیری کرو۔ تم خدا کے لئے اپنے اندر اسلام کے لئے درد پیدا کرو''۔

(الفضل 3 جنوری 1915ء)

❁...... یہ بھی خدا کی ایک خاص حکمت ہوتی ہے کہ جب مخالفت زوروں پر ہو، تبلیغ کے راستے بھی مزید کھلتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 21 مئی 2010ء میں فرمایا:۔

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جس طرح روڑی اور کھاد جو گند بلا ہوتا ہے۔ یہ فصلوں کی

باقی صفحہ 28 پر ملاحظہ فرمائیں